

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَبِاللّٰهِ التَّوَكَّلْتُ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلَىٰ آلِهِ وَرَحِمِهِمْ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

ہماری نماز

تصنیف لطیف

مفتی محمد ظہیر خان قادری برکاتی
حضرت علامہ مولانا
قدس سرہ العزیز

فریدی بک
طالب لاہور
(جز ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْكٰفِرِیْنَ
اور نماز پڑھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جو کفر کی راہ پر گئے ہیں
(الزُّمَرُ ۳۰/۳۱)

ہماری نماز

تَصْنِیْفُ لَطِیْفٍ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے نماز ایسا فریضہ ہے جو ہر عاقل و بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے، نماز دین کا ستون ہے، نماز ایمان کی علامت ہے، نماز عقیدہ توحید کے بعد سب سے زیادہ محبوب عبادت ہے لیکن ہمارے ہاں اکثر لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں جو پڑھتے ہیں وہ نماز کے مسائل سے واقف نہیں ہوتے، اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو نماز کی اہمیت کا پتہ چلے گا اور اس کے ضروری مسائل سے آگاہی ہوگی

ناشر

فریدنگ پبلشرز
طال (رجسٹرڈ) ۳۸- اردو بازار لاہور

Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



== نام کتاب * ہماری نماز ==

== تصنیف ==

خلیل ملت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ

بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

== زیر نگرانی ==

عالمی مبلغ اسلام مفتی اعظم اہل سنت مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد



طبع بار دوم : صفر 1428ھ / فروری 2007ء

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

قیمت : 1- روپے

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Phone No: 092-42-37312173-37123435

Fax No. 092-42-37224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com



فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور



عرض حال

پیش نظر تالیف ۱۹۵۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ علوم دینیہ سے غفلت و لاپرواہی کے باوجود اہل اسلام نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور دیکھتے دیکھتے اس کے معدودے چند نسخے باقی رہ گئے۔ کتاب کی مانگ کے ساتھ احباب کا یہ اصرار بھی زور پکڑتا گیا کہ اسے اور ضخیم کیا جائے، اس لیے اس بیچمدان کو بنظر خیر خواہی اسلام بمقتضائے الدین النصیح اس اہم خدمت کی جانب متوجہ ہونا پڑا اور یہ کمال کرم تھا میرے شیخ حضرت تاج العلماء مولانا السید الشاہ آل رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کا، اور فیض اتم تھا میرے استاذ مکرم حضرت صدر الشریعہ مولانا الشاہ ابو العلی محمد امجد علی اعظمی قادری برکاتی مصنف بہار شریعت، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ۲۱۶ صفحہ کی کتاب قلیل مدت میں ۵۶۰ صفحات کے لباس میں آگئی اور ادارہ دین و دنیا، حیدرآباد نے حسب سابق اس کی اشاعت کا ذمہ لیا۔ احباب نے اس سلسلہ میں فقیر کو جن کلماتِ محبت آمیز سے یاد فرمایا ہے، یہ ان کی علم دوستی کی دلیل ہے اور بزرگان دین نے اس فقیر کے حق میں جو دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے ہیں، وہ بارگاہ الوہیت میں شرف قبولیت پائیں، تو یہ میری سعادت ہے۔

ناظرین سے التماس ہے کہ اس فقیر کے لیے عفو و عافیت دارین اور ایمان و مذہب اہل سنت پر خاتمہ کی دعا فرمائیں۔

اللہم ثبت قلوبنا علی الایمان و توفنا علی الاسلام و ادرقنا شفاعۃ

سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ

حیدرآباد (پاکستان)

تقریظِ جلیل و تصدیقِ جمیل (برطبع اول)

وارث الاکابر الاسیاد، بالاستحقاق والافتراء، تاج العلماء سراج العرفاء سیدی
وسدی، مرشدی ومولائی مولانا السید الشاہ اولاد رسول محمد میاں قادری البرکاتی
الارہودی (قدس سرہ العزیز)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ وَنُصَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَ

اَصْحَابِهِ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ وَالْکَرَمِ الْعَظِیْمِ۔

فقیر حقیر جاوید کش آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ ماربرہ مظہرہ اولاد رسول
محمد میاں قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اخی فی اللہ ذی المجد والفضل والجاه مولانا
مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی دامت فضاہم وکثرت حسناہم و
زادت برکاتہم کا یہ رسالہ فقہیہ مشتمل بر مسائل طہارت و نماز اول سے آخر تک دیکھا۔ بحمد اللہ
تعالیٰ اسے مسائل صحیحہ واحکام شرعیہ پر مشتمل پایا۔ اللہ عزوجل حضرت مولانا دام بالفضائل
کی اس سعی کو مشکور اور اس خدمت دین کو سبب اجر موفور فرمائے اور مسلمانوں کو ان مسائل
واحکام پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

بجاء المحبیب الامین علیہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام الی ابد الابدین۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ

خالقاہ برکاتیہ ماربرہ شریف ضلع ایٹہ (یوپی) بھارت،

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ شنبہ

انسوس کہ یہ آفتاب علم و عرفان، ۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ کو غروب ہو گیا۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

عرضِ ناشر

انسان جو لظاہر اٹھتا بیٹھتا چلتا پھرتا کھاتا پیتا، زندگی بسر کرتا اور پھر مرجاتا ہے۔ کیا اس کی زندگی کا مقصد اسی قدر ہے؟ اگر یہی ہے تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟ انسان اور حیوان کی کیا پہچان؟ ذی ارادہ اور غیر ذی ارادہ میں کیا امتیاز ہے؟ صاحبِ عقل اور بے عقل میں کیا تمیز ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد پاک ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ إِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ
عِبَتَّ - (پ ۱۸ - ۶۴) فرمایا۔

انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عبث و بیکار پیدا نہیں فرمایا، بلکہ کل کائنات اس کے لیے ہے اور یہ خداوندِ قدوس کے لیے ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ
اور میں نے جن اور انسان اس لیے پیدا کیے کہ وہ بندگی کریں۔

اس آیتِ مقدسہ کے مطابق انسان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا نہیں۔ اس لیے کہ یہ کام تو حیوان بھی کرتے ہیں۔ انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ اسلام نے عبادت کے مفہوم کو بڑی وسعت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جن کاموں کو انسان بالکل دنیا داری تصور کرتا ہے۔ اگر ان امور کو رضائے الہی کے مطابق کیا جائے، تو وہی عبادت بن جاتے ہیں۔ پھر جملہ عبادات میں نماز کو امتیازی شان حاصل ہے۔ حج زندگی میں ایک مرتبہ صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ زکوٰۃ سال میں صاحب نصاب کو ادا کرنا ہوتی ہے۔ رمضان شریف گیارہ ماہ بعد آتا ہے۔ مگر نماز وہ عبادت ہے جو کہ ایک ہی دن میں پانچ مرتبہ ادا کرنا ہوتی ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو ہر مسلمان عاقل بالغ خواہ امیر ہو یا غریب، پیر ہو یا صغیر، مفلس ہو یا اسیر، عربی ہو یا عجمی، کالا ہو یا گورا، جوان ہو یا بوڑھا، بیمار ہو یا تندرست۔ شاہ ہو یا گدا، مریض ہو یا حکیم، مسافر ہو یا مقیم، سب پر فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے متعلق تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ قِيَامَتِ كَرُز سب سَ مِهلے بندے
يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ (نسائي ۵۵) کا حساب نماز سے شروع ہوگا۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود اولیں پشش نماز بود

نماز ہی وہ عبادت ہے جس کا حساب روزِ محشر سب سے پہلے ہوگا۔

نماز ہی وہ عبادت ہے جو گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔

نماز ہی وہ عبادت ہے جس کے کرنے والے کو روحانی اور جسمانی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔

نماز ہی پیامِ نفاست و طہارت ہے اور نجات و مغفرت ہے۔

نماز ہی تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

نماز مومن کی معراج ہے، نماز دین کا ستون ہے۔

مگر کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج اکثر مسلمانوں نے اس مقدس فریضہ کو چھوڑ دیا ہے اور جو اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں، ان میں بھی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں، لیکن نماز کے فرائض اور واجبات، سنن و مستحبات سے لاعلمی کے سبب ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ نماز ہی ہونے کے باوجود ان کا نام بے نمازوں میں لکھا جاتا ہے۔ سجدہ ریز ہونے کے باوجود لذتِ سجود سے محروم ہیں۔

حضرت مولانا علامہ مفتی محمد خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے نمازیوں کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے یہ کتاب "ہماری نماز" تصنیف فرمائی جس میں سلیس اُردو زبان میں مسائل نماز کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں اس کتاب کو شائع کرنے کی توفیق بخشی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ ہماری اس سعی جمیل کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

دُعا گو

سید اعجاز احمد

مالک فرید بک سٹال۔ لاہور

فہرست مضامین

۳	ہماری نماز کی بارگاہِ نبوی میں مقبولیت
۲	عرض حال
۵	تقریظ
۶	عرضِ ناشر
۱۷	دیباچہ طبع اول
۲۱	حمد و نعت
۲۲	ایمان
۲۷	عبادات و معاملات
۲۸	ضروری اصطلاحات
۳۳	قابلِ حفظ فائدے
۳۵	بندہ اور بندگی
۳۸	شکریہ احسانات و شکر العامات
۴۸	نماز کے برکات و فضائل
۵۳	فضائل نماز میں کچھ اور احادیث
۵۴	لطائف نکات
۵۹	نماز پنجگانہ
۶۱	امت کے فضائل
۶۳	تارکِ صلوٰۃ کو عیدیں
۶۶	بے نمازوں کے لیے عبرت
۶۸	تارکِ نماز و کفر و اسلام
۷۰	افادۂ نفیسہ
۷۰	عابدوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں
۷۲	وعدوں اور وعیدوں سے شرع کا مقصود کیا ہے؟
۷۴	اسلام باہمی اتفاق سکھاتا ہے
۸۲	موعظۃ للمتقین
۸۷	تقدیر مکرر

۸۹	کتاب الطہارت
۹۱	طہارت کا اسلامی نظام
۹۲	تنبیہ
۹۵	طہارت و پاکیزگی
۹۸	اقسام طہارت
۱۰۰	استنجے کے مسائل و آداب
	وضو کا بیان
۱۰۲	فضائل و ضو میں چند احادیث
۱۰۵	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کشف فائدہ
۱۰۷	گناہوں کا علاج
۱۰۹	مسواک کے فضائل
۱۱۳	مسواک کے دنیاوی فائدے اور دینی برکتیں
۱۱۴	مسواک کے مسائل
۱۱۶	فائدہ نفیسہ
۱۱۷	وضو کے متفرق مسائل
۱۱۸	وضو کے فضائل
۱۲۱	وضو کے متفرق مسائل
۱۲۲	وضو کا صحیح اور مسنون طریقہ
۱۲۷	وضو کے کچھ اور مستحبات اور سنتیں
۱۲۸	وضو کی دُھائیں
۱۳۰	ایک نفیس نکتہ
۱۳۲	وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان
۱۳۳	وہ صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا
۱۳۴	متفرق مسائل
۱۳۵	مسئلہ ضروریہ
۱۳۵	فوائدِ جلیہ
۱۳۸	غسل کا بیان

- ۱۳۸ احادیث شریفہ
 ۱۳۹ غسل کی حقیقت
 ۱۴۲ غسل کی سنتیں
 ۱۴۳ غسل کے متفرق مسائل
 ۱۴۶ غسل کن چیزوں سے فرض ہوتا ہے
 ۱۴۹ معذور کے مسائل
 ۱۵۱ پانی کا بیان
 ۱۵۳ مسائل متفرقہ
 ۱۵۶ فائدہ نفیسہ واجب الحفظ
 ۱۵۸ کنوئیں کا بیان
 ۱۶۱ مسائل متفرقہ
 ۱۶۳ جھوٹے پانی کا بیان
 ۱۶۴ تیمم کا بیان
 ۱۶۴ احادیث کریمہ کا بیان
 ۱۶۵ فائدہ جلیلہ
 ۱۶۶ تیمم کے مسائل
 ۱۶۸ افادات رضویہ
 ۱۷۰ تیمم کے فرائض
 ۱۷۲ تیمم کا طریقہ
 ۱۷۲ فائدہ جلیلہ
 ۱۷۴ وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے
 ۱۷۵ وہ بعض اشیاء جن سے تیمم صحیح نہیں
 ۱۷۶ مسائل متفرقہ
 ۱۷۸ تیمم توڑنے والی چیزوں کا بیان
 ۱۷۸ تشریحی مسائل
 ۱۸۰ موزوں پر مسح کا بیان
 ۱۸۱ چند مسائل متفرقہ
 ۱۸۴ وہ چیزیں جن سے مسح ٹوٹ جاتا ہے

۱۸۴	متفرق مسائل
۱۸۶	اعضائے وضو پر مسح کے مسائل
۱۸۷	نجاست کے احکام
۱۸۸	نجاستِ غلیظہ و خفیفہ
۱۸۹	متفرق مسائلِ ضروریہ
۱۹۰	نجاست دور کرنے کا طریقہ
۱۹۲	یاد دہانی
۱۹۶	کتاب الصلوٰۃ
۱۹۹	اوقاتِ نماز
۲۰۲	تعیین اوقات کے اسرار
۲۰۷	آیاتِ قرآنیہ
۲۰۹	احادیث و آثارِ کریمہ
۲۱۴	اوقاتِ نماز کی حد بندی
۲۱۵	اجمالی اشارے
۲۱۵	وقتِ فجر
۲۱۶	وقتِ ظہر
۲۱۷	وقتِ عصر
۲۱۸	فائدہ جلیلہ
۲۲۰	وقتِ مغرب
۲۲۰	وقتِ عشاء و وتر
۲۲۱	اوقاتِ مستحبہ
۲۲۳	مسائلِ متفرقہ
۲۲۴	اوقاتِ مکروہہ
۲۲۶	مسائلِ متعلقہ
۲۲۷	اوقاتِ ممنوعہ نفل
۲۲۸	جمع بین الصلوٰتین
۲۳۰	اذان و اقامت
۲۳۱	بعض احادیثِ کریمہ

۲۳۳	احادیثِ کریمہ
۲۳۵	کلماتِ اذان پر ایک نظر
۲۳۶	مسائل متعلقہ
۲۴۰	مسئلہ تقبیل ابہامین
۲۴۳	قبر پر اذان کی بحث
۲۴۷	تشویب کا بیان
۲۴۹	مسئلہ ضروریہ
۲۴۹	شروط، ارکان اور کمالات
۲۵۱	نماز کی شرطوں کا بیان
۲۵۳	ستر عورت
۲۵۷	لطیفہ
۲۵۸	یا للعجب
۲۶۰	مسائل متعلقہ
۲۶۲	تنبیہات
۲۶۳	استقبالِ قبلہ
۲۶۶	مسائل متعلقہ
۲۶۸	وقت
۲۶۸	تنبیہات
۲۷۲	مسائل متعلقہ
۲۷۷	نیت یوں کرنا چاہیے
۲۷۷	تکبیر تحریمیہ
۲۷۸	مسائل متعلقہ
۲۷۹	فرائضِ نماز
۲۸۲	فرضوں کا بیان
۲۸۲	مسائل متعلقہ
۲۸۴	دوسرا فرض قیام
۲۸۴	مسائل متعلقہ
۲۸۵	تنبیہ ضروری

۲۸۷	تیسرا فرض قرأت قرآن
۲۸۹	احادیث کریمہ
۲۹۰	ایک علمی لطیفہ
۲۹۲	مناقب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۴	مسلمانو! انصاف
۲۹۵	مسائل متعلقہ
۲۹۹	تنبیہات
۳۰۱	چند مسائل قرأت بیرون نماز
۳۰۲	آمین بالجہر کی بحث
۳۰۶	مسائل متعلقہ
۳۰۷	فرض چہارم
۳۰۷	مسائل متعلقہ
۳۰۹	فرض پنجم (سجود)
۳۱۰	مسائل متعلقہ
۳۱۳	فرض ششم (قعدہ اخیرہ)
۳۱۳	مسائل متعلقہ
۳۱۴	فرض ہفتم خروج بطنہ
۳۱۵	مسائل متعلقہ
۳۱۶	واجبات نماز
۳۱۸	مسائل متعلقہ
۳۱۹	نماز کی سنتیں
۳۲۲	مسائل متعلقہ
۳۲۳	نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم
۳۲۶	فضائل درود شریف
۳۲۸	مجمع کا حکم
۳۲۹	ایک نفیس اور جامع حدیث
۳۲۹	فائدہ نفیسہ

۳۳۰	درود شریف کب اور کتنا پڑھا جائے
۳۳۱	مسئلہ ضروریہ
۳۳۱	بقیہ مسائل متعلقہ
۳۳۳	فائدہ نفیسہ
۳۳۴	نماز کے مستحبات
۳۳۴	جماعی روکنے کا مجرب طریقہ
۳۳۵	تعداد رکعات کا نقشہ
۳۳۶	نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ
۳۴۰	نفیس فائدہ
۳۴۲	فائدہ جلیلہ
۳۴۴	نماز کے باطنی آداب
۳۵۱	نماز باجماعت کے باطنی کے بعض مسائل
۳۵۳	نماز باجماعت اور صفِ اول
۳۵۵	مسئلہ ضروریہ
۳۵۷	ترک جماعت کے اعداد
۳۵۸	جماعت ثانیہ
۳۶۰	چند مسائل متعلقہ امامت
۳۶۲	تشبیہ
۳۶۴	امامت پر اجرت
۳۶۶	نماز فاسد کرنے والی چیزوں کا بیان
۳۷۱	مکروہات کا بیان
۳۷۴	فائدہ نفیسہ
۳۷۷	نماز کے مکروہات تحریمیہ
۳۸۰	نماز کے مکروہات تنزیہیہ
۳۸۲	چند مسائل متعلق احکام مسجد
۳۸۸	وتر کا بیان
۳۸۹	مسائل فقہیہ

۳۹۱	فائدہ تفسیہ
۳۹۲	سُنن و نوافل
۳۹۳	سُنن الہدیٰ
۳۹۴	فضائل و مسائل سنتِ فجر
۳۹۵	مسائل متعلق سنتِ فجر
۳۹۶	سنتِ ظہر کے مسائل
۳۹۸	عصرِ مغرب اور عشاء کی سنتوں کے فضائل
۳۹۹	مسائل متعلقہ
۴۰۱	الولیٰۃ الکریمیۃ
۴۰۲	صبح و شام دونوں وقت
۴۰۵	صرف صبح
۴۰۶	پانچوں نمازوں کے بعد
۴۰۷	نماز صبح و عصر کے بعد
۴۰۷	نماز صبح کے بعد
۴۰۸	نماز مغرب کے بعد
۴۰۸	شب میں
۴۰۸	بعد نماز عشاء
۴۰۹	سوتے وقت
۴۱۰	سوتے سے اٹھ کر
۴۱۰	تنبیہ
۴۱۱	تہجد
۴۱۱	ذکر جہر چہار ضریٰ
۴۱۲	ذکر خفیٰ
۴۱۳	پاس انفاس
۴۱۳	تصویر شیخ
۴۱۴	تنبیہ
۴۱۵	حرفِ آخر

”ہماری نماز کی

بارگاہِ نبوی میں مقبولیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ نبوت گئی، اب میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں! بشارتیں باقی ہیں۔ اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے یا اس کے لیے دیکھا جائے۔ الحمد للہ کہ اس رسالہ کے زمانہ تصنیف و اشاعت کے دو ایک سال بعد فقیر قادری کے ایک محب صادق اور عقیدتمند مقتدی محمد شفیع خاں صاحب جمہیری نے ایک روز بعد نماز فجر مدرسہ میں تشریف لاکر فرمایا مفتی صاحب میں نے ایک نغمہ اب دیکھا ہے اسے سنانا چاہتا ہوں۔ فقیر نے درس فارغ ہو کر کہا بسم اللہ ارشاد فرماتیں؛ کہنے لگے ”کل رات بعد از نماز عشاء میں آپ کی کتاب ”ہماری نماز“ کا کچھ حصہ حسب معمول مقتدیوں کو سنایا پھر گھر آکر سو گیا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میں مدینہ طیبہ میں گنبدِ خضرا کے سامنے حاضر ہوں کہ اتنے میں میری نظر ایک الماری پر پڑی جس میں قرآن کریم اور دوسری کتابیں نظر آئیں۔ وہاں گیا اور دیکھا کہ انہیں کتابوں میں آپ کی کتاب ”ہماری نماز“ بھی موجود ہے مسجد نبوی میں آپ کی یہ کتاب پا کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ میں نے بے ساختہ اظہارِ مسرت کرتے ہوئے بحالتِ خواب ہی یہ کہا واہ واہ! مفتی صاحب کی کتاب تو یہاں بھی موجود ہے۔ ابھی میں اس کتاب کو دیکھ ہی ہاتھ آچکا کہ اچانک میری آنکھوں کے سامنے ایک اور منظر آگیا۔ میں نے دیکھا کہ مزارِ پُر انوار کے دروازے سے آگے ایک اور پچانگ نصب ہے۔ میں ادھر بڑھا تو آپ پر نظر پڑی کہ پچانگ پر سپرہ سے رہے ہیں۔ میں اپنے دل میں بڑا خوش ہوا کہ اب مفتی صاحب کے ذریعے اندر حاضری نصیب ہو سکے گی۔ چنانچہ میں آپ کی طرف آیا اور کہا کہ مفتی صاحب! ذرا پچانگ کھول لیتے تاکہ میں اندر جا کر زیارت کر سکوں آپ نے فرمایا بالوجہ! محمد شفیع خاں صاحب مرحوم، اب تو پچانگ بند ہو چکا ہے، اب تو وقت پر ہی کھولا جائے گا، اس سے پہلے نہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی تو اذانِ فجر سو رہی تھی۔ اس خواب کا مضمون بھی یہی تھا اور کم و بیش الفاظ بھی یہی۔ پھر الفاظ میں فرق ہو سکتا ہے۔ اس واقعہ کو بھی بیس بائیس سال کا عرصہ گزر چکا اور اس خواب کی تعبیر فقیر نے یہی لی کہ اس سنگِ بارگاہ پر بزرگانِ دین کی طفیل حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت ہے فالحمد للہ وهو ولیّہ مولائے کریم انہیں کے دین متین کی سچی نجات کی توفیق بخشنے اور فقیر کی تمام تالیفات و تصنیفات کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر اس بندۂ گناہگار کا خاتمہ قرآن و سنت اور مذہب

اہل سنت پر فرماتے اور دارین میں نوازے۔ آمین! بجاہ النبی الامی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

العبد مفتی محمد خلیل خاں قادری البرکاتی عفی عنہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

دیباچہ طبع اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ وَنُصَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ !

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد رشید عبداللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ

مَنْ النَّاسُ، یعنی آدمی کون ہیں، جواب دیا علماء

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں جو عالم نہ ہو، امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا،

اس لیے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے۔ انسان اس سبب سے انسان ہے جس

کے باعث اس کا شرف ہے اور اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ

طاقتور ہے، نہ بڑے جتنے کے سبب سے کہ ہاتھی اس سے جتنے میں بہت بڑا ہے، نہ بہادری

کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے کہیں بڑا

ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لیے بنایا گیا ہے اور علم ہی سے انسان کا شرف ہے۔ "انتہی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اغد عالماً او متعلماً او

مستمعاً او محباً ولا تکن خامساً فتملک۔ اس حال میں صبح کر کہ تو عالم ہو

یا متعلم یا عالم کی باتیں سننے والا یا عالم کا چاہنے والا اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائیگا۔

تو علم شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک

لمحہ پر مرتے دم تک ہے کہ شرع وہ حکم ہے جس کے صولتِ قہر کی تلوار اپنے مخالف و مقابل

کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہیں۔

دونوں جہان کے کام کا مدار فقط شریعت پر ہے اور اس کی ڈوریوں سے دونوں جہان

کی منزلتیں وابستہ ہیں، یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے شریعت ہی پر نجات کا

دار و مدار ہے۔ شریعتِ مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں۔

طریقت، معرفت، حقیقت، سب اسی نور کی تجلیاں ہیں جن کی عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے۔ شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی تاریکیاں جگمگا اٹھیں، شریعت کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشتی ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانون کی بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے جو بغیر علم خدا کی عبادت کرے، وہ جتنا سنوارے گا، اس سے زیادہ بگاڑے گا۔

غرض امیر و غریب، مسکین و فقیر، گدا و درویش، آقا و غلام، راعی و رعایا، دنیا دار، عبادت گزار، ہر مسلمان، ہر مدعی ایمان، ہر گھڑی ہر آن، اسی کا حاجت مند ہے، بلکہ جو جتنا زیادہ خوش نصیب ہے، شریعت کی جانب اسی قدر اس کی احتیاج زائد و قریب ہے جو جتنا نصیب ور ہے، اتنا ہی اس کا دست نگر ہے۔ دین و دنیا، اولیٰ و آخرت کی ہر ترقی اسی کے دامن سے وابستہ ہے، یہی ذریعہ نجات ہے، یہی زینہ کامرانی ہے۔ تو وہ جو شریعت کا دامن نہیں تھامتا، شیطان ملعون کے دوسوں کا شکار ہو کر خدا و رسول سے دُور جا پڑتا ہے اور پھر شیطان کچے دھلگے کی لگام دے کر اسے گھماتے گھماتے پھرتا ہے اور کتنا بابرکت تھا وہ زمانہ کہ ہر شخص اتنا علم رکھتا کہ اس کی ضروریات کو کافی ہو۔ پھر بفضلہ تعالیٰ ہر طرف بکثرت علماء موجود ہیں کہ وقتِ ضرورت لوگ ان کی طرف رجوع لاتے اور وہ ان کی دستگیری کرتے مشکل کشائی فرماتے۔

کدھر گیا وہ زمانہ عجب زمانہ تھا

و یا عجباہ ایک یہ آج کا دور ہے، اس میں عوام کی کیا شکایت۔ رونا تو ان خواص کی غفلتوں اور لاپرواہیوں پر آتا ہے کہ باوجود ادعائے علم آداب و مستحبات درکنار فرائض

واجبات سے ناواقف نظر آتے ہیں اور جانتے ہیں تو ان پر عمل نہیں کرتے تاکہ عوام کو ان پر اعتماد ہو۔ وضو و غسل و نماز یا دیگر عبادات کی ادائیگی و بجا آوری میں جہاں عوام بیچارے غفلت کے مارے بے احتیاطیوں کا شکار ہیں، وہیں بہت سے عالم و مفتی کہلانے والے بھی لاپرواہیوں، تن آسانیوں میں گرفتار ہیں۔ مثلاً یہ تو عام بلا ہے کہ منہ دھونے میں پانی ماتھے کے حصّہ زیریں یا بھوؤں پر ڈالتے اور پھر اوپر بھیکھا ماتھ چڑھا کر لے جاتے ہیں تو یہ تو بالائی حصّے کا مسح ہوا، دھو، کب ہوا اور فرض دھونا تھا۔ تو وضو نہ ہوا اور اس وضو سے نماز ادا کی گئی، تو اکارت گئی، محنت برباد ہوئی۔ یہ سمجھتے ہیں ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہاں بے نمازوں کے دفتر میں ان کے نام چڑھتے ہیں۔ یوہیں سجدے میں فرض ہے کہ کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہوا اور ہر پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے، یونہی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا واجب ہے۔ اب دیکھ لیجیے بہتروں کی تو ناک زمین پر لگتی ہی نہیں اور لگی تو وہی ناک کی نوک اور یہ ترک واجب ہوا جو گناہ ہے اور عادت کے سبب فسق، پاؤں کو دیکھئے، انگلیوں کے سرے زمین پر ہوتے ہیں، کسی انگلی کا پیٹ بچھا نہیں ہوتا، تو سجدہ باطل، نماز باطل اور ایسے نمازی وہی بے نمازی کے بے نمازی۔

اکثر ائمہ مساجد کو انہیں لاپرواہیوں میں گرفتار اور بے احتیاطیوں کا شکار پایا اور لطف یہ کہ توجیہ دلائیے تو تسلیم نہیں کرتے۔ سمجھائیے، تو باز نہیں آتے۔ اس ضد اور ناحق پسندی کے باعث اپنی نمازیں تو برباد ہوتی ہی ہیں، ساتھ میں بے چارے مقتدی بھی بے نمازوں کے دفتر میں لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ آمین۔ بہر حال انہی ضرورتوں کے ماتحت اس رسالے کی ترتیب ظہور میں آئی اور کچھ بے بصارت کے قلم کو احباب نے یہ جرات دلائی کہ بتوفیقہ تعالیٰ برادران اسلام کے لیے یہ مختصر رسالہ میں نے مرتب کر لیا، الحمد للہ رب العالمین۔ فقیر قادری نے اس کی ترتیب میں ان امور کا خاص

لحاظ رکھا کہ :

۱- زبان سلیس اور عام فہم رکھی تاکہ معمولی اُردو خواں سمجھ سکے۔

۲- ہر مسئلہ مستند اور معتمد علیہ کتابوں سے نہایت صحیح صاف اور روشن نقل کیا کہ سمجھنے

میں دقت نہ پڑے۔

۳- تقریر مسائل میں استاذی و استاذالاساتذہ حضرت صدر الشریعہ مولانا مولوی

ابوالعلا محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی سنی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لاجواب و شہرہ آفاق

تصنیف "بہار شریعت" اور فتاویٰ رضویہ شریف سے اور تنبیہات و بیان فوائد وغیرہا

میں دیگر رسائل اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بھی اکثر و بیشتر مقامات پر مدد لی، بلکہ عبارتیں

کی عبارتیں نقل کر دیں۔

۴- بہت سے مقامات پر احیاء العلوم (امام غزالی) اور حجتہ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ)

سے مباحث اخذ کیے۔ اگر ناظرین کو کسی مسئلہ میں شک ہو تو کتب مذکورہ کی طرف رجوع

ہوں یا اس بیچمدان ویب سائٹ کو مطلع فرمائیں۔

۵- جا بجا نفیس فائدے، مفید حاشیے اور نفع بخش نکتے لکھے کہ اہل ایمان

ستفید ہوں۔

وحسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر

سگ بارگاہ محمدی العبد محمد خلیل خان قادری

البرکاتی المارہروی عفی عنہ، حیدرآباد، (سندھ پاکستان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

حمد و نعت

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنَا وَالْوُجُودُ بِسَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَجَعَلَ
 الْأُيَمَّةَ وَالْعُلَمَاءَ فَحَجَّةً لِلْإِهْتِدَاءِ فَالْتَمَسْتُكَ بِهِمْ
 مُتَمَسِّكٌ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَالصَّلَاةُ وَعَلَى نَبِيِّهِ الْمُصْطَفَى
 وَأَهْلِهِ الْمُحِبِّينَ وَأَصْحَابِهِ ذَوِي الْمَجْدِ وَالْإِهْتِدَاءِ وَ
 عَلَيْنَا بِهِمْ يَا خَالِقَ كُلِّ الْوَرَى ط

میرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ

خدا در انتظارِ حمد ما نیست
 محمد چشمِ بر او ثنا نیست

خدا مدحِ آفرینِ مصطفیٰ بس
 محمد حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد
 بہ بیٹے ہم قناعت می توان کرد

محمد از تو می خواہم خدا را
 الہی از حقِ مصطفیٰ را

ایمان

مسلمان پر جس طرح لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ماننا، اللہ سبحانہ، و تعالیٰ کو اَحَدٌ صَمَدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ جاننا، فرضِ اول و مدارِ ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (اس جیسا کوئی نہیں) نہ اسماء میں کہ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو) نہ افعال میں کہ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ (کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے) نہ احکام میں کہ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا) نہ سلطنت میں کہ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ (اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں) غرضیکہ وہ بے ہمتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ بے پرواہ ہے، کسی کا محتاج نہیں وہ قدیر ہے اور ہر ممکن پر قادر۔ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ وہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے، کسی عیب و نقصان کو اس کی ذات و صفات سے کوئی تعلق نہیں۔ مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے، کسی کو اس پر قابو نہیں اور کوئی اسے اس کے ارادے سے روکنے والا نہیں۔

لہ اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے، جیسے علیم حکیم حلیم کریم سمیع بصیر اور اس جیسے اور تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنی شرکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں، کیونکہ قدیم کی صفات مخالف صفات حادث ہیں، تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں، یونہی اس کی صفات بھی صفات مخلوق کے مشابہ نہیں۔ یہ سب مذہب اہل حق اہل سنت و جماعت ہے۔ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ (الدولة المکتیہ)

حیات، قدرت، سننا، دیکھنا، کلام، علم، ارادہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں، مگر کان، آنکھ، زبان سے اس کا سننا اور کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں اور وہ اجسام سے پاک۔

وہی ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنی حکمت بالغہ سے عالم اسباب میں مستببات کو اسباب سے ربط فرما دیا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ وہ چاہے تو آنکھ سنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ پیاس بجھائے۔ نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سوچھے۔ کروڑ آگیں ہو ایک تنکے پر داغ نہ آئے۔ کس تہر کی آگ تھی جس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافروں نے ڈالا۔ ارشاد ہوا یا نَادُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ ط اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر۔ اس ارشاد کو سن کر رُوئے زمین پر جتنی آگیں تھیں، سب ٹھنڈی ہو گئیں کہ شاید مجھی سے فرمایا جاتا ہو اور یہ تو ایسی ٹھنڈی ہوتی کہ علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ وَسَلَّمًا کا لفظ نہ فرما دیا جاتا، تو اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ اس کی ٹھنڈک اینڈی تبتی۔ غرض اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے، وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے اس تک عقل رسا نہیں ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و دہم
 وز ہر چہ خواندہ ایم و شنیدیم و گفتہ ایم
 دفتر تمام گشت بہ پایاں رسید عمر
 ماہم چنین در اول وصف تو ماندہ ایم
 ہاں تو جس طرح مسلمان پر اللہ تبارک تعالیٰ کو احد صمد لا شریک لہ، جاننا فرض اول
 و مدار ایمان ہے، یوں ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ

و بارک وسلم کو جمیع مخلوقات یہاں تک کہ ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین سے افضل
جاننا کہ حضور اپنے رب کے کرم سے اپنے نفس ذات میں کامل و اکمل اور اپنے جمیع صفات
کمالیہ میں تمام عالم سے منفرد و بے مثال ہیں۔ فرض اجل و جزاء یقین ہے، قصیدہ
برودہ شریف میں فرمایا:

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكَ فِي مَحَاسِنِهَا
فَجَوْهَرُ الْمُحْسِنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ

خلاصہ اعتقاد شان رسالت میں یہ ہے کہ مرتبہ وجود میں صرف اللہ عزوجل ہے
باقی سب ظلال، اور مرتبہ ایجاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس
و پرتو۔

توحید میں دو ہیں ایک توحید الہی کہ اللہ ایک ہے کسی بات میں اس کا کوئی
شریک نہیں، نہ ذات و صفات میں نہ انعال و احکام میں۔ اور دوسری توحید رسول کہ
حضور اپنے جمیع صفات کمالیہ میں بے مثل و متمنع النظیر ہیں، محال ہے کہ کوئی حضور کا
مثل ہو۔

خلاصہ ایمان یہ ہے جو محقق دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
گو اورا خدا بہر حفظ شرع و پاس دیں
دگر بہر وصف کش می خواہی اندر مدحش ملاکن
اور ان سے پہلے حضرت امام بو صیری قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں

دُعَا مَا دَعَتْهُ النَّصَارَى فِي نَبِيِّهِمْ
وَ احْكُم بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيهِ وَ احْتَكِمِ
فَانْسُبْ اِلَى ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَ اَلْسُبْ اِلَى قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عَظَمِ

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ
فَيَعْرَبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَهْمٍ

اتنی بات تو چھوڑ دے جو نصرائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں ادا کیا (یعنی
خدا اور خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ کر باقی حضور کی مدح میں جو کچھ تیرے جی میں آئے کہہ اور
مضبوطی سے حکم لگا، تو ان کی ذات پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر اور ان کے
مرتبہ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثابت کر، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے فضل کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ بیان کرنے والا کیسا ہی گویا ہو، اسے بیان کر سکے۔
بفرض مجال اگر عالم ناسوت میں کوئی صورت الوہیت فرض کی جاتی، تو وہ نہ ہوتی،
مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں، باقی تمام کمالات تحت قدرت
الہی ہیں، تو الوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات جتنی نعمتیں، جس قدر برکات
ہیں، مولیٰ عزوجل نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

اور جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقادِ عظمت، جزو
ایمان و رکن ایمان ہے، یونہی فعل تعظیم بعد ایمان ہر فرض سے مقدم ہے اور حضور کی تعظیم
و توقیر جس طرح اس وقت تھی کہ حضور اس عالم میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف
فرماتے، اب بھی اسی طرح فرضِ اعظم ہے۔

اسی پر مدارِ نجات و مدارِ قبولِ اعمال ہے

لَا يُسْكِنُ الشَّيْءُ كَمَا كَانَ حَقَّهُ،

بعد از خدا بزرگ تونی قصتہ مختصر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان

حضور کے تصرف میں دیا گیا۔ تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے صلاوتِ سنت سے محروم ہے۔ تمام زمین اُس کی ملک ہے، تمام جنت اُن کی جاگیر ہے ملکوت السموات والارض انہیں کے زیر فرمان، بادشاہانِ دہرا انہیں کے نظرِ عنایت کے محتاج، خسروانِ عالم انہیں کی بارگاہِ عرشِ اشتباہ کے نیازمند جو سر ہے اُن کی طرف جھکا ہوا جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا، مولائے جانی فرماتے ہیں

ازودر ہر تنے ذوقے ، وزودر ہر دلے شوقے

وزو بر ہر زباں ذکرے ، وزو در ہر سرے سودا

دینے والے نے انہیں زمین کی کنجیاں، آسمان کی کنجیاں، دُنیا کی کنجیاں، آخرت کی کنجیاں، فتح کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں، غرض سارے خزانوں کی کنجیاں دے کر انہیں اجازت دی کہ جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں چھین لیں۔

مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں ہے

إِذَا دَامَ أَمْرًا لَا يَكُونُ خِلَافَهُ وَلَيْسَ لِيذَلِكَ الْأَمْرِ فِي الْكُونِ صَارِفٌ

کہ حضور جب کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے، اس کا خلاف نہیں ہوتا اور حضور کے چاہے کا جہان میں کوئی پھیرنے والا نہیں اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ ان کا حکم حکمِ الہی ہے اور حکمِ الہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا لَإِذَا دَا بَقَضَائِهِ وَلَا مُعَقَّبٌ لِحُكْمِهِ یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

محبت اس جناب کی عین ایمان بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ ایمان کی بھی جان ہے

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سائیں انسان انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَبَدًا أَبَدًا

عبادات و معاملات

قرآن کریم کی تعلیمات کا اگر لغور مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل اسلام پر دو قسم کی عبادتیں فرض کی ہیں؛

۱۔ وہ عبادتیں جن کا تعلق جوارح (ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا جن سے کام کیا جاتا ہے) سے ہے۔

۲۔ وہ عبادتیں جن کا قلب سے تعلق ہے۔ ان عبادتوں کے احکام و اقسام علم سلوک میں بیان کیے جاتے ہیں اور قسم اول سے فقہ بحث کرتا ہے۔

پھر جن عبادات کا ظاہر بدن سے تعلق ہے، دو قسم پر ہیں؛

۱۔ یا وہ معاملہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے، بندوں کے باہمی کسی کام کا بناؤ بگاڑ نہیں، بلکہ اس سے مقصود محض عبادتِ معبود ہے۔ اس قسم کے اعمال کو اصطلاح شرح میں عبادات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ کہ بندوں کے باہمی تعلقات کی اصلاح مد نظر ہے جیسے نکاح خریج، فروخت وغیرہ، زبان شرع میں ان اعمال کو معاملات کہا جاتا ہے۔ ان معاملات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کسی کا تعلق تمدن خانگی و شہری زندگی سے ہے، کسی کا سیاست یعنی ملکی انتظام سے کسی کا جہاد و قتال اور عرب و جدال سے۔ پھر جس طرح عبادات پر عقائد مقدم ہیں کہ جب تک عقیدے درست نہ ہوں گے، اس وقت تک کسی عمل و عبادات کا اعتبار نہیں، بلکہ سورۃ الحمد شریف میں ذات و صفات باری تعالیٰ کے ذکر کے بعد اِیَّاكَ لَعْبُدُ فرماتا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اس طرف بھی اشارہ فرماتا ہے کہ اعتقاد عمل پر مقدم ہے اور عبادت کی مقبولیت

عتیڈوں کی صحت پر موقوف ہے۔ یونہی اعمال میں پہلے عبادتِ الہی ہے، پھر دنیاوی معاملات۔ عبادتِ الہی کی بجائے اورمی میں غفلت اور دنیاوی معاملات کی طرف رغبت و سبقت انسان کے لیے سخت محرومی اور دنیا و آخرت کی نعمتوں اور برکتوں سے دوری کی موجب ہے۔ مولا عزوجل ہم مسلمانوں کو اپنی عبادت کا ذوق و شوق عطا فرماتے، آمین۔ بجاہ حبیبہ النبی الامتی
الامین علی الصلوٰۃ والتسلیم۔ قسم اول یعنی عبادات چار ہیں :

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

اور کلمہ شہادت یعنی تصدیق و اقرار توحید و رسالت کے بعد ان چار پر اسلام کی بنیاد ہے، لیکن ان سب میں اہم و اعظم نماز ہے اور یہ عبادت اللہ عزوجل کو بہت محبوب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)
اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِمَّنْ تَزْمِرُ مِلَّةَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

لہ اس پر آشوب زمانہ میں کہ گندم نما جو فروش بکثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ تمام عالم کہلاتے ہیں اور حقیقتاً اسلام سے ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ عام ناواقف مسلمان ان کے دام تزویر میں آکر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اس لیے سخت ضرورت ہے کہ ہم علماء اہل سنت کی وہ کتابیں ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھیں جن میں گمراہوں کی کجروی کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ یہ فقیر اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتب و رسائل اور اپنے استاذ مکرم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ رب البریہ کی بہترین تصنیف "بہار شریعت" کا نام سب سے پہلے پیش کرتا ہے۔ - ۱۲ منہ

لہ عبادت میں اگرچہ بظاہر کوئی دنیاوی منفعت نظر نہیں آتی اور معاملات میں ضرور دنیاوی فائدے موجود ہیں، بلکہ یہی پہلو غالب ہے، مگر عبادتِ دنیاوی فوائد کی بھی مشمر ہیں اور معاملاتِ آخروی ثواب کی بھی موجب کہ اگر معاملات بھی خدا و رسول کے حکم کے موافق کیے جائیں، تو استحقاقِ ثواب لاتے ہیں اور عبادت میں شمار ہوتے ہیں، ورنہ گناہ ہیں اور سببِ عذاب۔ - ۱۲ منہ

”چند ضروری اصطلاحات“

۱۔ فرض اعتقادی : وہ مسئلہ یا حکم شرعی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، یعنی ایسی دلیل سے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

اس کا انکار کرنے والا ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور اگر یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو کہ اس کی فرضیت دین اسلام کا عام خاص پر روشن واضح مسئلہ ہو تو اس کے منکر کے کفر پر اجماع قطعی ہے، ایسا کہ جو اس منکر کے کفر میں شک کرے، خود کافر ہے اور جو کسی فرض اعتقادی کو بلا عذر صحیح شرعی قصداً ایک بار بھی چھوڑ دے، وہ فاسق و مرتکب کبیرہ ہے اور عذاب دوزخ کا مستحق۔

۲۔ فرض عملی : وہ جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو، مگر بے اس کے لیے آدمی ربی الذمہ نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت میں فرض ہو تو وہ عبادت بے اس کے باطل محض و کالعدم ہوگی، اس کا بے وجہ بلا دلیل شرعی انکار فسق و گمراہی ہے۔

لہ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علماء میں شمار نہ کیے جاتے ہوں، مگر علماء کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور علمی مسائل سے ذوق رکھتے ہوں۔ ذوق کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے ناواقف ہونا اس دینی ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا (بہار شریعت فتاویٰ رضویہ) لہ ہاں اگر کوئی شخص کہ دلائل شرعیہ میں نظر کا اہل ہے، دلیل شرعی سے اس کا انکار کرے تو کر سکتا ہے جیسے ائمہ مجتہدین کے اختلافات کہ ایک امام کسی چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے نہیں، مثلاً حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا۔ حنفیہ کے نزدیک وضو میں بسم اللہ کہنا اور نیت سنت ہے اور حنبلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض۔ اس فرض عملی میں شخص کسی کی پیروی کرے جس کا مقلد ہے اپنے امام کے خلاف بلا ضرورت شرعی دوسرے کی پیروی جانتے نہیں (بہار شریعت) ۱۲

۳۔ فرض عین ؛ وہ فرض کہ بر شخص اس کی ادا میں مستقل ہو۔ ہر ایک پر بلا شرکت
غیر اسے بجالانا شرعاً مطلوب ہے جیسے نماز روزہ۔

۴۔ فرض کفایہ ؛ وہ حکم شرعی کہ جن پر فرض ہے اگر ان میں کچھ لوگ ادا کر لیں اور کچھ
ادانہ کریں تو سب بری الذمہ ہو گئے اور علم کے باوجود کوئی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے
جیسے نماز جنازہ۔

۵۔ واجب اعتقادی ؛ وہ کہ دلیل ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو۔ فرض
و واجب عملی اسی کی دو قسمیں ہیں اور وہ انہیں دو میں منحصر ہے۔

۶۔ واجب عملی ؛ وہ کہ بے اس کے کیے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو، مگر غالب
ظن اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو عبادت بے اس
کے ناقص رہے، مگر ادا ہو جائے۔ مجتہد دلیل شرعی سے واجب کا انکار کر سکتا ہے اور کسی
واجب کا ایک بار بھی قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ ہے اور چند بار ترک کرنا گناہ کبیرہ۔

۷۔ سنت مؤکدہ ؛ وہ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو،
البتہ بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی فرما دیا ہو۔ سنت مؤکدہ کا بجالانا ثواب اور باعث
ازدیاد رحمت و برکت و موجب قرب الہی ہے اور ترک ایک آدھ بار ہو تو گناہ نہیں ہاں برا
اور باعث عتاب ہے، البتہ ترک کی عادت کرے، تو گناہ ہے۔

۸۔ سنت غیر مؤکدہ ؛ وہ کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہے کہ اس کا ترک اسے
ناپسند ہے، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے، اس کا کرنا بھی ثواب ہے اور
نہ کرنا اگرچہ بطور عادت ہو، موجب عتاب نہیں۔

فائدہ ۱ ؛ بعض ائمہ نے فرمایا کہ جو شخص سنت مؤکدہ کے ترک کی عادت کرے

وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گناہ گار ہے۔ اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔
تلویح میں ہے کہ اس کا ترک قریب حرام کے ہے، اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ شفاعت

سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری سنت کو ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔ (بہارِ شریعت)

فائدہ ۵ : ۲۔ سنن موکدہ کو اس پر شریعت میں تاکید آئی، سنن الہدیٰ بھی کہتے ہیں اور سنتِ غیر موکدہ کو کہ اس پر شریعت میں تاکید نہیں آئی۔ سنن الزوائد بھی کہتے ہیں اور کبھی اسے مستحب و مندوب بھی کہتے ہیں۔

۹۔ مستحب : وہ یہ کہ نظر شرع میں پسند ہو، مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو۔ خواہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دلائی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا۔ اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ اس کا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنے پر کچھ نہیں۔

۱۰۔ مباح : وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو، یعنی کرے، تو ثواب کا مستحق نہیں۔ نہ کرے، تو کچھ عذاب نہیں۔

۱۱۔ حرام قطعی : وہ جس کی ممانعت یقینی اور قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ یہ فرض کا مقابل ہے، اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ و فسق ہے اور بچپا فرض و ثواب۔

۱۲۔ مکروہ تحریمی : وہ جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو، یہ واجب کا مقابل ہے، اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور اس کے کرنے والا گناہ کا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

۱۳۔ اسامات : جس کا کرنا بُرا ہو اور ایک آدھ بار کرنے والا مستحق عتاب ہے اور اس کی عادت پر استحقاق عذاب وارد ہے۔ یہ سنتِ موکدہ کے مقابل ہے۔

۱۴۔ مکروہ تنزیہی : جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے۔ یہ سنتِ غیر موکدہ کے مقابل ہے۔

۱۵۔ خلافِ اولیٰ : وہ نہ کرنا بہتر تھا۔ کیا تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

۱۶۔ مفسد ؛ وہ عمل جو عبادتِ مشروع کو ناسد کر دے، اس کا ارتکاب اگر قصداً ہو تو موجب عذاب ہے۔

۱۷۔ ادا ؛ جس چیز کا بندوں کو حکم ہے، اسے وقتِ مقررہ میں بجالانا۔

۱۸۔ قضا ؛ حکمِ شرعی کو وقتِ مقررہ کے بعد عمل میں لانا۔

۱۹۔ اعادہ ؛ کسی حکمِ شرعی کے بجالانے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے، تو خرابی

دور کرنے کے لیے دوبارہ عمل میں لانا۔

۲۰۔ عزیمت ؛ وہ حکمِ اصلی جس کا بندہ مکلف ہے۔

۲۱۔ مخصصت ؛ وہ حکم جو ضرورتِ بشری کے ماتحت بدل کر آسان کر دیا جائے۔

(بہارِ شریعت دفتاویٰ رضویہ وغیرہ)

قابلِ حفظ فائدے

۱۔ مستحب سنت کی تکمیل ہے، سنت واجب کی، واجب فرض کی اور فرض ایمان کی۔

۲۔ مکروہ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔

۳۔ فقہا بار بار کراہت مطلق بولتے اور اس سے خاص مکروہ، تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں کو مراد لیتے ہیں، مگر اصل یہی ہے کہ مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے جب تک کہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو، مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جسے یہاں مکروہ کہا، مکروہ تحریمی نہیں، یا جو افعال یہاں کیے، ان میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں۔

۴۔ ائمہ متقدمین کبھی حرام کو بھی مکروہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۵۔ ترک واجب پر اسامیہ کا اطلاق بھی کلام علماء میں واقع ہے۔

۶۔ مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہے۔

۷۔ جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے اور اماموں کے مذہب کی

رعایت مستحب ہے۔

(افاداتِ رضویہ)



اُبرو بادومہ و خورشید و فلک کا کاراند
تاتو تانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر گشتہ و سرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہری

(حضرت شیخ سعدی علیہ التوحید)



عبد و عبادت

یا

بندہ اور بندگی،

یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین
من قبلكم لعلکم تتقون ط الذی جعل لکم الارض فراشا
والسمااء بناء (الایہ)

”اے انسانو! عبادت اختیار کرو، اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں

پیدا کیا اور تم سے قبل والوں کو بھی اس امید پر کہ تم پر ہمیزگار بن جاؤ۔“

یعنی ————— زمین و آسمان انسان کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ انسان زمین و

آسمان کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے۔ مقصود و مطلوب انسان ہے اور زمین و آسمان دونوں

باذن الہی اسی خلیفۃ اللہ کے خادم ہیں۔ کائنات میں جو کچھ ہے یا جو کچھ ہو رہا ہے، یہ تمام تر

قادر مطلق ہی کی کار فرمائی کا ثمرہ ہے، اسی کی قوت، اسی کی قدرت نے اس کائنات کو زمین

و آسمان کی مصنوعات کو اسی انسان کی خدمت پر مامور فرمایا ہے۔ یہ خادم ہیں وہ مخدوم

یہ مطیع ہیں وہ مطاع و مقصود۔ غرض یہ جو کچھ ہے، وہ انسان ہی کے لیے ہے۔

اور جب سب کچھ انسان کے لیے ہے، تو انسان کس کے لیے ہے؟ وَمَا

خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ط یہ آیت کریمہ اور حدیث نبوی کا وہ ٹکڑا

بھی جو منبر سے خطیب کی زبان سے سنایا جاتا ہے کہ: إِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ

وَإِنَّكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَةِ ط دُنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم پیدا کئے

گئے ہو آخرت کے لیے۔“

اسی مفہوم کا ترجمان ہے کہ سب کچھ انسان کے لیے ہے اور انسان خدا کے لیے اور خلیفۃ اللہ کی بے شک یہی شان ہونی چاہیے، مگر یہ سب کچھ محقق ہوتے ہوئے، اصل کو چھوڑنا اور شاخوں سے لٹکنا، خدا سے غافل رہنا اور خدائی سے دل لگانا، صانع کو بھول جانا، مصنوعات میں جی بہلانا، باقی سے منہ موڑنا، فانی سے تعلق جوڑنا کہاں کی عقلمندی اور دانائی ہے۔

نہیں نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر نادانی اور نا سمجھی کی بات اور ہوگی بھی کیا؟
مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

آں کہ غافل بود از کشت بہار

اُوچہ داند قیمت این روزگار

جو بہار زندگی سے غافل رہا (یعنی زندگی میں یادِ حق نہ کی، وہ بھلا زمانے کی قدر و قیمت کیا جانے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو

از مسکافاتِ عمل غافل مشو،

گیہوں سے گیہوں اُگتے ہیں اور جو سے جو، اپنے اعمال کی جزا سے غافل

مت ہو۔

زندگی آمد برائے بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

زندگی عبادتِ الہی کے لیے ہے اور بے عبادت زندگی باعش

شرمندگی ہے۔

مُسلِمَانُوا!

اللہ عزوجل نے انسان کو جامع صفات ملکی و بہیمی و شیطانی بنایا ہے، یعنی انسان میں بعض خصائل محمودہ ہیں اور بعض ذمائم مذمومہ۔ کچھ عادتیں اس میں وہ ہیں جو آدمی کو درجہ سعادت پر پہنچاتی اور عالی مرتبت عظیم منزلت بناتی ہیں اور کچھ وہ خصلتیں ہیں جو انسان کو تباہی و ہلاکت کی جانب لے جاتی ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بناتی ہیں جسے وہ ہدایت فرمائے۔ صفات ملکی ظہور کرتے ہیں اور انسان فرشتہ سیرت بن جاتا ہے، بلکہ یہی صفات اسے ملائکہ سے افضل کر دیتے ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے :

عَبْدِي الْمُؤْمِنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِي ط

”مسلمان بندہ مجھے اپنے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔“

شریعت ایسے لوگوں کا شعار ہوتی ہے اور تقویٰ ان کا وثار کہ :

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ط

(وہ کسی امر میں خدا کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ وہی کرتے ہیں جس پر وہ مامور ہیں)

تواضع و فروتنی ان کی شانِ جبلی یا فطرت بن جاتی ہے، وہ تکبر و تعلیٰ سے پرہیز۔

علم و علمائے محبت اور جہل و جہلا سے نفرت کرتے ہیں۔ رضائے الہی کے طالب اور

مولیٰ کی ناراضی و غضب سے دُور و نفور رہتے ہیں اور جس نے صفات بہیمی کی طرف رجوع

کی بہائم دار، لیل و نہار، ہوا و ہوس و شہوات کا خادم خوار اور نفس و فکر خواہشات کا امیر

و گرفتار رہتا ہے۔ نفس خواہشات اس پر غالب آجاتے ہیں اور یہ ہوس و شہوات کا مرید

بلکہ ان سے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کا نتیجہ بدبختی اور محرومی کے سوا اور کچھ

نہیں نکلتا۔

أُولَئِكَ كَالْأَلْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

”یہ لوگ چوپایوں کی مانند، بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں“

اور جس پر صفاتِ شیطانیہ غالب آئیں۔ ترفع و تکبر، خودنمائی اور خودسری اُس کا دین و آئین ہوتا ہے اور دین و ملت کا استہزار و تمسخر اس کا ایمان۔

ابنِ وَاسْتَكْبَرُ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ وَ بِاللَّهِ وَ آيَاتِهِ وَ رَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ
 (اس نے حکمِ خداوندی سے انکار کیا، خود کو بڑا جانا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کافروں میں ٹھہرا، تو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسولوں کا استہزار کرتے ہو)

ایسے لوگ ہر وقت طلب و جاہ و شہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالیں جس سے آسمان تکبر پر ٹوپی اُچھالیے، دُور دُور نام مشہور ہو، خاص عام میں ذکر مذکور ہو، اپنا گروہ الگ بنائیں، وہ ہمارا غلام ہم اس کے امام کہلائیں، پھر ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتی ہے، وہ اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلِيٌّ بولتے اور دعویٰ خدائی کی دُکان کھولتے ہیں جیسے گزرے ہوؤں میں فرعون و نمرود اور آنے والوں میں وہ مسیح خرنشین یعنی دجال لعین اور جو ان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں، کذاب یمامہ اور کذاب ثقیف وغیرہم کی طرح ادعائے نبوت و رسالت پر تھکتے ہیں اور اس سے بھی کمتر ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے، کوئی غوثِ زماں، کوئی مجتہدِ وقت، کوئی چین و چناں، پھر یہ سرزمین جس میں مدتوں سے اسلام بے سردار ہے اور دین و ملت بے یار، نفسِ آمارہ کی آزادیاں، کھلے بندوں رہنے کی شادیاں یہاں رنگ نہ لائیں، تو کہاں۔ ہزاروں مجتہد سینکڑوں ریفارمر، مقنن تہذیب مشرعانِ نیچر کتنے ہی مہدی، کتنے ہی مذہبِ حشرات الارض کی طرح سے زمین سے نکل پڑے اور خدا کی شانِ یٰهُدٰی مِّنْ يَّشَاءُ وَيُضِلُّ مِّنْ يَّشَاءُ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہی میں چھوڑ دے، جو کوئی کیسے ہی کھلے باطل، صاف صریح جھوٹ کا نشان باندھ کر آگے بڑھا کر کچھ عقل کے اندھے قسمت کے اندھے اس کے پیچھے ہو لیے

آخر یہی آدمی تھے جو فرعون کو سجدہ کرتے تھے، یہی آدمی ہوں گے جو دجال کا ساتھ دیں گے۔
 لیکن یہ سب کچھ کیوں ہے، اس لیے کہ شہوات و خواہشات ان پر غالب آگئے۔ ابلیس لعین ان
 پر غالب آگئے، ابلیس لعین ان پر مسلط ہو گیا۔ وزد جہیم نے انہیں راہ مولیٰ سے ہٹا دیا۔ ذکر
 الہی کو انہوں نے بھلایا، تو شیطان ملعون نے ان پر قبضہ جمایا۔ میں نہیں کہتا، قرآن کریم
 ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِصْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ
 (اور جسے زند آئے رحمن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی ہے)
 اور فرماتا ہے: وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ لَأَلِيبَ (اور جس نے میری یاد سے منہ پھیر
 لیا اور میری ہدایت روگردانی کی تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے) دنیا میں قبریں اور دین میں
 اور فرماتا ہے رَبِّ عَزَّ وَجَلَّ: أَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ (الایہ)
 (کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا اپنی خواہش نفس
 کا مطیع ہو گیا اور اسے لوجہ لگا، کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ ہدایت قبول کر کے سعادت ابدی سے محروم ہو سکتا ہے)
 مقصود کلام یہ کہ ہدایت کا اتباع اور بندگی معبود حقیقی ذکر کرنے سے انسان بد عمل
 اور حرام میں مبتلا ہو کر قناعت و سعادت اخروی سے محروم و نامراد رہ جاتا ہے۔ اب
 مال و اسباب کی کثرت، سامان عیش کی فراوانی، اسباب معیشت کی زیادتی کے باوجود
 بھی اسے فراغ خاطر، دل جمعی اور سکون قلب میسر نہیں آتا۔
 ایسے حلیوں و متبع شہوات کا دل ہر چیز کی طلب میں سرگرداں و آوارہ رہتا ہے
 اور اسی غم و ملال میں گھٹ کر رہ جاتا ہے کہ یہ نہیں اور وہ نہیں اور عبد مومن "بندہ
 فرماں بردار کی طرح اسے سکون زندگی نصیب نہیں ہوتا، نیکی کی راہیں بند ہو جانا
 دنیا و آخرت میں خسروان و ہلاکت لاتا ہے۔ یہاں اور وہاں آدمی کے لیے ہلاکت
 و بدبختی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

شکرِ احسانات و شکرِ العامت

یا اللعجب اگر کوئی شخص چائے کی پیالی آپ کو پلائے یا پان کی ایک گلوڑی آپ کی سمت بڑھائے، تو شکر یہ کہے لیے زبان کھولنا ضروری، آداب کی خاطر سروابر و یا چشم کو حرکت میں لانا لابدی۔ شکر یہ ادا نہ کریں، تو بد تہذیب کہلاتیں، احسان نہ مانیں تو بد تمیزوں میں گنے جائیں۔ شکر یہ ادا کرتے زبان سوکھ جائے تو جان میں جان آئے۔ ایسے ذلیل احسانات کا اعتراف کرتے رقت گزے، تو جان اماں پائے، ورنہ ہمہ سروں میں عزت گئی، تو برابر والوں کی نظروں سے وقعت گری۔ غرض محسن کا احسان ماننا، احسان کرنے والے کو شفیق و مہربان جاننا، رات دن کا مشاہدہ اور شب و روز کا تجربہ ہے۔

تو وہ جس کی نعمتیں بے شمار ہیں جس کے احسانات بیروں از شمار جس کی نوازشیں

بے عدو بے حساب جس کی رحمتیں بے مثال دلاجواب - وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ
لَا تُحْصَوْنَهَا ط

ارے غافل اپنے سر سے پاؤں تک نظر غور کر۔ ایک ایک روئیں میں ہر وقت ہر آن کتنی کتنی ہزاروں ہزاروں نعمتیں ہیں، تو سوتا ہے اور اس کے معصوم بندے تیری حفاظت کو پہرہ دے رہے ہیں، تو غفلت کی چادر تانے خوابِ خرگوش میں مدہوش ہے اور اس کی نوازشوں کی بارش کا تیری طرف جوش ہے، تو گناہ کر رہا ہے اور سر سے پاؤں تک صحت، عافیت، بلاؤں سے محافظت، کھانے کا سہنم، فضلات کا دفع، خون کی روانی، اعضاء میں طاقت، آنکھوں میں روشنی، غرض تیرے لاتعداد جرموں اور غیر محصور خطاؤں کے باوجود اس کا بے حساب کرم، تو جرم کرتا ہے، وہ جرموں پر پردہ ڈالتا ہے، تو نافرمانیاں کرتا ہے اور وہ تیری مغفرت فرماتا ہے، تو آگ میں گرنا چاہتا ہے، اور وہ تجھے بچاتا ہے، بے شمار رحمتیں، لاتعداد برکتیں، بے مانگے بے چاہے ہر آن ہر گھڑی

تیری طرف اتر رہی ہیں، لیکن تجھے ہوش نہیں۔

ہاں ہاں ماں باپ کو اپنی اولاد سے استاد کو اپنے شاگرد سے مالک کو اپنے خادم سے، بادشاہ کو اپنی رعیت سے حاکم کو محکوم سے، بھائی کو بہن سے اور بہن سے بھائی کو، شوہر سے بیوی اور بیوی سے شوہر کو جو محبت ہوتی ہے، وہ کسے معلوم نہیں، وہ کون ہے جس کو اس کا علم نہیں۔ فرزانوں کے متعلق کلام ہے، دیوالوں سے روئے سخن نہیں ہے

اگر باپ در جنگ جوید کسے	پدر بے گماں خشم گیر دے
وگر خویش راضی نباشد ز خویش	چو بیگانگانش براند ز پیش
وگر بندہ چابک نہ آید بکار	عزیزش نہ دار و خداوند گار
وگر بر رفیقتاں نہ باشد شفیع	بفرسنگ بگریزد از وے رفیق
وگر ترک خدمت کند لشکری	شود شاہ لشکر کش از وی بری

اولاد جب ماں باپ کی نافرمانی پر تل پڑے، تو ماں باپ اس سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ عزیزوں اور قریبوں کا لحاظ و ادب نہیں رہتا ہے، تو بیگانوں کی طرح اس بے ادب کو اپنوں کی مجلسوں سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ غلام آقا کی، لشکری سردار کی فرماں برداری و اطاعت سے جی چراتا ہے، تو آقا و سپہ سالار اس سے اپنی توجہ اٹھالیتا ہے اور بے وفائی و بے مروتی کے عالم میں دوست دوست سے آنکھیں چراتا اور دامن بچاتا ہے۔ مسلمانو! مسلمانو! کہاں ہو کدھر دھیان ہے، وہ ذات برتر و بالا جس نے والدین کے دل میں، حاکم کے دل میں، آقا کے دل میں، استاد کے دل میں، شوہر کے دل میں، بیوی کے دل میں، بھائی کے دل میں، بہن کے دل میں، اولاد کی محکوم کی، خادم کی، شاگرد کی، بیوی کی، شوہر کی، بہن کی اور بھائی کی محبت ڈالی، وہ تم پر ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان نہیں، لا الہ الا اللہ سارے محبت کرنے والوں کی محبتوں کو مجموعی طور پر پر بے عزت و جل کی رحمت سے کوئی نسبت تصور میں آہی نہیں، سکتی جو نعمت جتنی اور جس قسم کی بھی

انسان کو ملی ہے اور ملتی ہے گی۔ سب اسی خلاق دو عالم کے فیض و عطا وجود و نوال کا ثمرہ ہوتی ہے۔ انسان کی اپنی کوئی چیز نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ رب العالمین ہے۔ موجودات کی کوئی صنف اس کے ہمہ گیر نظام ربوبیت و تربیت سے خارج نہیں۔ مخلوقات عالم کی ہر جنس بلکہ ہر نوع ہر فرد کے نظام تربیت کا آخری سر اسی قادر مطلق واحد و یکتا کے ہاتھ میں ہے۔ خلق کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشرو نما دیتے رہتا تاکہ وہ حد کمال تک پہنچ جائے، اسی کے دست قدرت میں ہے۔

وہ رحمن ہے، اُس کی شان کرم کا عموم، مومن و کافر سب کے لیے ہے، دنیا میں سب کو رونق دے رہا ہے۔ سب کو راحت پہنچا رہا ہے، نفع رسانی کا دروازہ سب کے لیے کھولے ہوئے ہے۔

ادیم زین سفرۃ عام اوست

چہ دشمن بریں خوان لیغما چہ دوست

وہ رحیم ہے، اس کی مرحمت و مغفرت کی خاص تجلیاں اہل ایمان کے لیے ہیں اور گو کہ اس صفت کا پورا ظہور آخرت میں ہوگا، مگر آج بھی روشن ہے کہ اس رحیم و کریم نے ہم گرتوں ہوؤں کو سنبھالا، اسلام و ایمان عطا فرما کر طبقات جہنم سے نکالا:

بَلِ اللّٰهِ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدَاكُمْ لِلْاِیْمَانِ ۗ

”بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی“

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِنْهَا

(اور تم دوزخ کے کنارے پر پھڑے تھے سو اس نے تمہیں اس سے بچالیا، (دین اسلام

اور شریعت اسلامیہ مرحمت فرما کر)

بلکہ اسلام و ایمان عطا فرما کر ہم مسلمانوں پر بفضلہ و کرمہ تعالیٰ اپنی نعمتیں تمام فرمادیں

اور اعلانِ عام فرمایا گیا کہ اے مسلمانو!
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ
 لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا.

(آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے
 اسلام کو بطور دین پسند فرمایا)

پھر اسلام کی تعلیمات کو عملی طور پر سمجھانے اور ہمارے ذہن نشین کرانے کے لیے
 اپنی رحمت و شفقت اور مغفرت کے ساتھ سرکارِ ابدِ قرار نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث
 فرمایا: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ (الایہ)

لے ذرا غور و تامل سے کام لیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے جملہ فرائض جو امت
 و عباد اللہ سے متعلق ہیں بکمال اعجاز اس آیت کریمہ میں آگئے، یَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ رسول کا پہلا کام اپنی
 امت کے سامنے تلاوتِ آیات ہوتا ہے، یعنی اللہ کا کلام پہنچانا، گویا رسول اللہ کی پہلی حیثیت "مبلغِ اعظم"
 کی ہوتی ہے۔

يَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ، رسول کا کام محض تبلیغ و پیام رسانی پر ختم نہیں ہو جاتا، اس کا کام کتابِ الہی
 کی تبلیغ کے بعد اس کی تعلیم کا بھی ہے۔ اس تعلیم کا بھی ہے۔ اس تعلیم کے اندر کتاب کی ترجمانی شرحِ تعظیم میں
 خصوصی، تخصیص میں عموم سب کچھ آگتی اور میں سے ان کی کج فہمیوں کی بھی تردید ہوگئی جو رسول کا منصب (معاذ اللہ)
 صرف ڈاکر یا قاصد کا سمجھے ہوتے ہیں۔ گویا رسول کی دوسری حیثیت معلمِ اعظم کی ہوتی۔ واللحکمۃ پھر
 رسول تعلیم محض کتاب ہی کی نہیں گئے، بلکہ حکمت و دانائی کی تلقین بھی امت کو کریں گے۔ احکام و مسائل،
 دین کے قاعدے اور آداب، عوام اور خواص سب کو سکھائیں گے اور خواص اسرار و رموز میں بھی فرمائیں گے
 گویا رسول کی تیسری حیثیت مرشدِ اعظم کی ہوتی۔ یزکیہم رسول کا کام محض الفاظ و احکام ظاہر کی تشریح تک
 محدود نہیں رہے گا، بلکہ وہ اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں کے اخلاص کے بھی فرائض انجام دیں گے۔ رسول کی یہ
 چوتھی حیثیت معلمِ اعظم کی ہوتی، اللهم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ - ۱۲

اور اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محض زبانی یادداشتوں اور روایتوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ باضابطہ اور مستند نوشتہ ایک صحیفہ مکتوب عنایت فرمایا، کتاب الہی ان پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید کا نزول ان پر ہوا جس کا ہر مضمون برحق اور ہر لفظ صدق ہے۔ اس کے اندر نہ کسی شک و تردد کا گزر ہے، نہ خلجان و اضطراب کا۔ یہاں تو جو کچھ ہے تسکین و اطمینان ہے علم و ایقان ہے، یکسوئی و ادغان ہے، ہر دعویٰ مدلل ہے اور ہر حقیقت ثابت شدہ اس کی اصلی اور بنیادی حیثیت یہ ہے کہ وہ ہدایت نامہ ہے، دستور حیات ہے، مکمل مفصل نقشہ زندگی ہے۔

ہاں تو جب وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان اور ہر احسان والے سے بڑا اس کا احسان ہے۔ وہی احکم الحاکمین ہے، وہی رب العلمین ہے، وہی مالک ہے، وہی مولیٰ ہے، وہی صاحب ہے وہی آقا ہے، وہی دنیا کا بنانے والا ہے، وہی پروردگار ہے، وہی دولت کا دینے والا ہے، وہی کردگار ہے، وہی ساری مخلوق کا والی ہے، وہی مختار ہے۔ اُس کی یاد ٹوٹے دلوں کا چین اور آرام ہے، اسی کا ذکر برگشتہ حالوں سے دافع آلام ہے جو ہاتھ ہے، وہ اس کی طرف پھیلا ہوا جو سر ہے، وہ اسی کی بارگاہ میں جھکا ہوا۔

ہاں ہاں اسی مالک و مولیٰ جل و علانی اسی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا، وَمَا

خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

جز عبادت نیست مقصود از جہاں،

اسی ہدایت مآب صحیفہ میں فرمایا گیا،

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي

اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ (تاکہ میں تجھے اپنی یاد سے سرفراز فرماؤں)

اسی سراپا نوشتہ ہدایت میں حکم دیا گیا:

أَقِمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ
 نماز قائم کرو اور مشرکین سے نہ بنو

اسی قرآن مجید و فرقان حمید میں بندوں سے یوں خطاب ہے:
 فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ه

تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں

اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ پنجگانہ نمازوں

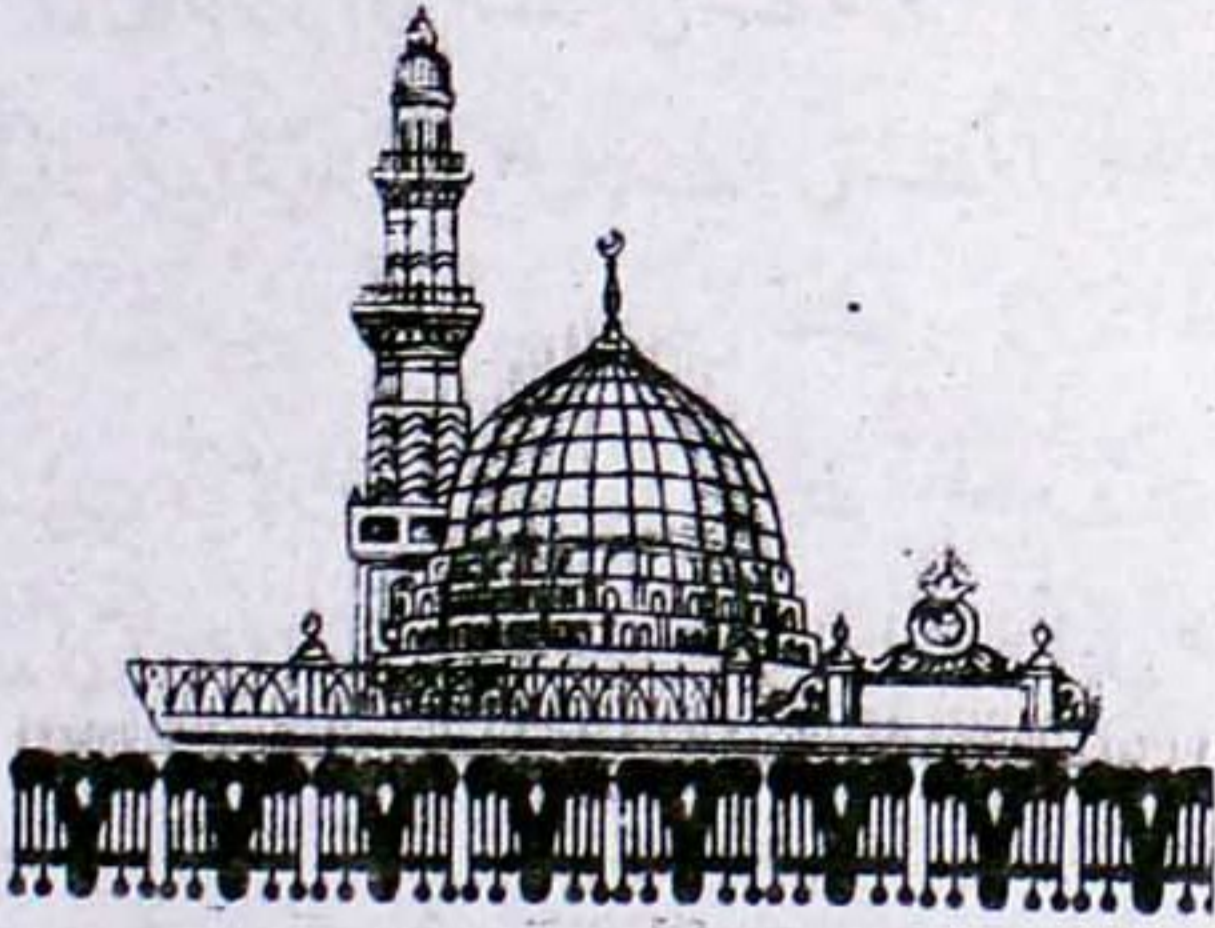
کا بیان قرآن پاک میں ہے؟ فرمایا "ہاں" اور یہی آیتیں تلاوت کیں اور فرمایا کہ
 ان میں پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات مذکور ہیں،

چنانچہ حِينَ تُمْسُونَ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں۔

اور حِينَ تُصْبِحُونَ میں نماز فجر۔

عَشِيًّا میں نماز عصر۔

حِينَ تُظْهِرُونَ میں نماز ظہر آگئی



نماز کے برکات و فضائل

اللہ ورسول پر ایمان لانے اور اہل سنت و جماعت کے مطابق اپنے عقائد صحیح کرنے کے بعد نماز تمام فرائض میں اہم و اعظم ہے۔ بکثرت آیات قرآنیہ اس کی اہمیت پر ناطق، احادیثِ کریمہ اس کی فضیلت میں وارد، قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں جا بجا اس کی تاکید آئی اور نماز نہ پڑھنے والوں پر وعید آئی۔ نماز کی اہمیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رب تعالیٰ عزوجل نے تمام احکام اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو زمین پر بھیجے اور جب نماز فرض کرنا مقصود ہوتی، حضور کو اپنے پاس عرشِ عظیم پر بلا کر اسے فرض کیا اور شبِ اسرا میں یہ تحفہ دیا۔

قرآنِ عظیم اور حدیث شریف کا مطالعہ کیجیے، تو آپ پر یہ بات روشن ہوگی کہ :

نماز

- ۱۔ نماز رضائے الہی کا ذریعہ اور اس کی اطاعت کی دلیل ہے۔
- ۲۔ نماز ہمارے ایمان کی کسوٹی اور ہماری دینداری کی گواہ ہے کہ جس نے نماز چھوڑی، اس کا کوئی دین نہیں۔ (بیہقی)
- ۳۔ نماز ہمارے چہروں کی رونق ہے کہ قیامت کے دن میری اُمت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ منہ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضو کی برکت سے چمکتے ہوں گے (بخاری)
- ۴۔ نماز مسجدوں کی زینت اور آبادی ہے کہ مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے بے شک وہ راہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ (قرآن کریم)
- ۵۔ نماز بارگاہِ الہی تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ (آیہ مذکورہ)
- ۶۔ نماز پیشانیوں کو منور کرتی ہے کہ :

سَيِّمًا هُمْرِيَّ وَجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے، سجدے کے اثر سے

۷۔ نماز اسلام کا سنگ بنیاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ نماز دین کا ستون ہے کہ جس نے اسے قائم رکھا، دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑا، دین کو ڈھایا۔ (منیۃ المصلی)

۹۔ نماز ایمان کی علامت ہے کہ ہر شے کی ایک علامت ہوتی ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔ (منیۃ المصلی)

۱۰۔ نماز بعد توحید تمام عبادتوں سے زیادہ خدا جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب و مطلوب کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر کوئی ایسی چیز فرض نہ کی جو نماز سے بہتر ہے اگر اس سے بہتر کوئی چیز ہوگی، تو وہ ضرور ملائکہ پر فرض کرتا، ان میں کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں، کوئی قیام ہے، کوئی قعدے میں (دیلمی)

۱۱۔ نماز فرشتوں کی تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ (حدیث مذکورہ عنہ)

لہ دکھاوے کے لیے یہ نشان پیدا کر لینا حرام قطعاً اور گناہ کبیرہ ہے اور معاذ اللہ اس کے استحقاق جہنم کا نشان ہے جب تک توبہ نہ کرے اور اگر یہ نشان کثرت سجدے سے خود پڑ گیا اور وہ سجدے خالصاً لوجہ اللہ تھے، مگر یہ اس نشان پڑنے سے خوش ہوا کہ لوگ مجھے عابد جانیں گے، تو اب دکھاوا گیا اور یہ نشان اس کے حق میں مذموم ہو گیا اور اگر ایسے اس کی طرف کچھ التفات نہیں تو یہ نشان نشان محمود ہے اور ایک جماعت کے نزدیک آیت کریمہ میں اس کی تعریف موجود ہے امید ہے کہ قبر میں ملائکہ کیلئے اس کے ایمان و نماز کی نشانی ہو اور روز قیامت یہ نشان آفتاب سے زیادہ نورانی ہو جبکہ عقیدہ مطابق اہل سنت و جماعت صحیح و حقانی ہو ورنہ بددین گمراہ کی کسی عبادت پر نظر نہیں ہوگی اور یہی وہ دہرہ ہے جسے خارجیوں کی علامت کہا گیا۔

فتاویٰ افریقہ ۱۲ منہ

۱۲۔ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کہ :
جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ۔

۱۳۔ نماز جملہ عبادات کی پیشوا اور سردار ہے کہ :

وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ (ابن ماجہ)

۱۴۔ نماز جملہ عبادات حسنات کی قبولیت اُس کی قبولیت پر موقوف ہے کہ "سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک ہوں گے اور یہ بگڑی تو سب بگڑے" (طبرانی)

۱۵۔ ہماری بخشش کا قبالہ اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے کہ :

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (قرآن کریم)

(بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں)

اور پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جو ان کے درمیان ہوں، جبکہ کبائر سے بچا جائے۔ (مسلم)

۱۶۔ نماز ہمارے درجوں کی بلندی کی موجب ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں وضو و غسل کر کے فرض ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف جاتا ہے، تو ایک قدم پر ایک گناہ محو ہوتا۔ دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (مسلم شریف)

۱۷۔ نماز جنت کی کنجی ہے کہ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ (احمد)

۱۸۔ نماز مسلمان کے دل میں ایمان راسخ کرتی اور نور اسلام سے سینہ منور کرتی ہے کہ اسلام میں ان کا کوئی حصہ نہیں جن کے لیے نماز نہ ہو۔" (بخاری) یعنی نماز ہوگی تو بندہ اسلام کا بھی حصہ پائے گا۔

۱۹۔ نماز بے حیاتیوں اور بد کاریوں سے روکتی ہے کہ :

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (قرآن کریم)

۲۰۔ نماز بندہ کو مزید انعام الہی کا مستحق بناتی ہے کہ:

وَلَيْتُنَّ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

تم میرا ذکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا (قرآن کریم)

۲۱۔ نماز بلا تین ٹالٹی اور عذاب الہی سے نجات بخشتی ہے کہ "اس سے بڑھ کر عذاب

الہی سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں۔ (بہیقی)

۲۲۔ نماز جمل مشکلات کا بہترین ذریعہ ہے کہ:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (قرآن کریم)

۲۳۔ نماز عزم و کلفت کو سکون و طمانیت سے بدلتی ہے کہ:

أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ (قرآن کریم)

۲۴۔ نماز غرور و تکبر کو توڑتی اور فروتنی و خشیت الہی سے زینت دیتی ہے کہ:

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ (قرآن کریم)

نماز شاق ہے، مگر خشوع کرنے والوں پر

۲۵۔ نماز فرشتوں کی استغفار کا اہل بناتی ہے کہ: جو بندہ نماز پڑھ کر اس جگہ جب

تک بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں، ملائکہ کا استغفار اس کے

لیے یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ تَبَّ عَلَيْهِ -

"اے اللہ تو اس کو بخش دے، اس پر رحم کر، اس کی توبہ قبول کر (ابوداؤد)

۲۶۔ نماز افلاس و تنگدستی دُور کرتی اور رزق و روزگار میں برکت لاتی ہے کہ:

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَرَّ اَهْلِكَ بِالصَّلَاةِ فَاَنَّ اللّٰهَ يَأْتِيكَ

بِالرِّزْقِ مِنْ حَيْثُ لَا تَحْتَسِبُ - (ابن المبارک)

"اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو، اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی جگہ

سے رزق عطا کرے گا جہاں تمہارا گمان بھی نہ ہوگا"

۲۷۔ نماز بندے کو اللہ عزوجل کے ذکر کا شرف دلاتی اور اس قابل بناتی ہے کہ وہ ارحم الراحمین اس کا ذکر فرماتا ہے کہ :

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ (قرآن کویم)

۲۸ نماز مسلمانوں کا ہتھیار اور ان کی حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے کہ :

الصَّلَاةُ دُعَاءُ وَالِدُ عَاءُ سَلَاةُ الْمُؤْمِنِ

۲۹۔ نماز مومن کی معراج ہے کہ :

الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ

۔ سنائرت عزوجل سے کلام کا شرف لاتی ہے کہ :

الصَّلَاةُ مَنَاجَاةٌ

۳۱۔ نماز قبر کی ظلمت کو نور سے بدلتی ہے۔

۳۲۔ نماز وزن اعمال کے وقت نمازی کی حجت ہے۔

۳۳۔ نماز احوال قیامت میں بندے کو نماز بخشتی ہے کہ :

مَنْ حَافِظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةٌ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ (احمد)

۳۴۔ نماز فرشتے نمازی مسلمانوں کی زیارت کرتے ہیں۔ اور

۳۵۔ بارگاہ الہی میں ہر صبح و شام ان کا ذکر ہوتا ہے کہ :

يَتَعَاقِبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ

(الحديث)

رات اور دن کے ملائکہ نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں، جب وہ

جاتے ہیں، تو اللہ عزوجل ان سے فرماتا ہے کہ کہاں سے آئے ہو، حالانکہ

وہ جانتا ہے۔ عرض کرتے ہیں تیرے بندوں کے پاس سے۔ جب ہم ان کے

پاس گئے، تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہیں نماز پڑھتا چھوڑ کر تیرے پاس حاضر ہوئے۔ (امام احمد)

۳۶۔ نمازیوں کو ملائکہ رحمت ڈھانپ لیتے ہیں اور

۳۷۔ نمازیوں پر رحمت و سکینہ کا نزول ہوتا ہے کہ:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ لِذِكْرِ اللَّهِ إِلاَّ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ

غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ۔

۳۸۔ نمازی منظور عنایتِ الہی رہتا ہے کہ:

لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ إِلَى الْعَبْدِ بِالنَّوْأِ خَلِيلٍ (المحدث)

۳۹۔ نمازی کے نامہ اعمال میں حج کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے کہ ”جو طہارت

کر کے اپنے گھر سے فرض نماز کے لیے نکلا، اس کا اجر ایسا ہے جیسا حج کرنے والے

محرم کا۔ (ابوداؤد)

۴۰۔ نمازی، نمازی بھی ہے اور غازی و مجاہد بھی کہ جس وقت وضو

ناگوار ہوتا ہے، اس وقت وضو کامل کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت

اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار۔ اس کا ثواب ایسا ہے،

جیسا کفتار کی سرحد پر حمایتِ بلادِ اسلام کے لیے گھوڑے باندھنے کا۔

(مسلم شریف)

فضائل نماز میں کچھ اور احادیث

- اور یہ دیکھئے وہ جو ہم پر ہمارے ماں باپ سے بڑھ کر مہربان اور ہماری جانوں سے زیادہ ہمارے خیر خواہ ہیں کہ اَلَّتَّبِيْ اَفْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهٖ فَرَاتِيْ هِيْ:
- ۱۔ بتاؤ تو کسی کے دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے کیا اس کے بدن پر میل رہے گا۔ عرض کی نہیں، فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سبب خطاؤں کو محو فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)
- ۲۔ بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس کے لیے جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کے اوپر دروگاہ کے درمیان حجاب ہٹا دیے جاتے ہیں اور سورعین اس کا استقبال کرتی ہیں، جب تک نہ ناک سنکے نہ کھکارے۔ (طبرانی)
- ۳۔ جو مسلمان جہنم میں جائے گا (والعیاذ باللہ تعالیٰ)، اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی۔ سوا اعضاء سجود کے اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے (ابو داؤد)
- ۴۔ کوئی صبح و شام نہیں، مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے۔ آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الہی کیا، اگر وہ ہاں کہے، تو اس کے لیے اس سبب سے اپنے اوپر بزرگی تصور کرتا ہے۔ (طبرانی)
- ۵۔ جو تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ اور فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے اس کے لیے جہنم سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔ (کنز العمال)
- پھر یہ فضائل تو مطلق نماز کے ہیں۔ خاص خاص نمازوں کے متعلق دیکھئے کہ صادق و مصدوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا ارشاد ہے:
- ۶۔ جو صبح کی نماز پڑھتا ہے، وہ شام تک اللہ کے ذمے میں ہے۔ دوسری

روایت میں ہے اللہ کا ذمہ نہ توڑو جو اللہ کا ذمہ توڑے گا، اللہ اسے اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا، والعیاذ باللہ۔ (طبرانی)

۷۔ جس نے چالیس دن نماز فجر و عشاء باجماعت پڑھی، اس کو اللہ تعالیٰ دو برس تک عطا فرمائے گا۔ ایک نار سے دوسری نفاق سے۔ (خطیب)

۸۔ جو نماز عشاء سے پہلے سوتے، اللہ اس کی آنکھ کو نہ سلانے۔ (بزار)

۹۔ جو نماز صبح کے لیے ثواب کے لیے طالب ثواب ہو کر حاضر ہوگا، گویا اس نے

تمام رات قیام کیا (عبادت کی)، اور جو نماز عشاء کے لیے حاضر ہوا، گویا اس نے نصف شب قیام کیا۔ (بیہقی)

۱۰۔ جو صبح نماز کو گیا، ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور جو صبح بازار گیا، ابلیس کے

جھنڈے کے ساتھ گیا۔ (ابن ماجہ)

لطائفِ زکات

نزہتہ المجالس میں رقم ہے کہ ظہر کے وقت آتشِ جہنم جوش مارتی ہے تو جس نے نماز ظہر ادا کی۔ (اس نے آتشِ جہنم اپنے لیے سرد کی) کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو گیا، جیسا روزِ ولادت پاک تھا اور وقتِ عصر سیدنا آدم علیہ السلام نے دانہ گندم تناول فرمایا اور مردِ عتاب الہی ہوتے، تو جس نے نمازِ عصر وقت پر ادا کی، اس نے نارِ جہنم اپنے جسم پر حرام کر لی (کہ اس وقت بھی حق کا فرماں بردار رہا) اور وقتِ مغرب سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، تو جو نمازِ مغرب اس کے وقت میں ادا کرے، تو ربِّ قدوس سے جو سوال بھی کرے گا، وہ اللہ کریم اسے عطا فرمائے گا۔ نمازِ عشاءِ ظلمتِ قبر سے اور نمازِ فجر تاریکیِ قیامت سے مشابہ ہے، تو جس نے یہ دونوں نمازیں

اپنے وقت میں ادا کریں، اللہ تعالیٰ اسے ظلمتِ قبر سے نجات دے گا۔ قیامت تک
تاریکی سے محفوظ رکھے گا اور اسے نور عطا فرمائے گا۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک دریا پر ہوا، آپ نے ایک نورانی
چمکدار پرندہ دیکھا کہ وہ کچھڑ میں گرا اور لتھڑ گیا، پھر پانی میں کود گیا اور اس کا بدن پہلا
سا نورانی اور صاف شفاف ہو گیا۔ پھر وہ کچھڑ میں گر کر لتھڑا اور پانی میں نہا کر پاک صاف
ہو گیا۔ عرض پانچ مرتبہ اس نے یہی کیا۔ (کنواری مریم کے سحرے بیٹے) حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو اس پر بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جبریل امین نے تشریف لاکر فرمایا
کہ اے عیسیٰ یہ پرندہ اُمتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمازی بندے کی طرح
اور کچھڑ اس کے گناہوں کی مثل ہے اور یہ دریا پانچ نمازوں کی مثل ہے، تو جس نے
پنجوقتہ نمازیں وقت پر ادا کریں، گناہوں سے ایسا ہی پاک ہو جائے گا جیسا پانی میں غسل
کرنے کے بعد یہ پرندہ پاک ہو گیا۔

۳۔ ابن عطا نے فرمایا کہ جب نمازی کی نماز اللہ تعالیٰ قبول فرمالتا ہے، تو اس نماز
سے ایک فرشتہ پیدا فرمادیتا ہے جو رکوع و سجود میں مصروف رہتا ہے اور اس کی عبادت
کا ثواب قیامت تک اس بندے کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔
۴۔ قیامت میں جبکہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے، تو فرشتے نمازی
بندوں کے پاس آئیں گے اور ان کے سروں کی مٹی صاف کریں گے، لیکن پیشانیاں صاف
کرنے پر بھی ویسی ہی غبار آلود رہیں گی۔ مٹی کا اثر پیشانیوں سے دُور نہ ہوگا۔ ندا آئے گی اسے
چھوڑ دو، یہ تو ان کی سجدہ گاہوں کی مٹی ہے، قبروں کی نہیں، اسی مٹی کے سبب جنتی انہیں
پہچانیں گے کہ یہ میرے خاص بندوں میں سے ہیں۔

۵۔ روزِ قیامت میدانِ حشر کو جاتے ہوئے کچھ لوگ جب پُلِ صراط پر پہنچیں گے، تو
وہیں کھڑے ہو کر رونے لگیں گے۔ ان سے کہا جائے گا، پُل سے گزرو۔ وہ کہیں گے

ہمیں آتش دوزخ سے ڈر لگتا ہے۔ جبریل امین فرمائیں گے، تم دنیا میں دریاؤں کو یونکر پار کرتے تھے، جواب دیں گے، کشتیوں کے ذریعہ تو بحکم الہی وہ مسجدیں وہاں لائی جائیں گی جن میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ان مسجدوں میں سوار ہو کر پل صراط سے بعافیت گزر جائیں گے۔

۶۔ بعض مفسرین کرام آیہ کریمہ یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَبِرُوْا وَاَصْبِرُوْا بِالْبَطُوْ
وَالْتَقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ط کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں اے ایمان والو صبر
کرد (نماز فجر کی ادائیگی میں) اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔ (ظہر کی نماز کی ادائیگی
میں) اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبان کرو (نماز عصر کی ادائیگی سے) اور اللہ سے
ڈرتے رہو (نماز مغرب کی ادائیگی میں) اس امید پر کہ کامیاب ہو (نماز عشا کی ادائیگی سے)
۷۔ سورۃ عنکبوت کی تفسیر میں بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ نماز مسلمانوں کی
عید ہے کہ وہ عبادت الہی کی مختلف صورتوں پر مشتمل ہے جیسا کہ عید میں طرح طرح کے
کھانے ہوتے ہیں، توجیب دو رکعت نماز پڑھتا ہے، رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ:
اے میرے بندے تو نے باوجود اپنی کمزوری کے طرح طرح میری عبادت کی۔ قیام و
قعود، رکوع و سجود اور قرأت، تحلیل و تکبیر، تسبیح و تحمید اور تحیت و سلام، تو میں اپنی عزت
و جلال اور کبریائی و بے نیازی کے ہوتے، یہ کیونکر اچھا جانوں گا کہ تجھے جنت سے روک
دوں جس میں انواع و اقسام کی نعمتیں ہیں۔ میں نے جنت تجھے بخشی، اس کی وہ نعمتیں
بھی تجھے عطا فرمائیں اور تجھے اپنے دیدار کی عزت عطا فرماؤں گا کہ تو نے میری وحدانیت
و یکتائی کو پہچانا، میں لطف فرما ہوں، تیرے عذر کو قبول کروں گا، میں رحیم ہوں تیری
نیکیاں میری بارگاہِ رحمت میں مقبول ہوں گی۔ میرے پاس کافر بندے موجود ہیں، میں ان
سے جہنم کا پیٹ بھردوں گا اور میرے سوا تیرا کوئی معبود نہیں کہ تیری خطائیں معاف فرمائے۔
اے میرے بندے تیری ہر رکعت کے بدلے ہم نے تجھے جنت کا ایک محل اور ایک حو

بخشی اور ہر سجدے کے عوض اپنے وجہ کریم پر نظر کی اجازت عطا فرمائی۔

۸۔ قیامت میں نمازیوں کے گرد ہوں کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا، تو ان میں پہلا گروہ آفتاب کی طرح چہروں کے ساتھ ہوگا۔ فرشتے کہیں گے تم کون ہو، وہ کہیں گے ہم لوگوں نے دنیا میں نماز کی محافظت کی، ہمیشہ وقت پر ادا کرتے رہے۔ فرشتے پوچھیں گے محافظت نماز میں تمہارا کیا طریقہ تھا، وہ جواب دیں گے جب اذان ہوتی ہم مسجد میں ہوتے، یعنی اذان سے پہلے مسجدوں میں پہنچ جایا کرتے تھے۔

پھر دوسرا گروہ آئے گا اور ان کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ فرشتے پوچھیں گے تم کون لوگ ہو، وہ جواب میں کہیں گے ہم نے دنیا میں نماز پر مداومت کی، ہمیشہ وقت پر پڑھی۔ فرشتے کہیں گے دنیا میں تمہارا کیا طریقہ تھا۔ جواب دیں گے ہم وقت سے پہلے وضو کر لیتے اور جب اذان ہوتی مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔

پھر تیسرا گروہ آئے گا جن کے چہرے کی آب و تاب میں ستاروں کی طرح ہوں گے، فرشتے ان سے سوال کریں گے کہ تم کون ہو اور دنیا میں نماز میں کس طرح پڑھتے تھے، وہ کہیں گے ہم اذان کے منتظر رہتے اذان ہوتے ہی وضو کرتے اور مسجدوں میں آجاتے تھے۔

۹۔ مسلمانوں پر جب نماز فرض ہوئی، تو ابلیس زور زور سے چیخا اور اس کی ذریت اس کے پاس پہنچ گئی اور اس سے اس وحشت کا سبب پوچھا، تو ابلیس نے انہیں بتایا کہ مسلمانوں کو نماز عیسیٰ کرامت سے مشرف کیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا پھر آپ کیا تدبیر بتاتے ہیں کہ مسلمان اس نعمت سے محروم رہیں۔ ابلیس نے جواب دیا نمازوں کے اوقات میں انہیں دوسرے کاموں میں مچھنسا دو، اس لیے کہ نماز کے اول وقت رحمت اترتی ہے۔ وہ بولے اگر ہم یہ نہ کر سکیں تو کیا کریں؟ شیطان بولا پھر یہ تدبیر ہے کہ جب کوئی مسلمان پڑھنے کھڑا ہو تو تم میں سے ایک شیطان اس کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے اور کہے ذرا ادھر دیکھنا اور ایک بائیں طرف کھڑے ہو کر کہے ادھر تو دیکھو اور ایک اس کے سر کی طرف

کھڑا ہو اور آواز دے اس طرف نظر کرو اور ایک نیچے کھڑے ہو کر پکارے اس طرف بھی نگاہ ڈالو۔ اگر تم نے یہ کر لیا تو نبیہا، در نہ اگر نمازی نے تمہاری طرف توجہ نہ کی، تو اس ایک نماز کا ثواب چار سو نمازوں کی برابر اسے دیا جائے گا۔

۱۰۔ محشر میں دُنیا بھر کی مسجد میں سفید اونٹوں کی شکل میں لائی جائیں گی جن کی ٹانگیں عنبر کی گردنیں زعفران کی، سر مشک کے اور لگائیں زمرد کی ہوں گی۔ اذان دینے والے ان کے آگے ہوں گے اور ائمہ مساجد انہیں ہانکتے چلیں گے اور پیچھے پیچھے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نمازوں کی محافظت کی۔ جب میدان محشر میں یہ لوگ اس شان سے گزریں گے کہ اہل محشر کہیں گے یہ ملائکہ مقربین ہیں یا انبیاء مرسلین۔ جواب دیا جائے گا نہ یہ ہیں نہ وہ، بلکہ نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ امتی ہیں جو دُنیا میں نماز کے پابند رہے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ نماز میں چار مختلف حالتیں ہیں: قیام و قعود، رکوع و سجود اور چھ طرح کے ذکر ہیں، قرأتِ قرآن، تسبیح، حمدِ الہی، استغفار، دعا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف۔ یہ کل دس چیزیں ہوتیں اور یہی دس چیزیں فرشتوں کی دس صفوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ ان میں ہر صف دس ہزار فرشتوں پر مشتمل ہے (تو دس صفوں میں ایک لاکھ فرشتے ہیں) تو نماز کی دو رکعتوں میں وہ موجود ہے جو ایک لاکھ فرشتوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

نماز پنجگانہ

نماز اللہ تعالیٰ عزوجل کی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ اس نے لطف و کرم سے ہم و بستگانِ
 و امانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو عطا کی۔ ہم سے پہلے یہ دولت کسی امت کو نہ ملی۔
 اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ رضویہ میں اس پر
 نفیس بحث فرمائی اور امام زندقہ سے ایک لطیف حکایت نقل کی ہے کہ امام زندقہ دوستی
 فرماتے ہیں۔ میں نے امام ابوہریرہ سے پوچھا کہ صبح کی دو رکعتیں ظہر و عشا کی چار اور مغرب کی تین
 کیوں ہیں۔ فرمایا۔ حکم میں کہا مجھے اور بھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے۔
 آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے، دُنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور

لہ یعنی ہم بندے اور مملوک ہیں۔ مالک کے احکام میں چون و چرا کی گنجائش نہیں کہ اس سے تکبر و خودی کی بُھوت آتی ہے۔ اس جواب
 سے وہ لوگ سبق لیں جو ہر حکمِ الہی کی لم چاہتے ہیں اور ہر امر میں کیوں اور کس لیے نکالتے ہیں۔ امام زندقہ کا منشاء و مقصود اقوال
 علماء سے استفادہ تھا کہ معاف اللہ، ۱۲ منہ عنہ، لہ اس بارے میں کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی علماء
 کرام کے مختلف اقوال ہیں اور ظاہر امر صحیح و قرین قیاس وہ حدیث ہے کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی
 کہ صبح آدم، ظہر داؤد عسیر سلیمان، مغرب یعقوب، عشا یونس علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ کما حقہ بعدی اللہ
 تعالیٰ عنہ ہم نے بیان فضائل کے لیے یہ قول نقل کیا۔ ۱۲ منہ عنہ لہ علماء فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن مجید باقرات حدیث
 کے سوا اپنی طرف سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہ کسی نبی کو معصیت سے منسوب کرنا یا ان کی لغزشوں کا ذکر کرنا حرام اور
 سخت حرام ہے مولیٰ عزوجل کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے کہ وہ ان کا مالک ہے۔
 یوں انبیاء کرام اس کے پیارے بندے ہیں اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں، تو واضح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی باریک بینی کے
 انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی دوسرا الفاظ استعمال کرے، تو مردود بارگاہ اور سخت شدید عذاب جہنم و غضب
 الہی کا مستحق ہوگا۔ ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا حسن ادب و عطا فرماتے آئین ۱۲۰ منہ عنہ

ادھر رات کی اندھیری آئی۔ انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی، بہت خائف ہوئے۔ جب صبح
 چمکی دو رکعتیں شکر الہی کی پڑھیں۔ ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی۔ دوسرا اس
 کا کہ دن کی روشنی پائی۔ انہوں نے نماز نفل پڑھی تھی، ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی
 تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل ہو، زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے چار رکعتیں پڑھیں، جبکہ اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اترتا ہے۔ پہلی اس کے
 شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا۔ دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولیٰ سبحانہ
 و تعالیٰ کا شکر۔ چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے، ہم پر فرض ہوا کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں قتل نفس پر
 قدرت دے جیسی انہیں ذبح ولد پر قدرت دی اور ہمیں غم سے نجات دے اور یہود و
 نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ نماز عصر سب سے پہلے
 یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے انہیں چار ظلمتوں سے نجات دی ظلمتِ
 لغزش، ظلمتِ غم، ظلمتِ دریا، ظلمتِ شکم ماہی، یہ ان کے نفل تھے، ہم پر فرض ہوئے کہ ہمیں
 مولیٰ تعالیٰ ظلمتِ گناہ، ظلمتِ قبر، ظلمتِ قیامت و ظلمتِ دوزخ سے پناہ دے۔ مغرب سب سے
 پہلے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ پہلی اپنے سے نفی الوہیت، دوسری اپنی ماں سے نفی الوہیت
 تیسری اللہ عزوجل کے لیے اثبات الوہیت کے لیے (کہ نہ وہ معبود نہ ان کی ماں معبود، بلکہ اللہ
 معبود اللہ عزوجل ہی ہے) یہ ان کے نفل ہم پر فرض ہوئے کہ روز قیامت ہم پر حساب آسان
 ہو، نار سے نجات ہو، اس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو (یہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہ) نے
 فرمایا اور مقام سے مناسب تر یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ "اپنی خودی اور فخر آبار (باپ دادوں
 پر فخر) سے باہر اگر اللہ عزوجل کے لیے خالص متواضع ہوں، سب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام
 نے پڑھی۔ جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بی بی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ،
 فرعون سے خوف۔ جب وادیٰ یمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے انہیں نجات

بخشش چار نفل شکرانے کے پڑھے۔ ہم پر عرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے۔
ہمارے بھی کام بنائے، ہمیں بھی اپنے محبوبوں سے ملائے، دشمنوں پر فتح دے۔ آمین۔
انتہی کلام۔

یہ فوائد و فضائل گزشتہ ۲۵ پر مزید ہوئے، و بعضہا مشترکہ۔

اُمّت کے فضائل

پھر نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں رب العزت جل جلالہ نے اپنے حبیب پاک صاحب
لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں اس اُمّتِ مرحومہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
کو اور کیا فضائل عطا فرمائے، اس کا اندازہ مختصر طور پر اس کلام مبارک سے بھی ہوتا ہے جس کا
افادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ تنبیہ الخافلین میں امام فقیہہ
ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (کہ را جلد ائمہ
تابعین و علمائے کتابین و علم علمائے توراہ سے ہیں، پہلے یہودی تھے، خلافت فاروقی
میں مشرف باسلام ہوتے آلا من والعی، سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے تورات
مقدس کے کسی مقام میں پڑھا۔ اے موسیٰ فخر کی دو رکعتیں احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
اور اس کی اُمّت ادا کرے گی، جو انہیں پڑھے گا، اس دن رات کے سارے گناہ اس
کے بخشش دوں گا اور وہ میرے ذمے میں ہوگا۔

اے موسیٰ ظہر کی چار رکعتیں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی اُمّت پڑھے
گی۔ انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دوں گا اور دوسری کے بدلے میں ان کا پلہ بھاری
کر دوں گا اور تیسری کے عوض فرشتے موکل کر دوں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لیے
دعائے مغفرت کرتے رہیں گے اور چوتھی کے بدلے ان کے لیے آسمان کے دروازے

کشاہدہ کر دوں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی خوریں ان پر شاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان امت (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وعلینا معہم) ادا کرے گی، تو ہفت آسمان وزمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا۔ سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں، میں اسے ہرگز عذاب نہ دوں گا۔ اے موسیٰ مغرب کی تین رکعتیں میں، انہیں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی امت پڑھے گی۔ آسمان کے سارے دروازے ان کے لیے کھول دوں گا۔ جس حاجت کا سوال کریں گے، اسے پورا ہی کر دوں گا۔ اے موسیٰ شفق ڈوب جانے کے وقت (یعنی عشاء کی) چار رکعتیں پڑھیں، پڑھیں گے انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔

اے موسیٰ وضو کرے گا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی امت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا۔ ہر قطرے کے عوض کہ بدن سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ ایک مہینہ کے سالانہ روزے رکھے گا احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کی امت اور وہ ماہ رمضان ہے، میں عطا فرماؤں گا، ہر روز ان کے روزوں کے عوض ایک شہر جنت میں اور عطا کروں گا۔ اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری اور صدق قلب سے استغفار کرے گا۔ اگر اسی شب یا اسی مہینے میں مر گیا، اُسے تیس شہیدوں کا ثواب عطا کروں گا۔ اے موسیٰ امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں۔ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں، تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور ان میں سے کسی پر باپ تو بہ بند نہ کروں گا، جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے۔ انتہی کلامہ۔ بالجملہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت پر تشار کہ ان کے صدقے ان کے طفیل، ان کے اور تمام عالم و عالمیان کے پروردگار نے اس امت مرحومہ کو نماز پنجگانہ سے نوازا اور اس کے باعث ہم ناکاروں کو اپنا قرب بخشا اور ہمارے لیے فضل عظیم کا دروازہ کھولا۔ وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

تارکِ صلوات کو وعیدیں

نماز نہ پڑھنے پر جو وعیدیں آتی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں :

۱۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی نماز فوت ہوئی، گویا اس کے

اہل و مال جاتے رہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ جس نے قصداً نماز ترک کی، جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے (البوسنی)

۳۔ قصداً نماز ترک نہ کرو کہ جو قصداً نماز ترک کر دیتا ہے اللہ و رسول (جل و علا و

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے بری الذمہ ہیں۔ (امام احمد)

۴۔ جو نماز عشاء سے پہلے سوتے، اللہ اس کی آنکھ کو نہ سلوائے (بخاری)

۵۔ جس نے نماز چھوڑ دی، اس کا کوئی دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔ (بیہقی)

۶۔ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں، جس کے لیے نماز نہ ہو۔ (بخاری)

۷۔ جو صبح کی نماز پڑھتا ہے، وہ شام تک اللہ کے ذمہ میں ہے۔ دوسری روایت

میں ہے اللہ کا ذمہ نہ توڑو جو اللہ کا ذمہ توڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اونڈھا کر کے دوزخ

میں ڈال دے گا۔ (طبرانی)

نماز سے غافل رہنے والے ان وعیدوں پر غور کریں۔ عذاب الہی سے ڈریں، اپنی

اس عادتِ بد پر شرمائیں، اہوالِ قیامت کو دل میں لائیں۔

غنیۃ الطالبین شریف میں فرمایا کہ جو شخص نماز ادا کرنے میں سستی کرتا یعنی اس

اس سے غافل رہتا ہے۔ رب عزوجل اسے پندرہ عذابوں میں گرفتار کرتا ہے۔ ان

میں سے چھ عذاب موت سے پہلے ہیں۔

۱۔ اس کا نام صالحین کی فہرست سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

۲۔ زندگی کی برکت اُس سے اٹھالی جاتی ہے۔

۳۔ اُس کے رزق میں خیر و برکت نہیں رہتی۔

۴۔ اُس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا، جب تک نماز ادا نہ کرے۔

۵۔ اُس کی دُعا قبول نہیں ہوتی

۶۔ صالحین کی دُعاؤں کی برکت سے محروم رہتا ہے۔

اور تین عذاب موت کے وقت ہوتے ہیں :

۱۔ ایسی پیاس میں مبتلا ہوتا ہے کہ سات سمندر بھی اسے سیراب نہیں کر سکتے۔

۲۔ اچانک موت میں مبتلا ہوگا (کہ مرتے وقت تو نصیب نہ ہونے کا اندیشہ ہے)

۳۔ اس کے کا ندھے اتنے وزنی ہوں گے، گویا اس پر لکڑی اور پتھر کا وزن ہے۔

(فقیر قادری کہتا ہے کہ غالباً یہی وجہ ہے کہ بے نمازی کا جنازہ عمر کا بہت وزنی

ہوتا ہے)

اور تین عذاب قبر میں ہوتے ہیں :

۱۔ اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے۔

۲۔ قبر میں وحشت ناک تاریکی رہتی ہے۔

۳۔ منکر نکیر کے سوالات کے جواب کے وقت عاجز رہتا ہے (جس کا نتیجہ

عذاب قبر ہے)

اور تین عذاب قبر سے اٹھتے وقت دیئے جائیں گے :

۱۔ دربارِ خدا میں اس حالت میں لایا جائے گا کہ پروردگارِ عالم اس پر غضب

فرمائے گا۔

۲۔ اُس کا حساب سختی سے لیا جائے گا۔

۳۔ اس کا انجام جہنم ہوگا، مگر یہ کہ رب عزوجل اس کی مغفرت فرمائے۔ بے نمازی

خوب یاد رکھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بچہ کی عمر سات برس کی ہو تو اسے نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے، تو مار کر پھوانا چاہیے۔

(ابوداؤد ترمذی)

جب دس برس کے بچے کو مار کر نماز پڑھوانے کا حکم ہے، تو وہ نوجوان بلکہ بوڑھے مرد و عورت جو نماز نہیں پڑھتے، اُن پر غیب سے مار پڑتی ہے، اسی لیے ان کے اہل و عیال، جان و مال اور عمر و رزق سے برکت اٹھالی جاتی ہے اور وہ ذہنی سکون و طمانیت قلبی سے محروم و نامراد رہتے ہیں۔

اشعار

اندھیری رات ہے، غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دل بیکس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے

اندھیرا پاکھ آتا ہے، یہ دو دن کی اُجالی ہے

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دل اکتاتا!

خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آٹھ والی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر

کہاں سویا مسافر، ہاتے کتنا لا ابالی ہے

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ط

بے نمازیوں کے لیے عبرت

ان احادیثِ کریمہ پر پھر ایک نظر ڈالیے اور پھر غور کیجئے کہ نماز کی تاکید کے ساتھ جماعت کی تاکید کیا آپ کو یہ نہیں بتاتی کہ نماز باجماعت کا التزام نہ رکھنا رب عزوجل کی رحمت سے خود ہی کترانا اور غضب الہی خریدنے کے مترادف ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ہمیشہ صاف اول سے لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے مؤخر کر کے نار میں ڈال دے گا (ابوداؤد ابن ماجہ) صاف اول سے مؤخر ہوتے رہنا یہ وبال لاتا ہے، تو ترکِ جماعت پر کیا وبال آئے گا۔ اس کے لیے یہ حدیث ہی کافی ہے کہ بے شک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں، پھر کسی کو امر فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں، ان کے پاس لے کر جاؤں جو نمازوں میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر آگ سے جلا دوں (بخاری و مسلم)

بلکہ معاذ اللہ تعالیٰ بلا عذر شرعی ترکِ جماعت کی عادت گمراہی یا کفر پر غلامی کی نسبت لاتی ہے۔ مسلم، ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یوں ہے کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے، تو پانچوں نمازوں کی محافظت کرے۔ جب ان کی اذان کہی جائے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی (جماعت ترک دی، حالانکہ کوئی واقعی عذر شرعی نہ تھا) مجھ سے لاپرواہی برتی، تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے، تو گمراہ ہو جاؤ گے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کافر ہو جاؤ گے۔

اور جب ترکِ جماعت پر یہ وعید شدید ہے، تو مطلقاً ترک کس قدر ہولناک ہوگا۔

اس کے لیے یہ حدیث کافی ہے کہ جس نے نماز کی محافظت کی (مدام پڑھتا رہا) قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور و برہان و نجات ہوگی اور جس نے محافظت نہ کی، اس کے لیے نہ نور ہے، نہ برہان، نہ نجات اور قیامت کے دن قارون و فرعون و ہامان و ابی بن خلف (سر دار منافقین) کے ساتھ ہوگا۔ نیز سہہ المجاس میں فرمایا کہ جس نے اپنی تجارت کے لیے نماز چھوٹی، وہ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا اور جو مملکت کے باعث نماز چھوڑے گا، وہ فرعون کے ساتھ ہوگا اور جس شخص کا مال نماز سے غافل و لاپرواہ کرے، وہ قارون کے ساتھ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ فرشتے فجر کی نماز ترک کرنے والے سے کہتے ہیں اے فجر! ظہر کی نماز ترک کرنے والے کو کہتے ہیں اے خاسر! جو عصر کی نماز ترک کرے اس سے کہتے ہیں اے عاصی! جو مغرب کی نماز نہ پڑھے، اس سے کہتے ہیں اے کافر! اور تارک صلوٰۃ عشاء سے کہتے ہیں اے ضالع کرنے والے خدا تجھے برباد کرے، بلکہ قرآن کریم قضا کر کے پڑھنے والوں کو فرماتا ہے:

قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ۔

(خرابی ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، وقت گزار کر پڑھنے اٹھتے ہیں) اور فرماتا ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَا۔

(ان کے بعد کچھ ناطف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کر دیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا۔ عنقریب انہیں سخت عذاب طویل و شدید سے ملنا ہوگا)

غی جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام ہنہب ہے، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، اللہ عزوجل اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے جس سے وہ بدستور مچھڑکنے لگتی ہے۔ یہ کنواں بے نمازیوں اور زانیوں اور شرابیوں اور سودخوروں اور مال باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔

وَقِنَادِبْنَا عَذَابَ النَّارِ وَأَمْتْنَا عَلَىٰ مِلَّةِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ

تارک نماز و کفر و اسلام

بلکہ قرآن کریم سے استفادہ کہ قصداً تارکِ صلوٰۃ کافر ہے کہ فرمایا: اَقِمْوُ الصَّلٰوَةَ
وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ)
بلکہ صدہا صحابہ و تابعین و ائمہ اسلام کا یہی مذہب تھا کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک
کرے، یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے، وہ کافر ہے اور بلاشبہ بہت ظواہر آیات قرآنیہ
واحادیث نبویہ اس مذہب کی توثیق ہیں کہ عمدتاً تارکِ الصلوٰۃ کافر ہے۔

اسی لیے زمانہ سلف صالح خصوصاً صدر اول میں ترک نماز، علامتِ کفر تھا کہ واقع
نہ ہوتا تھا، مگر کافر سے۔ جیسے اب زنا ربا نہنا قشقہ لگانا علامتِ کفر ہے اور صدر اول
کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے دل میں سستی و کسل نے جگہ پائی
نماز میں کامل چستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی۔ اب بعض
لوگوں سے چھوٹ چلی، تو ہمارے ائمہ حنفیہ و جمابیر علماء دین و ائمہ مجتہدین شافعیہ و مالکیہ
اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ جو شخص فرضیتِ نماز کا انکار
کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے، تو وہ کافر ہے اور یہ کہ جو شخص
قصداً بے عذر نماز ترک کرے، اس نے کافروں کا سا کام کیا اور یہ کہ ترک نماز سخت
کفرانِ نعمت و ناشکری ہے اور یہ کہ نماز نہ پڑھنے والا سخت فاجر، اشد فاسق ہے،
مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں؛ البتہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے۔

ائمہ ثلاثہ مالک، شافعی و احمد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: بے نمازی کو قتل کیا جائے۔
ہمارے ائمہ کا ارشاد ہے اُسے دائم الحبس کریں، قید میں ڈال دیں۔ یہاں تک کہ توبہ کرے
یا قید میں مر جائے۔ بعض مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں اتنا ماریں کہ خون بہا دیں، پھر قید کریں،

لیکن یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں۔ لہذا مسلمان بصورتِ اجتماعی یا بحیثیتِ جداگانہ بروی
پنچایت ایسی جمعیتیں قائم کریں جو کم از کم اس درجہ سزا کا استحقاق واقترار رکھتی ہوں کہ کسی سے کوئی
امر خلافِ شرع مثلاً نماز نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا، شراب خوری، قمار بازی، تاش وغیرہ پیش
آتے تو اس سے سلام و کلام اور دوسرے دنیاوی تعلقات مثلاً اس سے میل جول رکھنا،
اس کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ معاملات ہی ترک کر دیں۔ غرض جو تنبیہ و تہدید و تادیب و
تشدید، جمعیت و پنچایت والے اپنے امور دینیہ میں کرتے ہیں۔ امور دینیہ بدرجہ اولیٰ
ضروری ہے۔ اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں۔ اس وجہ سے احکام شرع
کے تارک اور دنیا طلبی کے عامل ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان میں بیداری پیدا کرے
اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں اور احکام شرع و فرایین اسلام کا اہتمام
رکھیں اور اگر علماء و فضلاء و صلحا جن سے امید برکت ہوتی ہے۔ چاہیں تو زجر و تنبیہ
کی غرض سے نماز جنازہ بے نماز سے خود دور رہیں، خود نہ پڑھیں، عوام سے پڑھو دیں
لیکن یہ کوئی نہ پڑھے اور اسے بے نماز دفن کر دیں، یہ جائز نہیں۔ ایسا کریں گے تو جنتوں
کو اطلاع ہوگی، سب گنہگار ہوں گے، عالم ہوں خواہ جاہل کہ نماز پڑھنا اس پر
فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے۔ اگر اس نے اپنا فرض ترک کیا، ہم
اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، اسی طرح غسل دینا، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا۔

(فتاویٰ رضویہ)

افادۂ نفیسہ

عابدوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں

اللہ ورسول جلت و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔

ایک وہ عالی بہت کہ اللہ ورسول جلت و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لیے یاد کریں۔ اپنی کوئی منفعت، دنیوی تو دنیوی، اخروی بھی مقصود نہ رکھیں۔ یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں، ان کے لیے وصل ذات ہے جن کو فرمایا: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی (بندگی پر) ابھارے، مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے۔ قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ (بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں، اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے)

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل (دنیوی منفعت) کی امید دلانا زیادہ موثر ہے، جن کو فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا (میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا)

اور فرمایا:

قُلْ هُوَ الَّذِي آتَىٰ مَنَافِقِي وَشِفَاءً

(تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعَزُّوا تَعْمُرُوا صَوْمُهُمْ تَصَحُّوْا وَسَافِرُوا تَسْتَعْنُوا۔

(جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور حج کرو غنی ہو جاؤ گے)

چوتھے وہ پست فطرت دُور ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سر کریں، جب تک تازیانی

کا ڈرنہ دلائیں۔ قرآن و حدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ لَقِيضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ

قَرِينٌ وَأَنْتُمْ لَيَصِدُّوْنَ عَنْ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ

أَنْتُمْ مُّهْتَدُونَ اِخْتَىٰ إِذَا جَاءَ نَا قَالِ يَلِيَّتْ بَنِي وَ

وَبَيْنِكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ط وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ

الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ ط أَنْتُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ط

(اور جسے رتوند آئے رحمن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ

اس کا ساتھی رہے اور بے شک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں

کہ وہ راہ پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے

گا، ہائے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں پورب پچھتم کا فاصلہ ہوتا، تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے اور ہرگز

تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا۔ آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔)

(افاداتِ رضویہ)

وعدوں اور وعیدوں سے شرع کا مقصود کیا ہے

پھر وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں، ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں) ان سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع و عکس مقصود (خلان مطلوب شریعت) ہے۔ جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں، عابد جنت ہے۔

تورات مقدس سے منقول ہے: "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا تو مستحق عبادت نہ ہوتا؟" بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس خوف و طمع کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں۔
مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی، دنیوی، خواہ اخروی کا ملنا مقصود بالعرض ہو جیسے حج میں تجارت، جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت اور نماز میں کسرت،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ)

اسلام باہمی اتفاق سکھاتا ہے

مضامین سابقہ سے یہ امر تو خوب واضح ہو چکا کہ نماز شوکتِ اسلام ہے اور اسلام کا خیمہ اسی چوب پر ایستادہ ہے۔ مسجدوں کی تعمیر، اذانوں کا اعلان، خطیبوں اور پیش اماموں کا تقریب کچھ نماز کے لیے ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت، علماء دین کی فضیلت اسی محراب و ممبر سے آشکار و نمودار ہے۔ نماز ہی ہر انسان کو براہِ راست دربارِ الہی میں حاضری کا اعزاز عطا کرتی ہے اور نماز ہی انسان اور رب العالمین میں راز و نیاز و ہم کلامی کاراز کھولتی ہے اور چونکہ نماز ہی کمال انسانیت اور تکمیل عبودیت ہے، اس لیے نماز و جماعت مختلف المزاج انسانوں کو ایک مرکز پر لاتی اور نماز ہی اطاعتِ امیر کا عملی سبق پڑھا کر پابندی اوقات کا خوگر بناتی اور اجتماع و تنظیم کا سبق دیتی ہے کہ ہم باہم متحد و متفق ایک دوسرے کے دکھ درد سے واقف، ایک دوسرے کے خیر خواہ، ایک دوسرے کے ہمدرد، ایک دوسرے کے غمگسار اور ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ بلاشبہ اسلام نے توحید کا سبق پڑھا کر ہماری گردنوں میں سنجیدہ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کا قلاوہ ڈال کر ایک ہی مرکز پر جمع کر دیا اور اقصائے عالم میں اعلانِ عام فرما دیا کہ: **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا** دیکھو یہ شریعتِ مصطفیٰ اللہ کی رستی ہے، اسے مضبوط تھا مو اور پراگندہ و متفرق نہ ہو جاؤ۔ دیکھو تم افتراق و انتشار کے باعث جہنم کے گرگھوں تک پہنچ چکے تھے۔ اللہ کی رحمت نے تمہاری دستگیری کی۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے تمہیں سہارا دیا اور تم ہلاکت کے گرگھ سے نجات پا گئے **كُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا**۔ تم ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔ خداوند قدوس جلُّ علا

نے تمہاری دشمنی کو دوستی سے بدل دیا۔ تمہارے دلوں میں محبت ڈالی اور تم کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔

وَإِذْ كُرُوا لِبِعْتِ اللَّهِ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءُ فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔

مسلمانو! اسلام اختلافات کو مٹانے نزاعات کو چمکانے آیا۔ افتراق و انتشار کا خاتمہ کرنے آیا۔ ظلم و فساد کی بیخ کنی کے لیے آیا۔ جنگ و جدال اسلام کو پسند نہیں۔ شرانگیزی و فتنہ جوئی سے اسلام کو نفرت ہے۔ منافرت باہمی کا اسلام دشمن ہے۔ یہ دیکھو قرآن پاک کی شہادت ہے کہ،

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ، إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ، إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِبِينَ

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ آئین شکنی، حیلہ بازی، عیاری، خیانت، ناشکری، احسان فراموشی، فساد انگیزی، کفر، ظلم، اسراف، غرض ہر وہ چیز جو امن عالم میں خلل انداز ہو، رب قدوس جل و علا کو پسند نہیں اور یہ دیکھو وہ جو تمام عالم کو اسلام و شریعت کے مرکز پر اخوت و مساوات کا سبق پڑھانے اور اس بارے میں فاتح و مفتوح، نسل و قوم، ملک و مقام کی خصوصیتوں اور تفاوتوں کو مٹانے، مختلف زبانوں اور مختلف رنگتوں کو مایہ الامتیاز سمجھنے والوں کو سدھارنے کے لیے تشریف لائے جنہوں نے اپنی مبارک تعلیم و تلقین سے نفرت و عداوت کی جگہ اپنے غلاموں میں نصرت و اخوت کے بیج دلوں میں بُوئے اور فتنہ و فساد کے بجائے دل و دماغ میں امن و سکون کو جگہ دلانی وہ مسلمانوں کو کیا تعلیم دیتے ہیں اور انہیں کس طرح فتنہ و فساد سے روکتے ہیں،

۱۔ زمین والوں پر رحم کرو، تم پر وہ رحم فرمائے گا جس کی حکومت آسمان میں ہے۔

(البوداؤد)

۲۔ تمام مومنین شخص واحد کی طرح ہیں۔ اگر اس کی آنکھ بیمار ہوئی، تو وہ کل بیمار ہے اور سر میں بیماری ہوئی، تو کل بیمار ہے۔ (مسلم شریف)

۳۔ مومن مومن کے لیے عمارت کی مثل ہے کہ اس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔ (بخاری شریف)

۴۔ دین خیر خواہی کا نام ہے، اس کو تین مرتبہ فرمایا۔ عرض کیا گیا کس کی خیر خواہی فرمایا اللہ اور رسول اور اس کی کتاب کی اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کی۔ (مسلم شریف)

۵۔ تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور جس کی شرارت سے امن نہ ہو۔ (ترمذی)

عرض آیات قرآنیہ واحادیث مصطفویہ نے فیصلہ فرمادیا کہ "آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کر دو گے اور تمہاری بندھی ہوا جاتی رہے گی" اور یہ کہ جو شخص مسلمانوں کے جہم غصہ سے الگ ہوا، وہ جہنم میں گیا کہ حق وہی جس پر مسلمانوں کی اکثریت عقیدہ رکھتی ہے، تو مسلمانوں پر لازم و ضرور ہے کہ اتفاق و اتحاد کی رسی مضبوط تھامیں۔ افتراق بین المسلمین سے دور رہیں، انشفاق باہمی سے پرہیز کریں، مسلمانوں میں نفرت نہ پھیلائیں۔ دوستوں میں جدائی نہ ڈالیں، فتنہ کی راہ نہ نکالیں۔ شرانگیزی کی آگ کو ہوانہ دیں۔ اپنوں سے لڑائی مول نہ لیں۔ مسلمان کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اس کا درد اپنا درد سمجھیں، ورنہ عذاب الہی انہیں جھگٹنا ہوگا۔

لیکن بایں ہمہ آج بہت مدعیان اسلام و دعویداران ایمان، مدعیان اتحاد و اتفاق، سواد اعظم اہل اسلام کے خلاف، جمہور مسلمین کے مخالف، تفریق بین المسلمین اور باہمی منافرت پر کمر بستہ، بلکہ اس کے داعی و ساعی ہیں، چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے، تو ان کے شکم کا دھندا چلے۔ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان آپس میں لڑیں، تو ہم ان کے ہمدرد و خیر خواہ بن کر اپنا اندرونی وار کریں اور اس کے حمایتی بن کر اس کی شان گھٹائیں،

اس کی حمایت کر کے اسے نیچا دکھائیں اور جب کسی پر قابو چلے کوئی ان سیانوں کے ہتھے چڑھے تو دین دایمان چٹ کر جائیں۔ مسلمانوں کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنائیں۔ ان کی ساری عمر کی نیک کمائی گنوائیں، عمر بھر کی طاعت و عبادت اکارت تباہ و برباد کر لیں۔ مسلمانوں! ہوشیار، ہوشیار، ہوشیار، انہیں میں وہ نئی روشنی کے دیوانے، تہذیب یورپ کے ستارے کہ ضرورت دین کا انکار کرتے قرآنِ عظیم کے معانی قطعاً ضروریہ میں درپڑہ تاویل و تحریف و تبدیل اور معجزات انبیاء کرام علی سید ہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انکار کرتے نیل کے شق ہونے کو جوار بھاٹا بتاتے، عصا کے اڑدھان بن کر حرکت کرنے کو سیما ب وغیرہ کا شعبہ ٹھہراتے۔ مسلمانوں کی جنت کو رنڈیوں کا چمکے کہتے، نارِ جہنم کو الم نفسانی سے تعبیر کرتے، وجود ملائکہ و آسمان و جن و شیطان و حشر ابدان و نار و جنان کا اپنی ناپاک تاویلوں کی آڑ میں انکار کرتے۔ شیطان کہ ان کا معلم شفیق ہے، اسے قوتِ بدی کا نام دیتے۔ قرآنِ عظیم میں جو قصے آدم و حوا وغیرہما کے موجود ہیں جن سے شیطان کا وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے۔ تمثیلی کہانیاں بتاتے، آجکل کے یہود و نصاریٰ کو مسلمان اور ہاتھ سے کھانا کھانا وغیرہ بعض سنن کو افعال نامہذب ٹھہراتے بلکہ نصوص قرآنیہ کو عقل کے تابع مانتے ہیں کہ جو بات قرآنِ عظیم کی نیچر کے مطابق ہوگی، مانی جائے گی، ورنہ کفر جلی کے روتے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انہیں میں ہیں وہ جھوٹے مدعیان فقر وہ دہریے، ملحد، فقیر و دلی بننے والے صوفی جو کہتے ہیں کہ جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا، اسے راستے سے کیا کام۔ عبادت و ریاضت کی اب ہمیں کیا ضرورت۔ احکام خدا و رسول کی تلبعدی کی ہمیں کیا حاجت۔ یہ رکوع و سجود تو مجبولوں کی نماز ہے اور ہم تو مشاہدہ الہی میں غرق ہیں۔ ہماری نماز ترک وجود ہے یا کہتے ہیں کہ خدا تک پہنچنے کے لیے اسلام شرط نہیں۔ بیعت

بک جانے کا نام ہے۔ اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے، ہم اسے بھی خدا تک پہنچا دیں گے۔ گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے یا زندگیوں کا ناچِ علانیہ دیکھتے اور جب اس پر اعتراض ہو تو کہتے ہیں کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ یا نماز و عبادت چھوڑ کر شبانہ روز طلبہ سارنگی میں مشغول رہتے۔ مزا میر کے واہی تباہی نعموں پر ٹکتے تھرتے اوجھلتے کودتے اور بتکلف حال لاتے ہیں اور جب انہیں تحریم مزا میر کی احادیث سنائی جاتیں، تو کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں تو ان کثیف بے مزہ باتوں کے لیے وارد ہوئیں جو اس وقت عرب میں رائج تھے۔ یہ لطیف نفیس باجے جو اب ایجاد ہوئے۔ اُس زمانے میں ہوتے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سوا ان کے سنے کے اور کوئی کام نہ کرتے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

انہیں میں ہیں، وہ مدعیانِ نبوت جن میں بعض نے ابتداءً مثیل مسیح عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ مسیح و جمال کذاب کا مثیل ہے۔ پھر اونچی چڑھا اور اپنے اوپر نزول و حتی ربانی کا ادعا کیا۔ پھر دعویٰ نبوت و رسالت کی صاف تصریح کر دی اور اپنے نفس کو نبی و رسول خدا کہا اور آیتِ کریمہ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ (الایہ) کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف میں نازل ہوئی، اپنے نفس پر اتارا اور زعم کیا کہ وہی احمد ہے جن کی بشارت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی۔ پھر اپنے نفس کو بہت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل بتانا شروع کیا۔**

پھر جب اس سے مواخذہ ہوا کہ تو اپنے آپ کو رسولِ خدا عیسیٰ علیہ السلام مثیل بتا رہے تھے اور جن کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے جیسے مردوں کو چلانا، مادر زاد اندھے کو اچھا کرنا، مٹی سے ایک پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارنا، اس کا حکم خدائے عزوجل سے پرندہ ہو جانا، تو اس کا یہ جواب دیا کہ عیسیٰ یہ باتیں مسمرینم سے کرتے تھے اور لکھا کہ میں ایسی باتوں کو اگر مکروہ نہ جانتا، تو میں بھی کر دکھاتا اور جب اس کی پیش گوئیوں میں اس کا جھوٹ کثرت

سے ظاہر ہوا، تو اپنی اس بیماری کی دوا یہ نکالی کہ پیشگوئیاں جھوٹی ہو جانا کچھ نبوت کے منافی نہیں کہ پہلے چار سو انبیاء کی پیشگوئیاں جھوٹی ہو چکی ہیں۔ یونہی شقاوتوں کی سیرھیال چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ انہیں جھوٹی پیشگوئیوں میں سے واقعہ حدیبیہ کو گنا دیا۔ پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عیب اور خرابیاں بتانا شروع کیں، یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ تک ترقی کی جو صدیقہ ہیں اور خدا و رسول کی گواہی سے چینی ہوئی اور ستھری اور بے عیب ہیں اور ان کی پاک بتوں کو اپنی طرف سے اپنے نصیث رسالوں میں وہ عیب لگائے کہ مسلمان پران کا نقل کرنا بھی گراں ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انہیں میں ہیں وہ جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں یہ ایک طائفہ تیا نکلا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے، تمام احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحتاً باطل اور ناقابل عمل بتایا ہے اور صرف قرآنِ عظیم کے اتباع کا ادعا رکھتا ہے اور حقیقتاً خود قرآنِ عظیم کا منکر و مبطل ہے۔ اس گروہ نے اپنی نماز بھی جدا گھڑی ہے جس میں ہر وقت کی صرف دو ہی رکعتیں ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

انہیں میں ہے وہ بے ادب و گستاخ طائفہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شانوں میں گستاخانہ زبان کھولتا ہے۔ یہاں تک کہ تبرائعی ان حضرات عالیات پر سب دشمن ان کا عام شیوہ ہے، بلکہ باستثنائے چند سب کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دیتا ہے۔ حضراتِ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت راشدہ کو خلافتِ غاصبہ قرار دیتا ہے اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ان حضرات کی خلافتیں تسلیم کیں اور ان کے مدائح و فضائل بیان کیے، اس کو تقیہ و بزدلی پر محمول کرتا ہے، اسی گروہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ائمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید جو بفضلِ الہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ اس میں کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں امیر المؤمنین حضرت

عثمان غنی یا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کم کر دیں یا بڑھا دیں یا بدل دیں۔
اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل کوئی حکم دیتا ہے، پھر یہ معلوم کر کے کہ
مصلحت اس کے غیر میں ہے پچھتا تا ہے اور حکم بدل دیتا ہے۔

اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم الہی کی تبلیغ میں تقیہ
فرمایا، یعنی حق کو چھپایا یا کچھ کچھ بیان کر دیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انہیں میں ہیں وہ اشقیاء کہ بات بات پر مسلمانوں پر حکم شرک جھڑتے اور عامہ مومنین
کو بلا وجہ کافر و بدعتی، مشرک و جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ یہ وہ نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں حادث ہوا۔
جس نے امت میں بہت شدید فتنے پھیلانے، علماء کو قتل کیا، صحابہ کرام و ائمہ و شہداء کی
قبریں لکھوڑ ڈالیں، روضۃ النور کا نام صنم اکبر رکھا، یعنی بڑا بت اور طرح طرح کے ظلم کیے۔
اس گروہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر مشرک ہے۔
اس مذہب کا رکن اعظم شعائر اللہ کی توہین اور محبوبانِ خدا کی تذلیل ہے۔

اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہی گروہ ہر پاگل اور
چوپائے کے لیے علم غیب مان کر صاف کہتا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
تھا، ایسا علم تو ہر پاگل اور جانور کو ہوتا ہے۔

اسی گروہ کے نزدیک ابلیس لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ
ہے۔ ابلیس کی وسعتِ علم کو نصِ قطعی سے ثابت کہتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی وسعتِ علم کو باطل و بے ثبوت مانتا ہے۔ ان کے لیے وسعتِ علم کو خالص مشرک
بتاتا، مگر ابلیس کو وسعتِ علم میں خدا کا شریک ٹھہراتا ہے۔

یہ گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے۔ خاتم النبیین
کے معنی میں تحریف کرتا اور معنی آخر النبیین لینے کو عوام کا خیال بتاتا ہے۔ یہی گستاخ
فرقہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننے اور اس کا دیدار بلا کیف ماننے

کو صراحتاً بدعت و ضلالت و گمراہی ٹھہراتا اور یوں تمام ائمہ کرام و پیشوایان مذہب اسلام کو معاذ اللہ بدعتی گمراہ بتاتا ہے۔ اسی گستاخ گروہ کے ایک بے باک سرغنہ نے اپنی کتاب میں جا بجا صراحتاً اولیاء و انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام و الثنا کو ناکارے لوگ کہا اور انہیں معاذ اللہ تعالیٰ عاجز و بے اختیار، بے خبر و نادان چوہڑے چمار سے ذلیل رکھا۔ ان کی راہوں کو جہنم کی راہیں بتایا۔ ان کے مزاراتِ طیبہ پر حاضری اور ان سے استعانت کو شرک ٹھہرایا، بلکہ صاف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو اور ان کی ایسی ہی تعظیم کرو جیسی بڑے بھائی کی، بلکہ صراحتاً لکھا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ اس پر بھی گستاخ کا دل ٹھنڈا نہ ہوا، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کر کے لکھ دیا کہ وہ تو معاذ اللہ مکر مٹی میں مل گئے۔ اس سے بڑھ کر گستاخی یہ کی کہ نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے ان کا تصور کرنے کو ظلمات بالائے ظلمات، کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کرنے کے خیال سے بھی بڑا اور اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں بہت تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتایا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ الغرض خدا اور رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم و محبوبانِ خدا کی تعظیم و توقیر و عزت و حرمت کی جگہ ان کے دلوں میں توہین و تذلیل اور بے عزتی بھری ہوئی ہے۔ اعدنا اللہ تعالیٰ منها۔

اور انہیں میں ہیں وہ جہلا کہ بے پڑھے یا چند کتابیں پڑھ کر یا بخاری و مسلم وغیرہ کتب احادیث کا ترجمہ دیکھ کر بزعم خود عالم بن کر ائمہ دین سے بے نیاز ہو بیٹھے اور مسلمانوں میں نفرت پھیلانے اور اختلافات بڑھانے کے لیے اپنی دوکانیں علیحدہ جما بیٹھے۔ یہ فرقہ ضالہ تقلید ائمہ دین کا دشمن اور بے چارہ عوام اہل اسلام کے لیے راہزن ہے۔ یہ گروہ مذہب اربعہ کو چوراہا، ائمہ دین ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہراتا، شرارِ یہود و کفار کے حق میں جو آیتیں اتریں، انہیں امت محفوظہ و مرحومہ کے علماء و عوام مسلمین پر ڈھالتا اور سچے

مسلمانوں کو کافر و مشرک بتاتا ہے۔ ان کے عقائد زائفہ کا حاصل یہ ہے کہ عالم میں وہی مشیت ذلیل، موحد مسلمان ہیں، باقی تمام بلاد اسلامیہ میں امت مرحومہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرڈوں، اربوں آدمی جو ائمہ اربعہ کی فروع تقلید کرتے ہیں، ان کے نزدیک کافر و مشرک جہنمی ہیں۔ پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت جل جلالہ، وارا کین امت واساطین ملت و حاملان شریعت و کاملان طریقت حنفیہ و مالکیہ، شافعیہ و حنبلیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین داخل ہیں، ان کے نزدیک معاذ اللہ سب کفار و مشرکین مٹھہرے کہ معاذ اللہ تعالیٰ تقلید شخصی ان کے مذہب نامہذب میں کفر و شرک ہے۔

مسلمانو! اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صد ہا برس سے لاکھوں علماء اولیاء، محدثین، فقہاء، عامہ اہل سنت و اصحاب حق و ہدیٰ، تقلید ائمہ اربعہ کا غاشیہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی اور کوئی حنبلی ہے، یہاں تک کے فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ان چار مذہب میں منقسم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔ بالجملہ اصلاً محل شبہ نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں، کرڈوں، علماء و اولیاء و صلحاء و اصفیاء بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علی مولہا و علیہا الصلوٰۃ والسلام کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک مٹھہرا یا —
والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

پھر بیباک اتنے کہ جو چاہا کہہ دیا، نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام۔ اجماع ائمہ تو کس چیز کا نام۔ پھر بات بنانے کو احیاء و اموات پر ہزاروں افتراء و بہتان کرنا، فرضی کتابوں سے سند لانا، خیالی عالموں کے نام گڑھ لینا، نقل عبارات میں قطع و برید کرنا، احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا، قرآن و حدیث کو آپ سمجھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا

پرکھنا، حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کہہ دینا، ان کا عام وتیرہ اور شب و روز کا وظیفہ ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ والمسلمین من شرھم وشرالشیطن اجمعین۔
 بالجملہ جملہ فرق ضالہ کہ راہ ہدیٰ کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کو اپنا امام بنا بیٹھے اور خود اپنی تراشیدہ ادہام و خواہشات کے غلام ہو کر رہ گئے، وہ ہر وقت اسی فکر میں ہیں کہ مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشمے اُبلیں، ان میں اختلاف و مخالفت کی بلائیں بھڑکیں اور پرتلاہر و عیاں ہے کہ جہاں ان کا فتنہ پہنچا، مسلمانوں میں نفاق پھیلا، خصوصاً ان شہروں کی توپوری شامت جہاں ان فرق ضالہ کی کثرت۔ کچھ دینِ قدیم پر جھگڑ رہے ہیں، کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں۔ گھر گھر فتنے آئے دن فساد، عیش تلخ، چین برباد خانہ، گھرانوں میں جدائی ہے، توکنبہ والوں اور رشتہ داروں سے لڑائی، بھائی بھائی کا دشمن ہے، تو بہن بہن کے لیے گویا کہ سوکن۔ ایک دوسرے کے درپے آزار ہے۔ ایک دوسرے سے محو پیکار ہے۔ غرض افتراق و انشقاق کا بازار گرم و رواں اور ہر ایک کی زندگی وبال جان ہے۔

اے شمع رسالت کے پروانہ! اسلام ہمیں تفریق نہیں سکھاتا۔ ہاں یہ بتاتا ہے کہ جسے تم اتحاد بین المسلمین کا دشمن پاؤ تنکا توڑ اس سے الگ ہو جاؤ، ورنہ تم بھی انہیں میں شمار کیے جاؤ گے، انہیں کے ساتھ غضب و عذاب الہی کی رستی میں باندھے جاؤ گے۔ صراطِ مستقیم سے بھٹک جاؤ گے، دینِ قدیم سے بہک جاؤ گے۔ دُنیا میں جس گروہ جس جمعیت، جس جماعت کی گنتی چڑھاؤ گے، جس انجمن جس کانفرنس کی رونق بڑھاؤ گے، قیامت کے روز انہیں میں اٹھائے جاؤ گے۔

بھائیو! یہ میں نہیں کہتا، قرآنِ عظیم فرماتا ہے: اَنْتُمْ اِذَا مَثَلْتُمْ اِیْسُوں کے لکچروں پر جھمگٹ والے ان کے جلسوں میں شرکت کرنے کے سب انہیں کے مثل ہیں اور فرمایا ذُرُّهُم وَاِیْفُتْرُوْنَ تو انہیں اور ان کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے اور

ایسوں کی باتوں کی طرف کان لگانا ان کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ ان کی ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی ان جیسے ہو جائیں۔ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ
وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ -

یہاں بعض لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں، ہم پر ان کا کیا اثر ہوگا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو دجال کی خبر سُنئے، اس پر واجب ہے کہ اس سے دُور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی کے پاس جاتے گا اور خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں، یعنی مجھے اس سے کیا نقصان پہنچے گا، وہاں اس کے دھوکوں میں پڑ کر اس کا پیر و ہو جاتے گا۔ پھر کیا دجال ایک اسی دجال اجث کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے۔ عاشر تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب ہی سے دُور بھاگنے کا حکم فرمایا اور اس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ
الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَأَيَّاكُمْ وَ
إِيَّاهُمْ لَا يُصِلُونَكُمْ وَلَا يَفْتَنُونَكُمْ -

(آخر زمانے میں دجال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمہارے پاس لائیں گے، جو نہ تم نے سنیں، نہ تمہارے باپ دادا نے، تو ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم شریف)، بھائیو! تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ سمجھتے ہو، یا تمہارا رب عزوجل تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تو یہ احکام ہیں اور تمہاری یہ لاپرواہیاں اور غفلتیں۔

مسلمانو! اللہ عزوجل جلالہ سچا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ان کا کلام سچا۔ اگر تم اپنے رب، اپنے قرآن اور اپنے نبی پر سچا ایمان رکھتے ہو، تو اپنا ایمان سنبھالو۔ اپنے اعمال سنوارو، اپنی طاعت و عبادت کی حفاظت کرو اور اپنے رب، اپنے قرآن، اپنے نبی کی عزت و عظمت پیش نظر رکھو اور خوب یاد رہے کہ شیطان تمہارے ایمان کی تاک میں ہے اور شیطان آدمی ہو خواہ جن، اس کا قابو اسی وقت چلتا ہے۔ جب ان سے میل جول برتتے ان کی تقریر و تحریر دیکھتے اور تنکا توڑ ان سے علیحدہ ہو جاتے ان کی بات پر کان نہ لگاتے، تو وہ خبیث اپنا سامونہ لے کر رہ جاتا ہے۔

الہی اسلامی کلمہ پڑھنے والوں کی آنکھیں کھول اور اے رب ہمارے ہمیں توفیق خیر دے۔ آمین۔

(ملقطا من الفتاویٰ الرضویہ)

موعظۃ للمتقین

ضروریات دو قسم پر ہیں:

ضروریات دین؛ ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی سے (جن کی دلالت اپنے مدلول پر ایسی قطعی اور جن سے اس مدلول کا ثبوت ایسا واضح ہو جس میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کی (راہ) ہو۔ ان کا منکر کافر خارج از اسلام ہوتا ہے۔

دوم ضروریات مذہب اہلسنت؛ ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ اگرچہ بوجہ احتمال تاویل، منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ ان کا گمراہ بد مذہب اہل سنت سے خارج ہوتا ہے۔ اسلام سے نہیں، تو جو بدعتی منکر ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے، اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں

ایک ورق ہو جائے۔ بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہِ خدا پر دے۔ لا واللہ ہرگز ہرگز مقبول نہیں، جب تک حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے، تصدیق نہ کرے۔ ضروریات دین اگر مثلاً ہزار ہیں، تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہی ہے جیسا نوسوننا نوحے کا۔ آجکل جس طرح بعض بددینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کا اطلاق کرتے ہیں اور مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے، حالانکہ خود اصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ فقد باء بعد اهدھما۔ یعنی یہ کلمہ دونوں میں سے ایک پر پڑے گا۔

یوں ہی بعض ملامتوں پر یہ بلا ٹوٹی کہ ایک دشمن خدا سے صریح کلمات توہین آقائے عالمین حضور پر نور صید المرسلین اکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ضروریات دین سے انکار سنتے جائیں اور اسے سچا پکا مسلمان بلکہ ان میں کسی کو افضل العلماء، کسی کو امام الاولیاء مانتے جائیں، یہ نہیں جانتے یا جانتے ہیں، تو یہ جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر ضروریات بھی کفر نہیں، تو بت پرستی میں کیا زہر گھل گیا ہے۔ وہ بھی آخر اسی لیے کفر ٹھہری کہ اول ضروریات دین، یعنی توحید الہی جل وعلا کے خلاف ہے۔ کہتے ہیں وہ کلمہ گو ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے، ہم کیونکر اسے کافر کہیں، ان لوگوں کے سامنے اگر کوئی کلمہ پڑھے، افعال اسلام ادا کرے۔ بایں ہمہ دو خدا مانے شاید جب بھی کافر نہ کہیں گے، مگر اس قدر نہیں جانتے کہ اعمال تو تابع ایمان ہیں۔ پہلے ایمان تو ثابت کر لو، تو اعمال سے احتجاج کرو، ابلیس کے برابر تو یہ مجاہدے کا ہے کوہوتے، پھر اس کے کیا کام آتے جو ان کے کام آئیں گے۔ آخر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کی کثرتِ اعمال اس درجہ بیان فرمائی کہ :

تَحْقِرُونَ صَلَاتِكُمْ عِنْدَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَاكُمْ عِنْدَ صِيَا مِهِمْ

اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(یعنی تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے سامنے حقیر جانو گے)
پھر ان کے دین کا بیان فرمایا کہ :

يَهْرَقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَهْرَقُ السُّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ

(یعنی دین سے ایسے نکل جاتیں گے جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے کہ واپس نہیں آتا)
رہی کلمہ گوئی، تو مجرذ زبان سے کہنا ایمان کے لیے کافی نہیں، منافقین تو خوب زور شور سے
کلمہ پڑھتے ہیں، حالانکہ ان کے لیے فی الدرك الاسفل من النار کا فرمان ہے۔ والعیاذ باللہ۔
الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات دین کہاں۔
بالجملہ ایسوں سے نہ کسی حالت میں گھال میل رکھنا جائز نہ پاس بیٹھا جائز نہ بٹھانا جائز نہ
ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز، نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز۔

قَالَ اللهُ تَعَالَى وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ

(جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا، وہ انہیں میں سے ہے)

هُدَانَا اللهُ تَعَالَى إِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ وَدِينِ هَذَا النَّبِيِّ الْكَرِيمِ

عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ وَثَبَّتْنَا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

لہ اس صریح، معقول، مناسب اور ضروری انتظام کا نام بعض کوتاہ نظروں، عقل کے دشمنوں
نے جو تنگ نظری رکھا ہے، وہ خود اس قابل ہیں کہ ان کی عقلوں کا ماتم کیا جائے۔ سبحان اللہ!
و بانی بیماریوں میں پرہیز و احتیاط کا نام تو فخر کے ساتھ "اصول حفظان صحت" رکھا جائے اور جو انتظام
کفر و طغیان سے بچنے کے لیے کیا جائے، اس کا نام تنگ نظری پڑ جائے۔

عقل دشمنی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔ ۱۲

قند مکڑ

نماز پنجگانہ کے کچھ اور فضائل

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

۱۔ اے لوگو! تم اپنے گناہوں کی آگ میں جلتے ہو، مگر جب تم نے فجر کی نماز پڑھ لی تو وہ آگ بجھ گئی، پھر صبح سے ظہر تک تم اپنے گناہوں کی آگ میں جلتے ہو، مگر ظہر کی نماز سے وہ آگ بجھ جاتی ہے۔ پھر ظہر سے عصر تک تم گناہوں کی آگ میں جلتے ہو، مگر جب تم نماز مغرب ادا کرتے ہو، وہ آگ سرد ہو جاتی ہے۔ پھر مغرب سے عشاء تک تم گناہوں کی بجھکتی آگ میں جلتے ہو، لیکن جب تم عشاء کی نماز ادا کر لیتے ہو، تو وہ آگ گل ہو جاتی ہے اور تم پاک صاف ہو کر سوتے ہو۔ پھر سونے کی حالت میں تم پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ یہاں تک کہ تم جاگ اٹھو (ترغیب)

۲۔ جب نماز کا وقت آتا ہے، تو ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ لے لوگو! اٹھو گناہوں کی جو آگ تم نے جلائی ہے، اس پر پانی ڈالو اور اسے مجھادو۔ نمازی اٹھتے ہیں، وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں، اس سبب سے ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ان پر رحمت و مغفرت اترتی ہے۔ (کنز العمال)

۳۔ جس وقت بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس کے سارے گناہ گٹھری کی شکل میں باندھ کر اس کے سر پر رکھ دیے جاتے ہیں اور جب بندہ رکوع میں جاتا ہے، تو وہ سارے گناہ گر جاتے ہیں۔ گناہ بندہ ہشاش بشاش کھڑا ہوتا اور کہتا ہے:

سمع الله لمن حمدہ (کنز العمال)

۴۔ بندہ جب نماز میں رکوع کے لیے جھکتا ہے، تو وہ اپنے وزن کے برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب پاتا ہے اور جب رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتا ہے تو ساری آسمانی کتابوں کی قرآت کا ثواب پاتا ہے (مجالس سینہ)
۵۔ نمازی کے لیے تین کرامتیں ہیں:

(ا) جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمتِ الہی کی گھٹا چھا جاتی ہے، نیکیاں مینہ کی طرح برسائی جاتی ہیں۔
(ب) ملائکہ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

(ج) ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے نمازی بندے اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے ہمکلام ہے، تو واللہ قیامت تک سلام پھیرنے کا نام نہ لے۔ (تنبیہ الغافلین)
۶۔ اے انسان تیرے برابر کون ہو سکتا ہے، تو جب چاہے بارگاہِ الہی میں داخل ہو جائے تجھے کسی اذن کی ضرورت نہیں۔ عرض کیا گیا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ بندہ وضو کرے اور محرابِ عبادت میں جا کر نماز کی نیت باندھ لے۔ (مجالس سینہ)

۷۔ جو شخص رات کی اندھیروں میں مسجد میں نماز کے لیے جائے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نورِ کامل عطا فرما کر اپنی بارگاہ میں بلائے گا۔ (زواجہ)
۸۔ جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے، تو یہ تکبیر زمین سے آسمان تک ہر چیز کو خوش کر دیتی ہے (کنز العمال)
۹۔ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔ (جامع الصغیر)
۱۰۔ جب آسمان سے کوئی بلا نازل ہوتی ہے، تو مسجد میں آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے۔
۱۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرتا ہے، اللہ عزوجل نوحیروں سے اس کا اکرام فرماتا ہے:

۱۔ اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔

۲۔ اسے تندستی عطا فرماتا ہے۔

۳۔ فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۴۔ اس کے اہل و عیال میں برکت ہوتی ہے۔

۵۔ اُس کے چہرے پر نیکوں کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

۶۔ اس کا دل نرم کر دیا جاتا ہے۔

۷۔ وہ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

۸۔ جہنم سے نجات پائے گا۔

۹۔ اور جنت میں ایسے لوگوں کا قرب اُسے نصیب ہوگا، جن کے بارے میں وارث ہے کہ

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ط (منہیات)

۱۲۔ تنبیہ الغافلین میں فرمایا کہ:

فما ز: الشکر کی رضا کا سبب ہے

؛ فرشتوں کی محبوب چیز ہے

؛ انبیاء کی سنت ہے ، عرفان الہی کا لور ہے

؛ دعا کی قبولیت کی موجب ہے

؛ رزق کی برکت ہے ، ایمان کی جڑ ہے

؛ بدن کی راحت و صحت ہے۔

؛ دشمن کے لیے ہتھیار ہے۔

؛ نمازی کی شفیع ہے ، قبر کا چراغ ہے

؛ وحشت میں دل بہلانے والی ہے ، منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے۔

؛ اندھیرے کی روشنی اور جہنم کی آڑ ہے۔

؛ میزان عمل کا وزن ہے اور جنت کی کنجی

؛ قیامت کی اس جان گداز دھوپ کا سایہ ہے۔

کتاب الطہارۃ

وضو، غسل، تیمم اور مسح کے

احکام و مسائل



طہارت کا اسلامی نظام

جسمانی طہارت پاکیزگی و پاکیزگی جس کی جانب شریعت مطہرہ محمدیہ نے قدم قدم پر توجہ دلائی۔ قرآن کریم و احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ والسلام نے جا بجا اس کی تاکید فرمائی، انسانی صحت و تندرستی کے لیے ایسی ضروری و مفید چیز ہے جس کی ضرورت و افادیت کا کوئی عقل سلیم و فہم مستقیم انکار نہیں کر سکتی۔ طبی نقطہ نگاہ سے وضو و غسل پر بحث کرنا اس مختصر رسالہ میں ہمارا مقصود نہیں، لیکن اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ اسلام نے جسمانی پاکیزگی اور بدنی طہارت کا جو نظام قائم فرمایا اور امت کو تعلیم فرمایا ہے، وہ اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیات رکھتا ہے جس کا جواب کسی اور دین میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ امر تو بدیہی ہے کہ انسان اگر اپنی صحت و تندرستی کو برقرار رکھنا اور اپنے بدن کو جسمانی امراض اور خبیث بیماریوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، تو اس کو اپنے جسم و لباس و مکان و نشست گاہ وغیرہ کا خاص خیال رکھنا اور موقع بموقع بلکہ روزانہ اس کی صفائی کرتے رہنا ضروری و لازمی امر ہے۔ انسان کا جسم گوشت پوست اور ہڈیوں سے تعمیر کردہ ایک مکان ہے۔ مسلسل دنیاوی کاروبار، محنتیں اور مشقتیں ایسی چیزیں ہیں جو انسانی جسم پر غلاظت و کدورت جمع کر دیتی ہیں اور اگر ان کی جانب توجہ نہ دی جائے تو جسمانی ساخت بھی کمزور و مضمحل ہو کر برباد و زیر خاک ہو جاتے۔ انسان کے وہ اعضا جو عام طور پر کھلے رہتے اور کپڑوں سے باہر رہ کر گرد آلود ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کی صفائی کا خیال نہ رکھا جائے، تو قلیل عرصہ میں جسمانی نظام و تباہ و برباد ہو جاتے اور انسان صاحب فراش بن کر رہ جاتے۔ منہ کی صفائی کا خیال نہ کریں، تو معے، جگر اور گلے کی بہت سی بیماریاں جسم میں پیدا ہو جاتیں۔ دانتوں کی صفائی نہ کی جائے، تو انسان پائیریا وغیرہ

خبیث و موذی امراض کا شکار بن جائے۔ ناک کو مواد غلیظہ اور اس کی ریزش سے صاف نہ رکھا جائے، تو ذہن کی بلا دت، عقل کی کسبکی وغیرہ شکایات رونما ہو جائیں۔ ہاتھ منہ نہ دھوئیں، تو گرد و غبار جمع ہو کر اس کا رنگ و روپ بگاڑ دیں، خون میں فساد پیدا ہو جائے، انسان پھوڑے پھنسی وغیرہ کا ہمیشہ شکار رہے۔ غرض یہ کہ جسمانی صحت و تندرستی کے لیے ان اعضاء کو بار بار دھونا، ان پر پانی بہانا اور تر رکھنا ضروری ہے جو غبار آلود ہوتے رہتے ہیں۔

اور اسلام جس طرح روحانی امراض سے نجات بخشتا ہے اور انسان کو روحانی نسخوں کے ذریعے اس کے باطن کو پاک صاف رکھتا ہے، وہ جسمانی اور ظاہری طہارت کی طرف بھی خاص توجہ دلاتا اور اس کے لیے مستقل بابوں میں دستور و قوانین بیان فرماتا ہے تاکہ اسلام کے نام لیوا ان دستوروں کو اپنائیں اور اپنی صحت و تندرستی کی خاطر بھی انہیں عمل میں لائیں، اس لیے جسمانی طہارت کے لیے جس کے بعد انسان بارگاہِ الہی میں حاضری کے قابل ہو سکے۔ اسلام نے وضو اور غسل کے احکامات صادر فرمائے۔ پھر چونکہ جسم کی پلیدی و ناپاکی سے نفس میں تاریکی پیدا ہوتی اور اس میں وحشت و درندگی کے آثار مجتمع ہو جاتے ہیں، اس لیے اعضاء جسم کو ہر قسم کی ناپاکی و غلاظت سے پاک و صاف رکھنا شریعتِ مطہرہ نے ضروری قرار دیا تاکہ انسان اپنے ظاہر کی اصلاح و تعمیر میں مصروف رہ کر تزکیہ باطن اور روحانی پاکیزگی کی طرف بڑھتا رہے۔ اس کے لیے عام طور پر بعض اعضاء جسم کا دھونا کافی ہے اور خاص حالات میں تمام جسم کو پاک کرنا۔

وضو و غسل اسی اصل کی دو فرعیں ہیں اور دونوں فطرتِ انسانی کے مطابق و موافق اسی لیے تمام اہل عالم کی متمدن و مہذب قومیں حسب ضرورت اس کی پابند ہیں، بلکہ ملل و ادیان سابقہ بلکہ مشرک قومیں بھی اسلام کے ظہور سے پہلے ضرورت کے مطابق

کبھی اعضا جسم دھونے پر کفایت کہتی تھیں، کبھی تمام جسم پر پانی بہانا مفید و بہتر مانتی اور عمل میں لاتی تھیں۔ شریعتِ مطہرہ نے اس نظام کو بہترین صورت میں امت کو تعلیم فرمایا اور سچگانہ نماز ادا کرنے کے لیے وضو اور مخصوص حالتوں میں غسل کرنے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ حدث اکبر یعنی جنابت قلیل الوقوع اور کثیر التلوث ہے۔ یہاں تمام بدن کا دھونا نفس پر بار و شاق نہ گزرے گا، بلکہ یہ نشاط قلب و سرور روح کا باعث ہوگا اور حدث اصغر کے مقابل وضو رکھا، اس لیے کہ یہ کثیر الوقوع قلیل التلوث ہے، اس میں نفس کو کسی قدر تنبیہ کافی ہے جو اعضا بدن دھونے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر یہ ہمارا دن کا تجربہ اور شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ منہ اور سر پر پانی ڈالنے سے نفس پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ مدہوش آدمی کے چہرے پر پانی کی کچھ بوندیں فوراً اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ سوتے ہوئے آدمی کو بیدار کرنے اور اس کے پراگندہ و خوابیدہ حواس کو بروئے کار لانے کے لیے اسی پانی کے معمولی چھینٹے، مارگزیہ کے لیے تریاق اثر رکھتے ہیں۔ صبح سونے سے بیدار ہو کر ہاتھ منہ دھو ڈالنا اور دن بھر کی محنت و مشقت تھیلنے کے بعد شام کو بدن پر پانی بہا دینا، طبیعت کو ہمیشہ بشارت بشارت کرتا اور کسمندی کو دور کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسانی خواہشات نفسانیہ انسان کو کسمند بنا دیتی اور اسے درندگی و وحشت کی طرف لے جاتی ہیں۔ نفس میں وحشیانہ خصائل پیدا ہو جاتے ہیں، نافرمانی و کشری کے جذبات اُبھرتے ہیں اور انسان کو شتر بے مہار بنا دیتے ہیں۔

اور جس طرح اکثر ناتوان کہ نشست و برخاست کی طاقت نہیں رکھتے۔ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں رہتے۔ بعض اوقات غیرت و حمیت یا غصہ سے بے قابو ہو کر ایسے بڑے بڑے کام کر بیٹھتے ہیں کہ اگر نگاہوں کا مشاہدہ نہ ہو تو عقل اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ یونہی قدرت ربانیہ نے پانی میں کچھ ایسی طاقتیں پنہاں فرمائی ہیں کہ شہوات نفسانیہ کا زور توڑ دیتی ہیں۔ بالفاظِ دیگر وضو یا غسل وہ مبارک چیزیں ہیں جو انسان میں

اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ پیدا کرتی اور آنکھوں دیکھے سرکش سے سرکش انسان کی حالت میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیتی ہیں اور انسان بہت سی بد عادتیں چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ الغرض جب طہارت کی کیفیت نفس میں خوب راسخ ہو جاتی ہے، تو ملکوتی انوار اس کے قلب و قالب میں بس جاتے ہیں اور انسان کا ظاہر و باطن کندن بن جاتا ہے۔ سینہ کی پاکیزگی و طہارت کی تجلیوں سے منور رہتا ہے۔ خیالات میں بلندی اور کردار میں بلند آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بہمیت کا تاریک حصہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ نفسِ امارہ کی سرکشی مردہ ہو جاتی ہے۔ فرمانبرداری و اطاعت کے جذبات بیدار ہو جاتے ہیں۔ اس کی خوابیدہ قوتیں جن سے وہ بہترین اور مفید کام انجام دے سکتا تھا، پھر اعمالِ خیر کی طرف انسان کی راہ نماں کرتی اور اسے سعادتِ اخروی کی طرف لے جاتی ہیں اور جب کوئی آدمی وضو، غسل سے متعلق ظاہری و باطنی آداب کا لحاظ رکھتا اور انہیں عمل میں لاتا ہے، تو ملکوتی انوار اس پر غالب آجاتے ہیں اور یہ خاکی انسان ملائکہ آسمان سے بازی لے جاتا ہے۔

تنبیہ

حکمِ حکمت کے لیے ہوتا ہے، مگر حکمت پر اس کا مدار نہیں رہتا۔ بندہ کو حکم کا اتباع کرنا چاہیے۔ حکمت جو اسے معلوم ہے موجود ہو یا نہ ہو جیسے سفر میں دورِ کعبت کی تحفیف اس حکمت کے لیے ہے کہ سفرِ مشقت ہے اور مشقت آسانی کی طالب پھر اگر بادشاہ وقت کو سفر میں کوئی مشقت نہ پہنچے، بلکہ سیر و شکار سے اور زیادہ راحت و فرحت ہو، جب بھی قصر ہی کرے گا کہ اسے حکم سے کام ہے نہ کہ حکمت سے۔

(فتاویٰ رضویہ)

طہارت و پاکیزگی

اسلام میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا مرتبہ اصول کا ہے، یعنی انہیں سمجھ لینا اور ان کے متعلق پختہ عقیدہ رکھنا نفس کے کمال کا موجب بلکہ اصل ایمان ہے اور انہیں، عقائد کہا جاتا ہے اور کچھ چیزیں وہ ہیں جو ان اصول و عقائد کو خوب چمکا دینے والی اور ان کی محافظ ہوتی ہیں، انہیں اعمال کہا جاتا ہے۔ اس کی درستی، عقائد کی صحت پر متفرع ہے، یعنی عبادت کی اصل ایمان ہے۔ بغیر ایمان، عبادت بیکار کہ جڑ ہی نہ رہی تو پھیل، پھول کہاں سے آئیں گے۔ درخت اسی وقت پھیل، پھول لاتا ہے کہ اس کی جڑ قائم ہو۔ جڑ جدا ہو جانے کے بعد آگ کی خوراک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کافر زبان سے کلمہ پڑھتا ہو، لاکھ عبادت کرے، اس کا کیا دہرا سا رابا د اور وہ جہنم کا ایندھن ہو گا۔ بہترے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں، بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں، مگر ازال جا کہ ایمان نہیں کیا فائدہ۔ اصلاً بارگاہ الہی میں قابل قبول نہیں۔ اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنۢ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا

(انہوں نے جو کچھ اعمال کیے ہم اس کے ساتھ یوں پیش آئے کہ اسے بکھرے ہوئے ذرے کی طرح کر دیا)

بیہقی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بد مذہب کی نماز قبول کرے۔ نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد نہ فرض، نہ نفل، بد مذہب دین سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔ فرض اعمال کو اگر ایک عمارت کہیے، تو ایمان و عقیدہ اس کے لیے بنیاد و اساس ہے۔ ہمارے تمام اعمال اسی بنیاد پر قائم ہیں، تو مقبول و قابل اعتماد

ہیں۔ ہمارے جملہ افعال و حرکات کے خطوط اگر اسی مرکز سے متصل ہیں، تو لائق اعتبار ہیں۔ ایمان کی دولت سے جو لوگ محروم ہیں۔ قرآن کریم نے ان کے اعمال کی مثال اس راکھ سے دی جس کو ہوا کے تیز جھونکے اڑا اڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور پھر ان کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَوْمَادٍ اشْتَدَّتْ
بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ -

اور سورہ نور میں فرمایا :

أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَاءً ۗ

جنہوں نے خدا کا انکار کیا، ان کے کام سراب کی طرح ہیں، جو میدان میں ہو جس کو پیاسا پانی سمجھے اور جب وہاں پہنچے تو وہاں کسی چیز کو نہ پائے۔
الحاصل ہمارے اعمال و افعال اور نیک کرداروں کی مقبولیت کا دار و مدار ایمان پر ہے۔

پھر اعمال و عبادات میں اہم و اعظم نماز ہے اور نماز کے لیے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ بغیر اس کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ طہارت نماز کی کنجی ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے نمازی کا طاہر اور پاک ہو لینا ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،
الطَّهْرُ شَطْرُ الْإِيمَانِ - (طہارت نصف ایمان ہے)
اور رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے :

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۗ

اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے خوب پاک ہونے والوں کو، اور فرماتا ہے :

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا

(اگر تم جنبی ہو تو خوب پاک ہو جاؤ)

رب العالمین آسمان سے پانی نازل فرما کر ہم گنہگاروں پر اپنی منت رکھتا اور پاک رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔

وَيُنزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَ كُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ
رِجْسَ الشَّيْطَانِ ط

(یعنی وہ آسمان سے تم پر پانی اتارتا ہے کہ تمہیں اس سے پاک کرے اور شیطان کی پلیدی تم سے دور کرے)

اور دوسری جگہ باطہارت رہنے اور صفائی پسند کرنے والے مسلمانوں کی مدح فرماتا ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ۔
(اس مسجد قبا شریف) میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونے کو پسند رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو)

بلکہ آیت کریمہ میں غور کیجئے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور ان کی دنیا میں تشریف آوری کا منشا یہ بھی ہے کہ وہ جانِ جانِ ایمان صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص انسان کو نفس کے خصائل ذمیرہ سے پاک و صاف کر کے اس کے قلب و قالب، روح و جسد کو فضائل حمیدہ سے مزین کریں اور گندوں کو ستھرا، بُروں کو اچھا بنائیں، بلکہ قرآنِ عظیم کو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفتِ کریمہ کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ اس وصفِ کریم کو بیان فرمایا، دو جگہ سورۃ بقرہ، تیسرے آل عمران، چوتھے سورۃ جمعہ، اور آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد فرماتے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی، بیمار دلوں پر بجلی گرا دی کہ ارشاد ہوا:

وَ الْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ط
یعنی یہ نبی پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا۔ ان کی جنس کے اور لوگوں کو جو

اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔
 الحمد للہ اس آیتِ کریمہ نے صاف ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کا علم عطا فرمانا، گناہوں سے پاک ستھرا بنانا، صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے
 خاص نہیں، بلکہ قیامِ قیامت تک تمام امتِ مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محفوظ اور
 حضور کی نظرِ رحمت سے محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اقسامِ طہارت

نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:
 بُنِيَ الْمَدِينُ عَلَى النَّظَافَةِ (دین کی بنیاد طہارت پر ہے)
 یعنی بدن و روح، قلب و قالب کو ظاہری گندگیوں اور باطنی آلائشوں سے
 پاک و صاف کرنا اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔

اس لیے طہارت چار قسم پر ہے:

- ۱۔ اول - ظاہر بدن کو احداث و انجاس سے پاک کرنا۔
- ۲۔ دوئم - اعضاء بدن کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا۔
- ۳۔ سوئم - دل کو اخلاقِ ذمیمہ اور خصائلِ ناپسندیدہ سے پاک کرنا۔
- ۴۔ چہارم - باطن کو ماسوائے اللہ سے پاک کرنا۔

پھر ان درجات میں بہر طہارت اپنے ماقبل پر موقوف ہے۔ یعنی خدائے عزوجل
 کی جلالت و عظمت اور باطن میں معرفتِ الہی کا ظہور اس وقت تک ناممکن ہے جب
 تک اس کا دل، اخلاق و خصائلِ مذمومہ سے پاک اور صفاتِ محمودہ سے منور نہ ہو اور
 باطن کی طہارت اسی وقت ممکن ہے، جب آدمی اپنے اعضاء بدن کو منافی و ممنوعات

سے پاک کر کے انہیں طاعتِ الہی میں لگا دے اور اعضاءِ بدن سے احکامِ الہی کی فرماں برداری اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے آپ کو ظاہری نجاستوں اور گندگیوں سے بچائے۔

اللَّهُمَّ يَا رَبِّ طَهِّرْ قُلُوبَنَا مِنْ كُلِّ وَصْفٍ يُبَاعِدُنَا
عَنْ مَشَاهِدَتِكَ وَ مَحَبَّتِكَ

و یا حسرتا ہ کہ آج بہت مدعیانِ تہذیب و دعویدارانِ توحید نے رعونت کا نام طہارت رکھا ہے اور اپنے نفسِ خبیث و جسمِ کثیف کے سنوارنے اور اسے زینت دینے کا وہ اہتمام کیا ہے کہ گویا یہی اصل مراد، یہی گوہرِ مقصود ہے، حالانکہ ان کے باطن کبر و عجب، حرص و عداوت، ریا و نفاق وغیرہ مہلکات کی آلودگیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ زبان پر نامِ اسلام ہے اور دل میں ہادیانِ اسلام و ائمہ و علماء کرام سے نفرت تمام ہے۔ اعادنا اللہ تعالیٰ منہا۔

بالجملہ مسلمان پر واجب ہے کہ قلب و قالبِ رُوح و بدن پر جس قدر احکامِ الہیہ ہیں سب کو بجالائے۔ نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے، نہ کسی صغیرہ پر اصرار۔ نفس کے خصائلِ ذمیمہ پر کار بند نہ ہو، مثلاً دل میں بخل ہے، تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے۔ حسد ہے تو محسود کی بُرائی نہ چاہے، دزدِ حیم کے اشاروں پر مستانہ رقص نہ کرے۔ اپنا ظاہر بھی حتی الامکان آراستہ کرے، لیکن احکامِ شرعیہ کے موافق چھپنے باطن کی پاکیزگی پر توجہ دے، بالشریعتِ مطہرہ کے مطابق۔ ورنہ یاد رکھتے کہ ظاہری طہارت سے وہ مراد نہیں جو نرے ظاہر داروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمالِ جوارح پر مقصود۔ ظاہر احکامِ شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کر لیا اور متقی بن گئے۔ اگرچہ باطن مہلکاتِ آفات سے گندہ ہو رہا ہے جیسے مزبلہ (گھوڑے) پر زریفت کا خیمہ، اوپر زینت اور نیچے نجاست۔ پھر کیا یہ باطنی نجاستیں اس ظاہری اصلاح پر باقی رہنے دیں گی، حالانکہ

غرض ظاہری طہارت، باطن کی طہارت کا ایک ذریعہ ہے نہ کہ اصل مقصود، یہی ظاہری طہارت اور حسب احکام شرع بدن و جوارح کی پاکیزگی آہستہ آہستہ قلب و روح پر اثر ڈالتی اور اُسے پاکیزہ بناتی ہے، یہاں تک کہ باطن کی پاکیزگی کا اندازہ لوگ اسی ظاہری پاکیزگی سے لگاتے ہیں کہ دلوں پر اُن کی نگاہ نہیں، اسی لیے شریعت مطہرہ نے ہم اہل اسلام کو استنجاء تک کے طریقے سکھلائے، آداب بنائے اور آداب سکھائے۔ ہم اس مختصر عبارت میں صرف طہارتِ ظاہری سے متعلق کچھ احکام بیان کرتے ہیں:

استنجے کے مسائل و آداب

جب پیشاب یا پاخانے کو جائے تو مستحب ہے کہ پاخانہ سے باہر آکر یہ پڑھ لے:

۱- بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْحَبْثِ وَالْحَبَابِثِ -

(اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، پلیدی اور شیطان سے)

۲- پھر بایاں قدم پہلے داخل کرے۔

۳- نکلتے وقت پہلے داہنا قدم باہر نکالے۔

۴- اور پڑھے غُفْرَانَکَ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی دَعَا فَاِنِّیْ -

(میں اللہ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں - حمد ہے اللہ کے لیے جس نے اذیت کی چیز مجھ سے دور کر دی اور مجھے عافیت دی)

۵- پاخانہ پیشاب یا طہارت کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ ہونہ پیٹھ۔

۶- یونہی سورج اور چاند کی طرف نہ منہ ہو پیٹھ۔

۷- یونہی ہوا کے رخ پیشاب کرنا یا خود نیچے جگہ بیٹھنا کہ پیشاب کی دھارا اونچی جگہ گرے

یا سایہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں یا مسجد یا قبرستان کے پہلو میں یا جس جگہ وضو یا غسل کیا جاتا ہے یا ایسی سخت زمین جس سے پیشاب کی چھینٹیں اڑ کر آئیں، یونہی ننگے سر پیشاب پاخانہ کرنا ممنوع و مکروہ ہے۔

۸۔ کھڑے ہو کر یا لیٹ کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

تنبیہ ضروری :- نصاریٰ سے تشبہ اور ان کی سنتِ مذومہ میں اُن

کے اتباع میں آجکل بعض مدعیانِ تہذیب کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا شوق جاگا ہے

اور یہ موجب عذاب و عقوبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ

تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ اس حرکت سے نبی اور اس کے بے ادبی و جفا و خلاف

سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے میں احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔ ازال جملہ کہ

امام احمد و ترمذی و نسائی وغیرہم۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت

کرتے ہیں کہ جو تم میں سے کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب

فرماتے، اسے سچا نہ جاننا۔ حضور پیشاب فرماتے تھے، مگر بلبلٹھ کر۔

اور ابن ماجہ و بیہقی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ بزار مسند میں بسند صحیح برید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، تین باتیں

جفا و بے ادبی سے ہیں:

پہلی یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔

دوسری یہ کہ نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلاً مٹی یا پسینہ پونچھے۔

تیسری یہ کہ سجدہ کرتے وقت زمین پر (مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھونکے۔

رہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جسے نئی روشنی کے مدعی پیش کرتے ہیں،

بلکہ زمانہ حال کے ایک مولوی نماجاہل نے اسے جواز پر دلیل ٹھہرایا ہے، کہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا
(رواہ الشیخان) ائمہ کرام نے اس کے بہت سے جواب دیے:

اول یہ حدیث، حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوخ ہے
کہ قول و فعل میں تعارض ہو، قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوصاً وغیر رکھتا ہے۔
دوم اس وقت زائے مبارک میں زخم تھا، بیٹھ نہ سکتے تھے۔ یہ ابوہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا۔

پھر یہ حدیث شریف خود ہی ان مقلدان نصرانیت پر رد ہے، وہاں کافی بلندی تھی
اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا۔
سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ گزرگاہ۔ پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو کھڑا کر لیا تھا، اس طرف کا بھی پردہ فرمایا۔ اس حالت میں پشت اقدس پر بھی نظر
پڑنا پسند نہ آیا۔ ان تمام احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک ایسا منقول ہوا۔
کیا یہ نئی روشنی کے مدعی اور ان کی تائید کرنے والے جاہل مولوی ایسی ہی صورت کے مدعی
ہیں۔ سبحان اللہ کہاں وہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور ان پر
معاذ اللہ حدیث سے استدلال، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔
غرض کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں (علاوہ جفا و بے ادبی و خلاف سنت)
چار حرج ہیں:

اول: بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم و لباس بلا ضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ
حرام ہے۔

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذاب قبر کا استحقاق اپنے سر لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں، پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہے۔
سوم: رہ گزر رہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعث بے پردگی ہوگا۔ بیٹھنے میں زائے

زانوں کی اڑھو جاتی ہے اور وہ کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعث لعنت
الہی ہے (فتاویٰ رضویہ)

چہارم: یہ نصاریٰ سے تشبہ اور ان کی سنتِ مذمومہ میں ان کا اتباع ہے۔ آجکل
جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے، اس کی یہی علت ہے اور یہ موجبِ عذاب و عقوبت۔

۹۔ استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار، پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کر کے موضع

کو صاف کر دے۔ ڈھیلا ہو یا پتھر، مٹی ہو یا پرانا کپڑا، زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے۔ ہاں مٹی
یا کوئلہ یا پچی اینٹ یا ٹھیکری یا چونانہ ہو، کیونکہ یہ جنوں کی خوراک ہے۔

۱۰۔ کاغذ سے استنجا سنتِ نصاریٰ ہے اور شرعاً منع ہے، اگرچہ اس پر کچھ لکھا

نہ ہو یا ابو جہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو کہ عرف کی تعظیم لازم ہے۔

۱۱۔ نجاست جب مخرج بول و براز سے مقدار درہم زیادہ تجاوز نہ کرے، تو ڈھیلے

کافی ہوتے ہیں، لیکن ان کے بعد پانی لینا سنت ہے اور یہ سنت بھی باقی سننِ موکدہ
کے مثل ہے جس کا ترک بے شک باعثِ کراہت ہے، لیکن نماز بلا کراہت ہو جائے

گی۔ (فتاویٰ رضویہ) البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درہم سے زیادہ ہو تو اس وقت
پانی سے دھونا فرض ہے کہ دھوئے بغیر طہارت نہ ہوگی، مگر ڈھیلے لینا اب بھی سنت ہے

۱۲۔ اس حالت میں کسی مسئلہ دینی پر غور نہ کرے کہ باعثِ محرومی ہے۔

۱۳۔ پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمانوں کا منہ قرآنِ عظیم کا راستہ ہے۔

وہ اس سے ذکر الہی کرتا ہے، تو اس کا لعاب ناپاک جگہ ڈالنا بے جا ہے، البتہ وہاں
کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو، اس پر تھوکنے میں حرج نہیں۔

۱۴۔ جس ڈھیلے وغیرہ سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو، بعد خشک ہونے کے دوبارہ کام

میں لاسکتے ہیں۔

۱۵۔ بغیر ضرورت اپنی مشرگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نجاست کو دیکھے

جو اس کے بدن سے نکلی ہے اور دیر تک نہ بیٹھے کہ بواسیر کا اندیشہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶۔ پیشاب کے بعد جس کو یہ احتمال ہے کہ کوئی قطرہ باقی رہ گیا یا پھر آئے گا، اس پر استبراء یعنی کوئی ایسا کام کرنا کہ اگر قطرہ رُکا ہو تو گر جائے، واجب ہے۔ استبراء ٹہلنے سے ہوتا ہے یا زمین پر زور سے پاؤں مارنے یا داہنے پاؤں کو بائیں اور بائیں کو داہنے پر رکھ کر زور کرنے یا بلندی سے نیچے اترنے یا نیچے سے بلندی پر چڑھنے یا کھنکارنے یا بائیں کروٹ پر لیٹنے سے ہوتا ہے۔ استبراء اس وقت تک کرے کہ دل کو اطمینان ہو جائے اور عورت فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کر کے طہارت کرے۔
(مہارِ شریعت)

وضو کا بیان

فضائل وضو میں چند احادیث

۱۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ منہ اور ہاتھ پاؤں آنا وضو سے چمکتے ہوں گے، تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے، تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ گر گئے اور جب منہ دھویا، تو اس کے چہرے کے گناہ گر گئے، یہاں تک کہ پلکوں کے گناہ گر گئے اور جب ہاتھ دھوئے، تو ہاتھوں کے گناہ گر گئے، یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے گناہ گر گئے اور جب سر کا مسح کیا، تو سر کے گناہ نکلے، یہاں تک کہ کانوں کے گناہ نکلے اور جب پاؤں دھوئے، تو پاؤں کی خطائیں نکلیں۔ یہاں تک کہ ناخنوں کے، پھر اس کا مسجد کو جانا

اور نماز پڑھنا۔ مزید برآں (امام مالک و نسائی) اور امام احمد نے بسندِ حسن روایت کی کہ وہ سب گناہوں سے ایسا خالص ہو جاتے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فائدہ یہ نفیس و عظیم بشارت کہ امتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بڑی مبارک بادی اور بے نمازوں پر سخت حسرت اور نامرادی ہے۔ بکثرت احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی۔

فائدہ مہبت سے علماء فرماتے ہیں کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں اور اعلیٰ درجاتِ قدس سرہ نے فرمایا اقول تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دھلتے ہیں، اگرچہ زائل نہ ہوں۔

رکبیرہ گناہوں سے آدمی خالص توبہ و استغفار کے بغیر پاک نہیں ہوتا، ہاں وضو سے یہ کبائر دھلتے اور ہلکے ہو جاتے ہیں، یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدس سرہم کا مشاہدہ ہے (یعنی اولیائے کرام آنکھوں سے دیکھتے ہیں) کہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں اور یہ کرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے پایاں ہے اور بات وہ ہے جو خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کر کے ارشاد فرمائی کہ لَا تَغْتَوُّوا۔ اس پر مغرور نہ ہونا (انتہی)

بر مسلمان پر لازم ہے کہ رب عزوجل کی گرفت سے غافل نہ ہو، اس کے کرم سے لو لگائے اور اس کے قہر و غضب سے پناہ مانگتا رہے۔

امام اعظم کا کشف

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کہ اکابر علمائے شافعیہ سے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سرورِ علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (کہ وہ بھی شافعی ہیں) فرماتے سنا ہے کہ آدمی کو کشف حاصل ہو تو لوگوں کے وضو و غسل

کے پانی کو نہایت گھنونا اور بدبودار پائے اور کبھی اس کا دل نہ ہو کہ اُس سے طہارت کرے
جیسے تھوڑے پانی میں کتیا بلی مر جائے، تو انسان کا دل بہ گز اس سے طہارت کرنے کو
نہ چاہے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں اس پر میں نے ان سے عرض کی کہ اس سے معلوم تو ہوتا ہے
کہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف جو ماء مستعمل کو نجس مانتے ہیں کشف دالے تھے۔ فرمایا ہاں
دونوں اعظم اہل کشف سے تھے۔ امام جب لوگوں کا آپ وضو دیکھتے، بعینہ ان گناہوں
کو پہچان لیتے جو دھل کر پانی میں گرے اور جُدا جُدا جان لیتے کہ دھوون گناہ کبیرہ کا ہے
اور یہ صغیرہ کا۔ یہ مکروہ کا ہے یہ خلافتِ اولیٰ کا۔ بالاتفاق اسی طرح جیسے اجسام کو کوئی مشاہدہ کرے۔
اور فرمایا ہم کو روایت پہنچی کہ وہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے۔ ایک حوض
پر تشریف لے گئے۔ ایک جوان وضو کر رہا تھا۔ اس کا پانی جو ٹپکا امام نے اس پر نظر
فرمائی اور جوان سے فرمایا اے میرے بیٹے ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر۔ اس نے
فوراً عرض کی۔ میں اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

ایک اور شخص کا غسلہ (دھوون) دیکھ کر فرمایا۔ اے بھائی زنا سے توبہ کر۔ اس
نے کہا میں نے توبہ کی۔

ایک اور کا غسلہ دیکھ کر فرمایا شراب پینے اور منرا میر (تاشے باجے) سننے سے توبہ
کر، اس نے کہا میں تائب ہوا۔ اسی میں ہے اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلدوں
پر اپنی رحمت نازل کرے کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے حوضوں سے (کہ وہ وردہ سے کم ہوں) طہارت
کو منع فرمایا کہ وضو والوں کے گناہ اس میں دھلے ہوتے ہیں اور اپنے پیروں کو حکم دیا کہ وضو یا تو
تہر سے کریں یا کنوئیں یا بڑے حوض سے۔ اور میرے سردار علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوصف
شافعی ہونے کے اکثر اوقات ان مسجدوں کے چھوٹے حوضوں سے وضو نہ کرتے اور فرماتے کہ ان
کا پانی ہم جیسوں کے بدن کو پستی و تازگی نہیں بخشتا کہ گناہوں کے دھلنے سے گندا ہو گیا ہے۔
(فتاویٰ رضویہ)

فائدہ

گناہوں کا علاج

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جب تیرے گناہ کثیر ہو جائیں، تو بکثرت پانی پلا، ایسے گناہ جھڑ جائیں گے جیسے سخت آندھی میں پیر کے پتے۔"

۲۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: کہ میں تمہیں ایسی چیزیں بتا دوں جن کے سبب اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کر دے اور درجات بلند فرمادے۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا جس وقت وضو ناگوار ہوتا ہے، اس وقت کامل وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار، اس کا ثواب ایسا ہے جیسا کفار کی سرحد پر اسلامی شہروں کی حمایت کے لیے گھوڑے باندھنے کا۔ (مسلم شریف)

۳۔ حضرت امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سخت سردی میں کامل وضو کرے، اس کے لیے دو گنا ثواب ہے۔ (طبرانی)

۴۔ جو مسلمان وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر کھڑا ہو اور باطن و ظاہر سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، اس کے لیے جنت واجب ہے (مسلم)

۵۔ تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور کامل وضو کرے، پھر پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس

کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو (مسلم)

۶۔ جو شخص وضو پر وضو کرے، اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی (ترمذی) یعنی

دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۷۔ جس نے بسم اللہ شریف کہہ کر وضو کیا، سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک

ہو گیا اور جس نے بغیر بسم اللہ وضو کیا اس کا اتنا ہی بدن پاک ہو گا جتنے پر پانی گزرا۔

(دارقطنی، بیہقی)

۸۔ جب کوئی خواب سے بیدار ہو تو وضو کرے اور تین بار ناک صاف کرے کہ شیطان

اس کے نچھنے پر رات گزارتا ہے۔

۹۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک ایک بار وضو کرے (یعنی ایک

ایک بار اعضائے وضو دھوئے، تو یہ ضروری بات ہے اور جو دو دو بار کرے اس کو دو گنا

ثواب اور جو تین تین بار دھوئے، تو یہ میرا اور اگلے نبیوں کا وضو ہے۔ (امام احمد)

۱۰۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بندہ وضو کرتے کامل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے

گناہ بخش دیتا ہے (بخاری)

مسواک کے فضائل

- ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں، افضل ہیں، بے مسواک کی ستر رکعتوں سے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے، وہ اس نماز سے ستر حصے افضل ہے جو بے مسواک کیے پڑھی گئی۔
- ۲۔ مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تبارک و تعالیٰ کی

رضاکا۔ (احمد)

- ۳۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بندہ جب مسواک کر لیتا ہے تو پھر نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر قرأت سنتا ہے، پھر اس سے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے، اس کے منہ سے نکل کر فرشتے کے منہ میں جاتا ہے۔ اس وقت اگر کھانے کی کوئی شے دانتوں میں ہوتی ہے، تو ملائکہ کو اس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ اور شے سے نہیں ہوتی۔ (بہیقی، دیلمی، طبرانی وغیرہ)
- علماء فرماتے ہیں کہ جب منہ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام، نماز میں داخل ہونا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

- ۴۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (یعنی ان کا حکم بر شرعیات میں تھا) ۱۔ مونچھیں کترنا، ۲۔ ڈاڑھی بڑھانا، ۳۔ مسواک کرنا، ۴۔ ناک میں پانی ڈالنا، ۵۔ ناخن تراشنا، ۶۔ انگلیوں کی چنتیں دھونا، ۷۔ بغل کے بال دُور کرنا، ۸۔ موٹے زیر ناف مونڈنا، ۹۔ استنجا کرنا، ۱۰۔ کلی کرنا
- مؤلف غفرلہ کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی تقلید میں آج بجز ہمارے مسلمان بھائیوں نے ڈاڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش ایجاد کی ہے۔ کہیں ڈاڑھی مونچھ کا بالکل

صفا یا ہے تو کہیں فریخ کٹ کا دکھاوا ہے، کہیں ڈاڑھی غائب ہے، تو مونچھیں کرنل فلین، کہیں مونچھ دونوں جانب سے مونڈ کر بیچ میں تھوڑی سی باقی رکھتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو مکھیاں بیٹھی ہوتی ہیں، کہیں مونچھ لبوں پر بڑھا کر باقی ڈاڑھی کے ساتھ مونڈاتے ہیں اور کبھی متکبرین کی طرح مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں، حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی رکھنے اور مونچھ کٹانے کی سخت تاکید فرمائی۔

متعدّد احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھیں کتراؤ اور ڈاڑھیاں بڑھنے دو، آتش پرستوں کا خلاف کرو (مسلم شریف) اور یہ کہ مونچھیں خوب پست کرو اور ڈاڑھیوں کو معافی دو، یہودیوں کی صورت نہ بناؤ۔ (طحاوی شریف)

سگ ایران خسرو پرویز نے جب فرمانِ اقدس چاک کر دیا اور باذان صوبہ یمن کی معرفت دو آدمی مدینہ منورہ بھیجے۔ یہ دونوں جب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے ڈاڑھیاں منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف نظر فرماتے ہی کراہیت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمہارے لیے کس نے تمہیں اس کا حکم دیا وہ بولے ہمارے رب یعنی خسرو پرویز خبیث نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مگر مجھے تو میرے پروردگار نے ڈاڑھی بڑھانے اور لبیں تراشنے کا حکم فرمایا ہے۔

مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں کہ یہ دونوں اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے نہ احکامِ اسلام سے آگاہ تھے۔ ان کی یہ وضع دیکھ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صورت دیکھنے سے کراہیت کی تو جو مسلمان احکامِ حضورِ جان بوجھ کر ترک کئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مجوسیوں (یہودیوں، نصرانیوں) کے موافق ایسی گندی صورت بنائے وہ کس قدر حضورِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کراہیت و بیزاری کا باعث ہوگا۔ آدمی جس حال پر مرتا ہے، اسی حال پر اٹھتا ہے تو اگر روزِ

قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجوس و یہود کی سی صورت دیکھ کر نگاہ فرمانے سے کراہیت فرمائی تو یقین جان کہ تیرا ٹھکانا کہیں نہ رہا۔ مسلمان کی پناہ، امان، نجات، رستگاری جو کچھ ہے، ان کی نظرِ رحمت میں ہے۔ اللہ کی پناہ اُس بڑی گھڑی سے کہ وہ نظر کرتے ہی کراہیت فرمائیں۔ والعیاذ باللہ ارحم الراحمین۔

ڈاڑھی منڈوانے، کترانے والے حضرات بالخصوص وہ جو عالم کہلاتے اور امامت کرتے ہیں۔ اس قسم کی احادیث کو یاد رکھیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری و بے علاقگی کو ہلکانہ جانیں اور زیادہ سخت عذاب و آفت کے منتظر ہیں والعیاذ باللہ۔

یہ تراشیں اور خراشیں مشرکوں کی دیکھا دکھی مدتہا مدت کے بعد مسلمانوں میں آئیں، وہ بھی رند، اوباش اور بد وضع لوگوں میں۔ پھر ان میں جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں، اب تک اپنی اس حرکت کو مثل معاصی کے بُرا جاننے، طریقہ اسلامی سے جدا سمجھتے، بلکہ ان میں بھی بعض خوش عقیدہ، علما و غیر مُہم بزرگوں کے سامنے جانے سے شرماتے ہیں۔ الحمد للہ یہ اُن کی ایمان کی بات ہے، مگر چوری سروری والوں سے خدا کی پناہ کہ ڈاڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعارِ اسلام کے ساتھ نفسِ اسلام و ایمان بھی مونڈھ کر پھینکیں۔ (لمعة الفتحی)

۵۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا، تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرمادیتا (یعنی فرض کر دیتا اور بعض

اہ اس مضمون میں بکثرت احادیث وارد اور خود آیات قرآنیہ بھی ناطق کہ احکام تشریحیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں کر دیے گئے اور حضرت عزت جل جلالہ نے حضور انور کو یہ منصب دیا تھا کہ شہادت میں جو حکم چاہیں مقرر فرمائیں۔ احکام

شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب فرمائیں جو چاہیں ناجائز کر دیں جس پر جو چاہیں حرام فرمائیں اور جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں جس سے جو فرض معاف فرمادیں اس مسئلہ کی کمال تحقیق ائمہ

اہم اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ "الامن والعلی" میں دیکھیے۔ ۱۲ منہ عفرلہ

روایتوں میں لفظ فرض بھی آیا ہے (طبرانی)

اللہ اللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقتِ امت کا اس قدر لحاظ اور اُمت پر دشواری کا اتنا خیال ہے کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک فرض نہیں فرماتے اور چاہتے تو فرض فرماتے۔

مسلمانو! ذرا ایمان لگتی کہنا کہ کیا کسی اور امت نے بھی ایسا ہمدرد آقا پایا جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور اس نے تمام عالم کا بارتن نازک پر اٹھا لیا۔ تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا۔

تم رات دن ابو و لعب میں اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول اور وہ شب و روز تمہاری بخشش، تمہاری مغفرت اور تمہاری بھلائی کے لیے گریاں و ملول - صلی اللہ تعالیٰ و بارک علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم اجمعین۔

تو ایسی رحمت والے نبی اور ان کی لائی ہوئی ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو کراہ سمجھنا یا شامتِ نفس سے بجانہ لانا کیسی ناشکری و بے حیائی اور ایسے رحمۃ اللعالمین بالومنین رؤف و رحیم کے ذکر پاک کی مجلسوں کو بدعت و حرام کہنا کیسی بے ایمانی اور نفس پرستی ہے۔

مولیٰ عزوجل صدقہ حبیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ہمیں اور سب اہل سنت کو شریعتِ مطہرہ کی کامل پیروی کی توفیق بخشے، ہمارے اور سب اہل سنت کے دلوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت باقی رکھے اور اپنی رحمتِ محضہ سے قبول فرمائے۔ آمین! و صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔



مسواک کے نیاوی فائدے اور دینی برکتیں

مشائخ کرام فرماتے ہیں جو مسلمان مسواک کا عادی ہو، مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب ہوگا اور جو شخص ایون کھاتا ہو مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہوگا۔ بحدہ تعالیٰ مسواک کی عادت پر یہ فضل عظیم کہ ایمان پر خاتمہ نصیب ہو، جس پر تمام نتائج اخروی مترتب ہیں اور اسی پر سارے عمل کا مدار ہے۔

رب کریم اور اس کے بنی رؤف ورحیم جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص کرم ہے۔ مولیٰ عزوجل ہمیں عمل اور اس پر ہمیشگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نزہۃ المجالس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسواک میں دس برکتیں ہیں:

- ۱۔ مسواک منہ میں خوشبو لاتی ہے، ۲۔ مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے۔
- ۳۔ بلغم کو لے جاتی ہے، ۴۔ آنکھوں میں روشنی بڑھاتی ہے، ۵۔ منہ کی بدبو مٹاتی ہے، ۶۔ دانتوں کو چمکاتی ہے، ۷۔ معدے کی اصلاح کرتی ہے۔
- ۸۔ فرشتوں کو فرحت دیتی ہے۔ ۹۔ رب عزوجل کی رضا بخشتی ہے اور
- ۱۰۔ نیکیوں کو بڑھاتی ہے۔

مسواک کے مسائل

۱۔ مسواک نماز کے لیے سنت نہیں، بلکہ وضو کے لیے ہے۔ تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے، ہر نماز کے لیے اس سے مسواک کا مطالبہ نہیں، جب تک منہ میں کوئی تغیر نہ آگیا ہو، ہاں اگر وضو بے مسواک کر لیا تھا، تو اب وقت نماز مسواک کر لے۔

۲۔ مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت صاف کرنا ادائے سنت و حصولِ ثواب کے لیے کافی نہیں۔ ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا سنگین کپڑے سے صاف کر لے۔ یونہی اگر دانت نہ ہوں، تو انگلی یا کپڑا مسوڑھوں پر پھیر لے، انشاء اللہ تعالیٰ ادائے سنت کا ثواب پائے گا۔

۳۔ عورتوں کے لیے مسواک موجود ہو تو تب بھی انگلی سے صاف کرنا کافی ہے۔ ان کے لیے مسواک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے، لیکن اگر وہ نہ بھی کریں تو عرج نہیں، ان کے دانت اور مسوڑھے بہ نسبت مردوں کے کمزور ہوتے ہیں۔ (ملفوظات)

۴۔ سنت یہ ہے کہ مسواک استعمال کرنے سے پہلے دھولی جائے اور فارغ ہونے کے بعد دھو کر رکھی جائے اور کم از کم تین تین مرتبہ پہلے داہنی جانب کے اوپر کے پھر بائیں جانب کے۔ پھر داہنی جانب کے نیچے کے، پھر بائیں جانب کے نیچے کے دانتوں میں تین پانیوں سے کی جائے اور اگر منہ میں بوجہ باقی ہو تو اس کے کوئی حد مقرر نہیں۔ بدبودار کثیف حقتہ پینے والوں کو اس کا خیال سخت ضروری ہے اور ان سے زیادہ سگریٹ، بیٹری والوں کو اور ان سب سے زائد اشیاء ضرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اس کا جرم دبا رہتا اور منہ کو لسا دیتا ہے۔ پان کے عادی خصوصاً جبکہ دانتوں میں فضا

ہو تجربہ سے جانتے ہیں کہ چھالیہ کے باریک ریزے اور پان کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے منہ میں ایسی جگہ پکڑ جاتے ہیں کہ تین بلکہ کبھی دس بارہ کلیاں بھی منہ کو صاف نہیں کر سکتیں۔ یہ سب لوگ وہاں تک مسواک اور کلیاں کریں کہ منہ بالکل صاف ہو جائے اور بُو کا اصلا نشان نہ رہے۔ منہ کی صفائی کی بہت تاکید ہے۔

۵۔ فارغ ہونے کے بعد مسواک زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے، بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو اور جب قابل استعمال نہ رہے یا اس سے مسواک کرنا دشوار ہو تو اسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ کرے۔ پاؤں کے نیچے نہ پڑے کہ ایک تو وہ ادائے سنت کا آلہ ہے، اس کی تعظیم چاہیے۔ دوسرے مسلمان کا آب دہن ناپاک جگہ ڈالنے سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے، اسی لیے پاخانہ میں تھوکنے بلکہ ناک صاف کرنے کو بھی علماء نے نامناسب فرمایا۔

۶۔ مسواک نہ بہت نرم ہو کہ منہ صاف نہ کر سکے نہ بہت سخت کہ مسوڑھوں کو تکلیف پہنچائے اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو جو چھنگلی کی برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ اتنی چھوٹی مسواک سے کہ اس سے مسواک کرنا دشوار ہو گرفت میں نہ آسکے پر میز کرے اور مسواک اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیاں مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو، مسواک مٹھی میں نہ باندھے۔ یاد رہے کہ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو، اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔

فائدہ : ولہان ایک شیطان کا نام ہے جو وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس کے وسوسہ کو دفع کرنے کی بہترین تدبیر لاجول اور سورۃ ناس کی قرأت ہے اور وسوسہ کا بالکل خیال نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا بھی وسوسہ کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ عبداللہ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کارگر ہوتا ہے، سب سے زیادہ اس کے پیچھے پڑتا ہے (رواہ ابن شیبہ)

فائدہ نفع

ہر وقت با وضو رہنا، ہر حدیث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں اسے اسلام کی سنتوں سے بتایا اور اس کی شرح مفتاح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابواللیث سے ہے کہ ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا اے موسیٰ اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرنا۔ اسی کتاب میں کتاب خالصۃ الحقائق سے ہے کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ جو ہمیشہ با وضو رہے، اللہ تعالیٰ اسے سات فضیلتوں سے مشرف فرماتا ہے :

- ۱- ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔
- ۲- قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے۔
- ۳- اس کے اعضاء تسبیح کریں۔
- ۴- اس سے تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو۔
- ۵- جب سوتے اللہ تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجے کہ جن دامن کے شر سے اس کی حفاظت کریں۔

۶- سکراتِ موت اس پر آسان ہو۔

۷- جب تک با وضو ہو امانِ الہی میں رہے۔

(فتاویٰ رضویہ)

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ اگر وضو نہ ہو تو نماز اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ اور قرآن عظیم چھونے کے لیے

وضو کرنا فرض ہے۔

۲۔ طواف کے لیے وضو واجب ہے۔

۳۔ غسل جنابت سے پہلے اور جنب (جس پر نہانا فرض ہو) کو کھانے، پینے، سونے

کے لیے اور اذان و اقامت اور خطبہ جمعہ و عیدین اور روضہ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور وقوف عرفہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لیے وضو کر لینا سنت ہے۔

۴۔ سونے کے لیے اور سونے کے بعد اور میت کے نہلانے یا اٹھانے کے بعد،

اور جماع سے پہلے اور جب غصہ آجائے اس وقت اور زبانی قرآن عظیم پڑھنے کے لیے

اور حدیث اور علم دین پڑھنے اور پڑھانے اور علاوہ جمعہ و عیدین باقی خطبوں کے لیے

اور کتب دینیہ چھونے کے لیے اور بعد ستر غلیظ چھونے اور جھوٹ بولنے، گالی

دینے، فحش لفظ نکلانے، کافر سے (اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو) بدن چھو جانے، صلیب یا

بت چھونے، کورھی یا سفید داغ والے سے مس کرنے، بغل کھجانے سے جبکہ اس میں

بدبو ہو، غیبت کرنے، قہقہہ لگانے، لغو اشعار پڑھنے اور اونٹ کا گوشت کھانے،

کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے مائل مس ہو جانے سے اور با وضو شخص کے

نماز پڑھنے کے لیے ان سب صورتوں میں وضو مستحب ہے۔

(بہار شریعت)

وضو کے فرائض

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

(یعنی اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو، تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ وضو میں چار فرض ہیں کہ ان کے ادا کیے بغیر

عبادت کا عدم اور باطل،

۱۔ منہ دھونا۔

۲۔ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔

۳۔ سر کا مسح کرنا۔

۴۔ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔

فائدہ: کسی عضو کے دھونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عضو کے ہر حصے پر کم از کم

دو بوند پانی بہ جائے، بھیک جانے یا تیل کی طرح پانی چھڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہ جانے

کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وضو یا غسل ادا ہو، منہ ہاتھ پاؤں کے ہر بال کی جڑ

تک ذرے ذرے پانی پہنا فرض ہے کہ کم از کم ہر بال سے دو قطرے بہیں، فقط

تر ہاتھ پہنچنا کافی نہیں، اس کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ لوگ اس کی طرف

توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔ اب ہم ہر عضو کا بیان قدمے تفصیل

سے تفصیل کرتے ہیں،

یعنی شروع سطح پیشانی سے (جہاں سے بالوں کے جمنے کی انتہا ہو)
 منہ دھونا (مٹھوری کے نیچے یعنی دانت جمنے کی جگہ) تک طول میں اور ایک
 کان سے دوسرے کان تک عرض میں جلد کے ہر حصے پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔
 یہاں تک کہ رخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں اس کا بھی دھونا
 فرض ہے۔ ہاں مونچھوں یا بھٹوں یا بچی کے بال یا رخسار اور کان کے درمیانی حصہ میں
 ڈاڑھی کے بال گھسنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے، تو وضو میں جلد کا دھونا ضروری
 و فرض نہیں (غسل میں جب بھی ضروری ہے) بالوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ان
 جگہوں کے بال گھسنے نہ ہوں، چھدرے ہوں، کھال نظر آتی ہو یا ڈاڑھی چھدری ہو تو جلد
 کا دھونا فرض ہے اور ڈاڑھی گھنی ہو تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر بال چہرے
 کے دائرے میں آئیں، ان کا دھونا فرض ہے۔ ہاں خاص جڑیں ان کی بھی دھونا ضروری
 نہیں اور جتنے بال منہ کے حلقے سے نیچے ہوں، یعنی دبانے سے منہ کے دائرے سے نکل
 جائیں، ان کا دھونا ضروری نہیں، مستحب ہے۔

مسئلہ: آنکھ کے کونے پر پانی بہانا فرض ہے، مگر آنکھوں کے ڈیلے اور
 پپوٹوں کی اندرونی سطح کا دھونا کچھ درکار نہیں، بلکہ نہ چاہیے کہ نقصان دہ ہے۔ ہاں اگر معلوم
 ہو کہ سرمہ کا جرم کونے یا پلک میں کچھ وغیرہ کوئی سخت چیز جم گئی ہو، تو اسے چھڑانا اور پلک
 کا سر بال دھونا فرض ہے۔

مسئلہ: لب کا وہ حصہ جو عادتاً لب بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے، اس کا دھونا
 فرض ہے اور لب کا وہ حصہ جو عادتاً منہ بند کرنے میں ظاہر نہیں ہوتا، اس کا دھونا فرض
 نہیں ہے۔

تنبیہ: بہت سے یوں کیا کرتے ہیں کہ ناک یا آنکھ یا بھٹوں پر چلو ڈال کر منہ پر
 پھیر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ منہ ڈھل گیا، حالانکہ پانی کا اوپر چڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس

طرح دھونے میں منہ نہیں ڈھلتا اور وضو نہیں ہوتا؛ لہذا منہ دھونے میں پانی نہ گالوں پر ڈالے نہ ناک پر نہ زور سے پیشانی پر کہ یہ سب افعال جابلوں کے ہیں، بلکہ باہستگ پیشانی کے اوپر ڈالے کہ مٹھوڑی سے نیچے تک بہتا آئے۔

ایک ہاتھ سے منہ دھونا رانسیوں کا طریقہ اور ہندوؤں کا شعار ہے۔ وہ مسلمان جو اس بلا میں گرفتار ہیں، انہیں چاہیے کہ یہ عادت ترک کر دیں۔

اس حکم میں دونوں کہنیاں بھی تمام و کمال داخل ہیں تو اگر دونوں ہاتھ دھونا ہاتھوں کے ناخنوں سے کہنیوں تک ہاتھوں کی آٹھوں گھائیوں اور انگلیوں کی کروٹوں خالی ناخنوں کلائی کے بالوں میں ہر بال کی جڑ سے نوک تک کوئی جگہ ذرہ برابر بھی ڈھلنے سے رہ جائے گی، یعنی اس پر پانی بہنے سے رہ جائے گا، تو دھونہ ہوگا، لہذا ہر قسم کے جائز ناجائز گہنے پھلے انگوٹھیاں، پہنچیاں، کنگن، کاپخ، لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھے وغیرہ اگر تنگ ہوں کہ بے اتارے ان کے نیچے پانی نہ بہے گا، تو انہیں اتار کر دھونا اور پانی بہانا، مرد و عورت سب پر فرض ہے۔ اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جاتا ہو تو ہلا ہلا کر پانی بہانا ضروری ہے۔ ہاں اگر اتنے ڈھیلے ہوں کہ بے بلائے بھی پانی نیچے بہہ جائے گا، تو حرکت دینا کچھ ضروری نہیں، صرف مستحب ہے۔

سر پر بال نہ ہوں تو جلد کی چوتھائی اور اگر بال ہوں تو خاص سر مسر کا مسح کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے۔ سر کے نیچے جو بال

لہ مثلاً لوہے، پتیل، تانبے، انگ، جست وغیرہ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں اور چاندی کے سوا دوسری دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد کے لیے ناجائز ہیں۔ یونہی مردوں کو چاندی کا پھلہا ہاتھ یا پاؤں میں یا سونے کی انگوٹھی یا چاندی کی ایک سے زائد انگوٹھیاں یا ایک ہی انگوٹھی جس میں ایک سے زائد نگ ہوں پہننا ناجائز و حرام ہے، البتہ مرد کو چاندی کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی ایک ہی نگ والی پہننا جائز ہے (الطیب الوجیر وغیرہ)

لٹکتے ہوں، ان کا مسح کافی نہیں، یوں ہی عمامے، ٹوپی، دوپٹے پر مسح ہرگز کافی نہیں، ہاں اگر ان میں سے تری بھوٹ کر چوتھائی سر کو تر کر دے، تو مسح ہو جائے گا۔
 ٹخنوں کے بالائی کناروں سے ناخنوں تک گھائیاں اور پاؤں دھونا انگلیوں کی کروٹیں، تلوے اڑیاں، کونچیں، غرض ہر حصے کا دھلنا فرض ہے۔ اس میں سے اگر ذرہ برابر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی، تو وضو نہ ہوگا۔
 چھلے اور پاؤں کے گہنوں کا وہی حکم ہے جو ابھی اوپر گزر چکا ہے۔

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ خود پانی کا تمام اعضائے وضو پر بہنا ضروری ہے۔ اگر ہاتھ یا پاؤں کے پنجے پر پانی ڈالا، کہنیوں اور پاؤں کے گٹوں تک نہ پہنچا تھا کہ بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا (جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں) تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہوا، بلکہ چھڑنا ہوا۔

۲۔ مستحب ہے کہ اعضا دھونے سے پہلے مجھیکا ہاتھ پھیر لے کہ پانی جلد توڑتا ہے اور تھوڑا بہت کام دیتا ہے، خصوصاً جاڑے میں اس کی زیادہ حاجت ہے کہ اعضا میں خشکی ہوتی ہے۔ بہتی دھار بیچ میں جگہ چھوڑ جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے اس ترکیب سے وضو بھی کامل ہوگا اور پانی میں اسراف سے بھی آدمی محفوظ رہے گا۔
 ۳۔ جو اعضا دھونے کے ہیں، طہارت میں ان میں سے ہر عضو کا پورا تین بار دھونا سنت مؤکدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہ گار ہوتا ہے۔ ہاں ہر مرتبہ اس طرح دھوئے کہ عضو کا کوئی حصہ رہ نہ جائے، ورنہ سنت ادا نہ ہوگی، اس میں چلوؤں کی گنتی نہیں، بلکہ پورا عضو دھونے کی گنتی ہے کہ وہ تین مرتبہ ہو اگرچہ کتنے ہی چلوؤں سے۔

۴۔ سب کے لیے وضو و غسل میں پانی کی مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے۔ ایک لمبا چوڑا، دوسرا ڈبلا پتلا، ایک کا بدن نازک و نرم، دوسرے کا سخت اور کھڑا۔ ایک کے تمام بدن پر بال، دوسرے کا بدن بالکل صاف، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی، دوسرا بے ریشہ یا چند بال والا۔ ایک کے سر پر بڑے بڑے بال، دوسرے کا سر منڈا ہوا۔ وعلیٰ ہذا القیاس تو ان سب کے لیے ایک مقدار کیونکر ممکن ہے، ہاں وضو یا غسل میں پانی کی احتیاط رکھیں۔ بے سبب زیادہ خرچ کرنے سے بچیں، اسراف کے وبال سے دور رہیں۔

۵۔ وضو دیکھ دیکھ کر ہوشیاری اور احتیاط سے کریں۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو جو انوں کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی، یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔ ایسی عجلت کہ اعضائے وضو کامل طور پر نہ پھلیں یا وضو بطریقہ مسنون ادا نہ ہو یقیناً باطل بلکہ اگر عجلت میں اعضائے وضو کا کوئی حصہ ذرہ برابر ایسا رہ گیا کہ اس پر پانی نہ بہا تو وضو ہی نہ ہوگا اور ایسے وضوئے ناقص سے نماز اکارت محنت برباد ہو جاتی ہے، اس کا خیال بہت ضروری ہے۔ بعض لوگ کسی بیماری کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں میں اس قدر کھینچ کرتا گا باندھ دیتے ہیں کہ پانی کا بہنا درکنار دھاگے کے نیچے تر بھی نہیں ہوتا اس سے بچنا لازم ہے کہ اس صورت میں وضو نہیں ہوتا۔

۶۔ استنجے کے بعد جو پانی برتن میں بچ رہا ناپاک ہی ہے، اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ بعض لوگ جو اس کو پھینک دیتے ہیں یہ نہ چاہیے کہ پانی کا ضائع کرنا اور اسراف و گناہ ہے۔ یونہی وضو کے بعد لوٹے میں جو پانی بچ رہتا ہے، وہ دوسرے وضو میں کام آسکتا ہے۔ جو لوگ اسے پھینک دیتے ہیں، حرام ہے۔ یونہی بعض لوگ چلتے لیٹے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ ابل جاتا ہے، حالانکہ جو گرا بیجا گیا، اس سے احتیاط چاہیے۔ ایسا ہی ہر حلو بھرا ہونا ضروری نہیں، بلکہ جس کام کے لیے لیں، اس کا

اندازہ کر لیں، مثلاً ناک میں پانی چڑھانے کے لیے آدھا چلو کافی ہے، بلکہ بھرا چلو کُل کے لیے بھی درکار نہیں تو پورا نہ لے کہ اسراف ہوگا۔

۷۔ وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے آدمی گنہگار ہوگا کہ اس میں نیت سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار چھوڑ دینا بُرا اور عادت کے بعد گناہ ہے۔

۸۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا وضو میں سنتِ مؤکدہ ہے یوں کہ کلی میں منہ کے ہر پُزے پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو، تو غرغره کرے اور ناک میں پانی چڑھائے

کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے۔ ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزے دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے۔ اکثر لوگ یہ جانتے ہیں کہ مٹھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل

دینے یا جلدی جلدی تین بار تہجیح کر لینے سے کلی اور ناک کی پھنک یا نوک سے پانی چھلانے یا لگا لینے سے وضو میں سنت ادا ہو جاتی ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک

آدھ بار ایسا کرنے سے تارک سنت اور عادت ڈالنے سے گنہگار و فاسق ہوتا ہے اور غسل میں فرض رہ جاتا ہے تو غسل تو ہوتا ہی نہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، اس کا

خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

تنبیہ ضروری، بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو تو جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا، وہ پاک ہے، مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں۔ یونہی اگر بے وضو

کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی حصہ جو وضو میں دھویا جاتا ہو، اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے، اس کے جسم کا کوئی بے دھلا حصہ ارادہ یا بلا ارادہ وہ درود

سے کم پانی میں بے دھوئے پڑ جائے یا پانی سے چھو جائے، تو وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ نجاستِ حکمیہ دور کرنے کے قابل نہ رہا، اس سے وضو یا غسل نہیں ہو سکتا۔ اس

کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے؛ البتہ یہ پانی ناپاک نہیں تو نجاستِ حقیقیہ کے دور کرنے اور کپڑے وغیرہ دھونے کے کام میں آسکتا ہے۔ ایسے پانی کو اگر

وضو یا غسل کے کام میں لانا چاہیں تو اچھا پانی اس سے زیادہ اس میں ملا دیں یا اس میں ایک طرف سے پانی ڈالیں کہ دوسری طرف سے بہ جائے۔ یہ سب پانی کام کا ہو جائے گا۔ اس سے بہت سے لوگ غافل ہیں۔ بعض لوگ پڑھے لکھے بلکہ بعض جگہ ائمہ مساجد بلکہ بعض مولوی کہلانے والے حضرات بھی اس سے غفلت میں ہیں۔ عورتوں کو اس مسئلہ کی طرف توجہ دلانا بہت ضروری ہے۔ وہ اکثر چھنگلیا یا کسی انگلی کی گانٹھ ڈال کر دیکھتی ہیں کہ پانی گرم ہوا یا نہیں اور اس کا انہیں بھی خیال نہیں ہوتا کہ یہ پانی وضو و غسل کے قابل نہ رہا۔ ہاں ہاتھ دھو کر ڈالیں تو کوئی عرج نہیں۔

وضو کا صحیح اور سنون طریقہ

(اس میں وضو کی سنتیں اور وضو کے مستحبات کی رعایت رکھی گئی ہے)

وضو پر ثواب پانے کے لیے حکم الہی بجالانے کی نیت سے وضو کرنا ضروری ہے، ورنہ وضو ہو جائے گا، ثواب نہ پائے گا اور

۲۔ زبان سے کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں اور ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت نیت وضو حاضر رہتا مستحب ہے۔

وضو کرنے قبلہ رو اونچی جگہ بیٹھیں اور وضو کا پانی پاک جگہ گرائیں اور وضو شروع کرنے سے پہلے،

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ پڑھ لیں کہ جو وضو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے، تمام بدن کو پاک کر دیتا ہے، ورنہ جتنے بدن پر پانی گزے گا، اتنا ہی پاک ہوگا۔ پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار اس طرح دھوئیں کہ پہلے سیدھے ہاتھ کو اٹے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار، پھر اٹے کو سیدھے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار دھوئیں اور انگلیوں کا خلال کریں۔

اس کا خیال رہے کہ انگلیوں کی گھائیاں اور کروٹیں پانی بہنے سے رہ نہ جائیں ورنہ

وضو نہ ہوگا۔

کم از کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کریں اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئیں۔ پھر تین بار کھلی ایسی کریں کہ منہ کی تمام جڑوں اور دانتوں کی سب کھڑکیوں میں غرض ہر بار منہ کے ہر پرزے پر پانی بہہ جائے اور روزہ نہ ہو تو غرغہ کریں اور کھلی یا غرغہ داہنے ہاتھ سے پانی لے کر کریں۔ پھر بائیں ہاتھ کی چنگلیاں میں ڈال کر ناک صاف کریں اور تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائیں کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزہ نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پہنچائیں، یہ کام داہنے ہاتھ سے کریں پھر منہ دھونے کے لیے دونوں ہاتھوں سے ماسحے کے سرے پر ایسا پھیلا کر پانی ڈالیں کہ اوپر کا بھی کچھ حصہ دھل جائے اور دونوں رخسار ساتھ ساتھ ہی دھوئیں اور منہ پر پانی لمبائی میں، پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں کان کی ایک لوسے دوسری لوت تک بہائیں اور منہ دھوتے وقت انگلیوں کو گردن کی طرف سے داڑھی میں داخل کر کے سامنے نکال کر داڑھی کا خلال کریں، بلکہ داڑھی کے جو بال چہرہ کے حلقے کے نیچے ہیں، انہیں دھولیں اور جو بال منہ کے دائرے میں ہیں، انہیں خوب تر کر لیں، جبکہ داڑھی گھنی ہو اور اگر داڑھی چھدری ہو تو جلد کا دھونا فرض ہے کہ اگر ایک بال کی جڑ بھی خشک رہی اور پانی اس پر نہ بہا تو وضو نہ ہوگا۔ پھر پہلے داہنا پھر بائیں دونوں ہاتھ کہنیوں تک میں بار اس طرح دھوئیں کہ پانی کی دھار ناخنوں سے کہنیوں تک برابر پڑنی چل جائے اور ہر بار کہنی تک لاکر دھار روک لیں اور رکھا ہوا ہاتھ ناخنوں تک لے جا کر پھر وہاں سے پانی بہاتے لائیں یہ نہ ہو کہ پچھلے سے تین بار پانی چھوڑ دیا اور وہ کہنی تک بہتا چلا گیا کہ یہ خلاف سنت ہے اور اس طرح کہنی بلکہ کلانی کی کروٹوں پر پانی نہ پہنچنے کا احتمال ہے۔ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ ایک رونگٹا بھی خشک نہ رہے۔ اگر پانی کسی بال کی جڑ کو تر کرتا ہوا بہ گیا اور بالائی حصہ خشک

رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔ پھر لوپٹے سر کا مسح کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کا
 انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی چھوڑ کر ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سر اور دوسرے ہاتھ کی تینوں
 انگلیوں کے سرے سے ملائیں اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح
 کھینچتے ہوئے لے جائیں کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں، وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتے
 گدی سے پیشانی تک واپس لائیں اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کانوں کے اندرونی
 حصے یعنی پیٹ کا اور انگوٹھوں کے پیٹ سے کانوں کی بیرونی سطح یعنی پشت کا اور
 انگلیوں کی پشت سے گردن کے پچھلے حصے کا مسح کریں۔ گلے پر ہاتھ نہ لائیں کہ بدعت
 ہے پھر تین تین بار پہلے واپس پھر بائیں دونوں پاؤں ٹخنوں کے اوپر نصف پندلی تک
 دھوئیں اور دھونے میں ہر بار پانی پاؤں کے ناخنوں کی طرف سے گٹوں کے اوپر تک
 لائیں کہ سنت یہی ہے کہ ناخن سے کہنیوں یا گٹوں تک پانی بہائیں نہ اس کا عکس اور
 پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں سے شروع کریں اور اس طرح کہ دہننے پاؤں
 میں چھنگلیاں سے شروع کریں اور انگوٹھے پر ختم اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع
 کر کے چھنگلیاں پر ختم کریں اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو پانی پہنچانا
 اگرچہ بے خلال ہو فرض ہے، مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دے۔ بعد وضو
 میٹانی پر اور تہ بند ہو تو اس کے اندرونی حصے پر جو بدن کے قریب ہے پانی چھڑک لیں
 کہ شیطانی دوسوسہ کو دفع کرتا ہے اور یہ چھینٹا صرف اہل دوسوسہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ
 سب کے لیے سنت ہے۔ ہاں جسے سلسل بول کا عارضہ ہو، اسے یہ چھینٹا مفید نہیں۔
 پھر بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفایا امراض ہے۔ آسمان کی طرف منہ کر کے
 انا انزلناہ پڑھے۔

وضو کے کچھ اور مستحبات اور سنتیں

ترتیباً کہ پہلے منہ پھر ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر پاؤں دھوئے۔

۲۔ اور اعضاء کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عضو سونو کھنے نہ پائے کہ دوسرا دھونے

لگ جائے۔

۳۔ ہر عضو مل کر دھوئے اور

۴۔ دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دے کہ بوندیں بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں خصوصاً جب

مسجد میں جانا ہو کہ قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہ تحریمی قریب بہ حرام ہے۔

۵۔ اعضاء وضو بغیر ضرورت نہ پونچھے اور بغیر ضرورت خشک نہ کرے۔

۶۔ قدرے نم باقی رہنے دے کہ روز قیامت پتہ حسنات میں رکھتی جائے گی۔

اور کلمات علماء سے ظاہر کہ اس باب میں غسل کا بھی یہی حکم ہے)

تنبیہ : دامن سے منہ ہاتھ پونچھنے سے اہل تجربہ منع فرماتے ہیں کہ اس سے

بھول پیدا ہوتی ہے۔

بعض لوگ کہ وضو کے بعد اپنے منہ اور ہاتھوں سے پانی پونچھ کر مسجد میں ہاتھ جھاڑتے

ہیں یہ محض حرام اور ناجائز ہے۔

۷۔ لوٹے سے اگر وضو کرے، تو لوٹے کی ٹونٹی نہ ایسی تنگ ہو کہ پانی بدقت گریں

نہ اتنی فراخ کہ حاجت سے زیادہ گریں، بلکہ درمیان ہو ایسے ہی نل وغیرہ کی دھار کا

خیال رکھتے۔

۸۔ وضو کے وقت ناف سے زانو کے نیچے تک بدن چھپا ہونا چاہیئے بلکہ بلا ضرورت

کسی وقت نہ کھلے۔

مسئلہ : اپنے گھٹنے کھل جانے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو جاتا رہنا جیسا کہ عوام کی زبان زد ہے محض بے اصل ہے۔ ہاں بغیر ضرورت ستر کھلا رہنا منع اور دوسروں کے سامنے کھولنا حرام ہے۔

مسئلہ : جہاں میں مشہور ہے کہ جس دنو سے نماز جنازہ پڑھے یا پڑھائے، اس سے اور نماز نہیں پڑھ سکتے، محض غلط و بے اصل ہے۔

وضو کی دعائیں

مستحب ہے کہ کلی کرتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ اَعِنِّي عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَ
حُسْنِ عِبَادَتِكَ -

راہی میری مدد فرما، قرآن عظیم کی تلاوت اور اپنے ذکر و شکر اور اپنی اچھی عبادت پر ناک میں پانی ڈالتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ اَرِحْنِي رَاحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِي رَاحَةَ النَّارِ
راہی مجھ کو جنت کی خوشبو سونگھا اور دوزخ کی بدبو نہ سونگھا،
۳۔ مینہ دھوتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيِضُ وَجُوهٌ وَسَوِّدْ وَجُوهٌ
راہی میرا منہ اُجالا کر جس دن کچھ منہ اُجالے ہوں گے اور کچھ کالے،
۴۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ اَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَحَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا
راہی میرا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دے اور مجھ سے آسان حساب لے

۵۔ بایاں ہاتھ دھوتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ لَا تَعْطِنِي كِتَابِي بِشِمَالِي وَلَا مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي

(الہی میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا نہ پیٹھ کے پیچھے سے)

۶۔ سر کا مسح کرتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ أَظْلِنِي تَحْتَ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ

(الہی مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ، جس دن سایہ نہیں، مگر تیرے عرش کا)

۷۔ کانوں کا مسح کرتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ

(الہی مجھے ان میں کر جو کان لگا کر بات سنتے اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں)

۸۔ گردن کا مسح کرتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ

(الہی میری گردن آگ سے آزاد فرما)

۹۔ سیدھا پاؤں دھوتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزُولُ الْأَقْدَامِ

(الہی میرے پاؤں صراط پر جما جس دن قدم پھسلیں)

۱۰۔ الٹا پاؤں دھوتے وقت پڑھے :

اللَّهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِي مَغْفُورًا وَسَعْيِي مَشْكُورًا وَتِجَارَتِي لِنُ تَبُورًا

(الہی میرا گناہ معاف کر اور میری کوشش ٹھکانے لگا اور میری تجارت ہلاک نہ ہو)

یاسبج جگہ درود شریف ہی پڑھے اور یہی افضل ہے اور وضو سے فارغ ہوتے ہی

اسمان کی طرف منہ اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھے، پھر کہے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ

راہی تو مجھے بہت توبہ کرنے والوں اور ستھرا ہونے والوں میں کر دے
کہ جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لیے کھول دیے جائیں گے جس دروازے

سے چاہے داخل ہو۔

اور یہ بھی کہہ لے تو بہتر:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

(تو پاک ہے اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے

سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں)

ایک نفیس نکتہ

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں
دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور ارادوں کو دیکھتا ہے، تو طہارت سے فارغ ہو کر آدمی کو یہ
بھی سمجھنا چاہیے کہ وضو و غسل میں ہم نے جو اعضاء پاک صاف کیے یہ لوگوں کے دیکھنے
کی جگہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل ہے، تو اپنے دل کو کبر و عنوت، بغض و
عداوت، فحش اور بے حیائی پر جرات، غرض ہر قسم کے گناہوں کی کدورت اور معاصی
کے خس و خاشاک، ریا و نمود کے کوڑا کرکٹ سے بھی پاک و صاف اور غلاف کے اندر
جوشے ہے، اُسے آلودہ رکھنا عقلمندی نہیں۔

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وارضاه عننا ارشاد فرماتے ہیں:

”سفرِ ظاہر، تن کا راستہ کرنا ہے اور سفرِ باطن، دل کا راستہ کرنا۔ اسی لیے عارفان

الہی نے فرمایا ہے کہ خدا کا راستہ نہ تو زمین میں ہے، نہ آسمان میں بلکہ تیرے دل میں ہے

جو شخص اس راستے پر چلا اس نے خدا کو پالیا۔

دل خدا کا عرم ہے اور خدا کے حرم میں اس کے سوا کسی اور کا داخل ہو کر گھر کرنا حرام ہے۔ اس لیے اپنے دل کو سفرِ ظاہر کر کے لہو و لعب سے آلودہ نہ کر و تا کہ حضوری حاصل کر سکو۔

(ظاہر کو آراستہ کر لینا اور باطن کی پاکیزگی پر پوری توجہ نہ دینا) اس کی مثال یہ ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے بادشاہ عالی جاہ کو اپنے گھر میں مدعو کرے اور مکان کے دروازے اور باہر کے تمام حصوں کو تو خوب صاف اور آراستہ کرے، مگر بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ ویسے ہی آلودہ چھوڑے۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ اس داعی کو سراہنے کے بجائے اس کی خدمات کو رد کر دے گا؛ لہذا جو شخص اپنے قلب کو پاک و صاف رکھتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

تنبیہ: ظاہر بدن کی طہارت کے ساتھ ساتھ باطن کی صفائی کا بھی لحاظ رکھنا جائے، تو قوتِ ملکوتی دوسری قوتوں پر آہستہ آہستہ غالب آتی اور انسان کو بندۂ محبوب بنا دیتی ہے۔ وضو میں مشغولی کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے اعضاءِ جسم کو پلیدگی و گندگی سے پاک و صاف کر رہا ہے، لیکن ساتھ ہی ان امور کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ جب ہاتھ دھوئے، تو یہ خیال کرے کہ میں اپنے دل کو دنیا کی محبت سے دھور ہا ہوں منہ میں پانی ڈالے، تو اس خیال کے ماتحت کہ میں منہ کو غیر خدا کے ذکر سے خالی کر رہا ہوں۔ نیتوں میں پانی ڈالے، تو یہ سمجھے کہ میں نے ہر ناجائز خواہش کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ منہ کو دھوتے وقت یہ دھیان کرے کہ میں نے دنیا کی کدورتوں اور قلب و رُوح کو ملوث کرنے والی چیزوں سے منہ کو بچیر لیا۔ ہاتھ دھوئے تو یہ سمجھ کر کہ میں دنیا کی ہر اس چیز کو ترک کرتا ہوں جو طاعتِ الہی و ذکرِ خداوندی سے روکتی اور انسان کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔ پاؤں دھوئے، تو اس نیت سے کہ میں کسی ایسے کام و مقام کی

طرف قدم نہ بڑھاؤں گا جو اللہ و رسول جل و علا کو پسند نہیں۔

نیز ہاتھ دھوتے وقت پانی کو دیکھ لے کہ وہ کس حالت میں ہے، اُس کا رنگ تو تبدیل نہیں ہو گیا۔ کل کرتے وقت پانی کا مزہ معلوم ہو جائے گا اور ناک میں پانی چڑھاتے وقت بُو وغیرہ کا اندازہ ہو جائے گا۔ گویا ان سنتوں کو فرضوں پر مقدم رکھنے میں یہ مصلحت پنہاں ہے کہ وضو کرنے والے پانی کے رنگ، مزے اور بُو وغیرہ کا اندازہ کر لے کہ کسی نجاست کے باعث تو اس کے رنگ، مزے اور بُو میں فرق تو نہیں آگیا، پھر وضو کر لے۔

وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

- وضو نماز کے لیے کس قدر ضروری ہے، یہ بیان سابق اوراق میں گزر چکا ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں شریعتِ مطہرہ نے "لواقض وضو" قرار دیا، یعنی ان میں سے اگر ایک بھی پانی جائے، تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:
- ۱۔ مرد یا عورت کے آگے یا پیچھے کے مقام سے پاخانہ، پیشاب، ودی وغیرہ یا کیڑے یا پتھری کا نکلنا یا پیچھے سے ہوا کا خارج ہونا۔
 - ۲۔ خون، پیپ یا زرد پانی جبکہ کہیں سے نکل کر ایسی جگہ بہ کر جاسکے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے۔
 - ۳۔ آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہ میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو ان وجوہ سے جو آنسو یا پانی بہے، وضو توڑ دے گا۔
 - ۴۔ کھانے یا پانی یا صفر کی منہ بھرتے، یونہی جھے ہوئے خون کی منہ بھرتے۔
 - ۵۔ بہتے خون کی تہ جبکہ تھوک سے مغلوب نہ ہو۔
 - ۶۔ بیہوشی اور جنون اور غشی اور اتنا نشہ کہ چلنے میں پاؤں لٹکھڑائیں۔

۷۔ بالغ کا ہتھکہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی کہ اس پاس والے سنیں جبکہ جاگتے ہیں اور

رکوع سجود والی نماز میں ہو۔

۸۔ سو جانے سے وضو جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ دونوں سرسوں خوب نہ جھے ہوں

اور نہ ایسی ہتھیت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع ہو، مثلاً اکڑوں بیٹھ کر یا ایک کتھی

پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا، مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا ہے یا دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں

پر رکھا یا چار زانو یعنی پالتی مارے بیٹھا اور سر رانوں یا پنڈلیوں پر رکھا اور اگر نماز میں

ان صورتوں میں سے کسی صورت پر قصداً سویا تو وضو بھی گیا، نماز بھی گئی (عامہ کتب متون)

۹۔ مباشرتِ فاحشہ یعنی دو شرمگاہوں کا باہم تندی کی حالت میں ملنا، اگرچہ دوسرے

ہوں یا دو عورتیں، بشرطیکہ کوئی شے حائل نہ ہو۔

۱۰۔ منہ سے خون کانکلنا جبکہ تھوک پر غالب ہے۔

ان تمام صورتوں میں وضو جاتا رہتا ہے۔

”وہ صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا“

۱۔ خون یا پیپ یا زرد پانی چمکایا ابھرا اور بہا نہیں جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا

کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھرا یا چمک جاتا ہے، تو وضو نہیں گیا۔

۲۔ یا خلل کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت صاف کیے یا دانت سے کوئی چیز

کاٹی، اس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں انگلی ڈالی، اس پر خون کی سرخی آگتی، مگر وہ خون بہنے

کے قابل نہیں یا بہا مگر ایسی جگہ پہنچ کر نہیں آپا جس کا دھونا فرض ہو۔

۳۔ زخم یا کان یا ناک یا منہ سے کیرا یا زخم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا جس پر کوئی

نجس رطوبت قابل سیلان نہ تھی، کٹ کر گرا۔

۴۔ ناک صاف کی، اس میں سے جما ہوا خون نکلا۔

۵۔ کان میں تیل ڈالا تھا اور ایک دن بعد کان یا ناک سے نکلا۔

۶۔ جون کھٹھمل، مچھر یا پستونے خون چوسا۔

۷۔ نارو سے ڈورا نکلا۔

۸۔ بلغم کی قے ہوئی، جتنی بھی ہو۔

۹۔ بیٹھے بیٹھے جھونکے لینا یا اونگھتا رہا۔

۱۰۔ نماز کے اندر سوتے میں یا نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت میں قہقہہ لگایا، تو ان تمام صورتوں میں وضو نہیں جائے گا، البتہ صورتِ اخیرہ میں نماز یا سجدہ فاسد ہے۔

(علامہ متولن)

متفرق مسائل

۱۔ جو رطوبت انسان کے بدن سے نکلے اور وضو نہ توڑے وہ نجس نہیں۔ مثلاً خون کہ وہ بہ کر نہ نکلے یا تھوڑی قے کہ منہ بھرنے ہو پاک ہے۔ یونہی خارش یا پھڑکیوں کی رطوبت جبکہ بہنے والی نہ ہو، بلکہ صرف چپک جاتی ہو، کپڑا اس سے بار بار چھو کر کتنا ہی سُن ہو جائے، پاک ہے۔

۲۔ سوتے میں رال جو منہ سے گرے، اگرچہ بدبودار ہو، خواہ پیٹ سے آئے پاک ہے، البتہ مُردے کے منہ سے جو پانی بہے نجس ہے۔

۳۔ چلو میں پانی لینے کے بعد حدث ہوا، وہ پانی بیکار ہو گیا، کسی عضو کے دھونے میں شک واقع ہوا اور یہ زندگی کا پہلا واقعہ ہے، تو اس کو دھولے اور اگر اکثر شک پڑا کرتا ہے، تو اس کی طرف التفات نہ کرے۔ یونہی اگر بعد وضو کے شک ہو، تو اس کا کچھ خیال نہ کرے۔

۵۔ جو با وضو تھا، اب اُسے شک ہے کہ وضو ہے یا ٹوٹ گیا، تو وضو کرنے کی اُسے ضرورت نہیں، ہاں کر لینا بہتر ہے اور اگر بطور وسوسہ ہے تو اسے ہرگز نہ مانے، یہ احتیاط نہیں، بلکہ شیطان لعین کی اطاعت ہے۔ ہاں اگر بے وضو تھا، اب اسے شک ہے کہ میں نے وضو کیا نہیں، تو وہ بے وضو ہے، اس کو وضو کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ ضروریہ

یاد رہے کہ جب آدمی کسی کام مثلاً نماز وغیرہ کے انتظار میں جاگتا ہو کہ دل اس طرف متوجہ ہے، سونے کا قصد نہیں، نیند جو آتی ہے، اُسے دفع کرنا چاہتا ہے، تو بعض وقت ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ جو باتیں اس وقت ہوتیں، اسے ان کی بالکل خبر نہیں، بلکہ دو دو تین آوازوں میں آنکھ کھلی اور وہ اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میں سویا نہ تھا، اس لیے کہ اس کے ذہن میں وہی مدافعتِ خواب کا خیال جما ہوا ہے یہاں تک کہ لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تو سو گیا تھا، وہ کہتا ہے ہرگز نہیں۔ ایسے خیال کا اعتبار نہیں، جبکہ معتبر و معتمد شخص کہے کہ تو غافل تھا، پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ نہ بتا سکے، تو اس پر وضو لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

فوائدِ جلیلہ

اولیائے کرام کے یہاں ثابت ہو گیا ہے کہ حدیث چھوٹا ہو یا بڑا مطلقاً کھانا کھانے ہی سے پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ نماز میں قہقہہ بھی کہ عین دربار میں ایسی سخت غفلت اسی سے ہو سکے گی جس کا پیٹ بھرا اور خوب بھرا ہو کہ بھوک میں سنسنی سے

دانت کھلنا ہی نادر ہے، نہ کہ ٹھٹھا اور وہ بھی نماز میں اور شک نہیں کہ کھانے کا نفع تمام بدن کو پہنچتا ہے۔ یونہی فضلہ نکل جانے کی منفعت و راحت بھی سارے بدن کو ہوتی ہے، تو کھانا معدہ میں جا کر غفلت پیدا کرتا ہے اور موذی یعنی فضلہ کا نکلنا غفلت کو ثابت و موکد کرتا ہے اور غفلت سے دل کی موت ہے اور دل بدن کا بادشاہ ہے کہ یہی بوٹی درست ہو تو سارا بدن درست رہے اور بگڑے تو سارا بدن خراب ہو جائے اور پانی تازگی لاتا اور غفلت کو دور کرتا ہے جیسے کہ غشی والے کے منہ پر چھڑکنے میں مشاہدہ و تجربہ ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ جس طرح موت کا سبب سارے بدن کو عام ہوا تھا۔ چاہیے تھا کہ حیات کا سبب یعنی پانی بھی سب جسم پر پہنچے اور مطلقاً ہر حدث کے بعد اصغر ہو، خواہ اکبر تمام جسم کا دھونا فرض و ضروری ٹھہرے؛ چنانچہ حدث اکبر میں شرع نے یہی حکم دیا کہ تمام بدن پر پانی پہنچایا جائے، کوئی رونگٹا خشک نہ رہ جائے۔

مگر حدث اصغر بکثرت مکرر ہوتا ہے، تو ہر حدث اصغر پر اگر نہانے کا حکم ہوتا، تو لوگ حرج اور مشقت میں پڑتے اور اس دین میں حرج نہیں؛ لہذا اس نرم و آسان شریعت نے اطراف بدن و اعضائے جسم کا دھونا قائم مقام نہانے کے فرما دیا کہ اللہ عزوجل کی سنتِ کریمہ ہے کہ جب اول و آخر ٹھیک ہوتے ہیں، تو بیچ میں جو نقصان ہو، اس سے درگزر فرماتا ہے۔

اب اطراف بدن میں سر بھی تھا اور اسے ہر روز چند بار دھونا بھی بیمار کر دیتا اور بندہ مسلمان کو مشقت میں ڈالتا، لہذا اس کے عوض مسح مقرر فرمایا۔ رحمت اس کی جو فرماتا ہے کہ،

إِنَّ اللَّهَ يُرِيدُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَ

(اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا،

میں کہتا ہوں یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو فقہاء میں مشہور ہے کہ نجاست نکلی، تو بدن کے ایک ٹکڑے سے دھونے کا حکم ہوا سارے بدن یا ان اعضاء کا جن سے نجاست کو تعلق نہ تھا۔ اس حکم کی حکمت معلوم نہیں۔ یونہی وضو میں فقط چار اعضاء کا حکم ہوا، اس کی حکمت مجہول ہے۔ یہ سب ظاہر نظر ہے، ورنہ علم باطن میں ان تمام احکام کی حکمتیں واضح ہیں جن کا ایک شتمہ ابھی مذکور ہوا۔

۲۔ علماء کا اختلاف ہے کہ نواقض وضو میں بھی نجاست حکمیہ جنابت کی طرح تمام بدن میں سرایت کرتی ہے اور آسانی کے لیے صرف وضو یعنی اطراف بدن دھونے سے اُس کا ازالہ مقرر فرمایا یا نجاست فقط اعضاء وضو ہی میں ہوتی ہے۔

راجح یہی ہے کہ حدث اصغر صرف چار اعضاء میں ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ ہو تو سارے بدن میں اور تحفیف کے لیے شرع نے صرف چار اعضاء کی طہارت کو کل بدن کی تطہیر فرمادیا جیسے جنابت کا تیمم کہ حدث سارے بدن میں ہے اور صرف منہ اور ہاتھوں کے مسح سے سب بدن پاک ہو سکتا ہے۔ وضو میں ایسا نہیں، لہذا اگر کوئی شخص حدث اصغر میں وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے۔ عزیمت و باعثِ ثواب نہ ہوگا، بلکہ بدعت و موثر موآخذہ و عتاب۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کا سونا ناقص وضو نہیں، ان کی آنکھیں سوتی ہیں، دل جاگتے ہیں۔ نیند کے سوا باقی اور نواقص سے بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ نواقض حقیقہ مثل بول وغیرہ سے ان کی عظمتِ شان کے سبب جاتا رہتا ہے نہ بسبب نجاست کے کہ ان کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ سب ظاہر و طیب ہیں جن کا کھانا ہمیں حلال و باعثِ شفا و سعادت و برکت ہے۔ اور بعض نواقض وضو انبیاء علیہم السلام کے لیے یوں ناقص نہیں کہ ان کا وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ غشی انبیاء علیہم السلام کے جسم ظاہر پر طاری ہو سکتی ہے، لیکن دل مبارک اس حالت میں بھی بیدار و باخبر رہتا ہے۔ (افاداتِ رضویہ)

غسل کا بیان

احادیث شریفہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

- ۱- ہر بال کے نیچے جنابت ہے، تو بال دھوؤ اور جلد کو صاف کرو۔ (ترمذی)
- ۲- جو شخص غسل جنابت میں ایک بال کی جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دے گا۔ اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا، یعنی عذاب دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کر لی۔ تین بار یہی فرمایا یعنی بسر کے بال مونڈوا دیئے کہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ (ابوداؤد)

- ۳- جب تم میں سے کوئی اپنی بی بی کے پاس جا کر دوبارہ جانا چاہے تو وضو کرے۔ (مسلم)

- ۴- حیض والی عورت اور جنبی آدمی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔ (ترمذی)
- ۵- جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا۔ حمام میں بغیر تہ بند کے نہ جائے اور جو اللہ اور پچھلے دنوں پر ایمان لایا اپنی بی بی کو حمام میں نہ بھیجے۔ (متعدد کتب)
- ۶- عورتوں کے لیے حمام میں خیر نہیں، اگرچہ تہ بند اور کرتے اور اوڑھنی کے ساتھ جائیں۔

- ۷- ان گھروں کا رخ مسجد سے پھیر دو کہ میں مسجد کو حیض والی اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا۔ (ابوداؤد)

۸۔ اللہ تعالیٰ حیا فرمانے والا اور پردہ پوش ہے۔ حیا اور پردے کو دوست رکھتا ہے۔ جب آپ میں سے کوئی نہایتے تو اسے پردہ کرنا لازم ہے (البدواؤد)

۹۔ حالت جنابت میں جب میں وضو کر لوں تو کھاتا پیتا ہوں، مگر نماز و

قرآن بغیر نہایتے نہیں پڑھتا۔ (طحاوی)

۱۰۔ تین چیزیں ہیں کہ جب تک ان میں سے ایک بھی گھر میں ہوگی۔ کوئی فرشتہ

رحمت و برکت کا اس گھر میں داخل نہ ہوگا، کتیا یا جنبی یا جاندار کی تصویر (نسائی)

غسل کی حقیقت

غسل کے تین جز ہیں اگر ان میں ایک میں بھی کمی ہوئی غسل نہ ہوگا، چلے

یوں کہو کہ غسل میں تین فرض ہیں =

۱۔ مضمضہ یا کلی کہ منہ میں پانی اس طرح ڈالے کہ حلق کی جڑ تک پہنچ جائے۔

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا بنوانا اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب

حرام فرمایا اور اس پر سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس

بارے میں حد تو اتنی ہیں اور ان احادیث میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں تو معظمان دین کی

تصویروں کو ان احکام خدا و رسول سے خارج گمان کرنا محض باطل و وہم عاقل ہے بلکہ شرح مطہر میں

زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے اور خود ابتدائے بت پرستی اسی تصویراتِ معظمین سے ہوئی، پھر اس میں

اعتقاد ثواب کھلی گمراہی کہ حرام میں ثواب کی امید کیا معنی۔ رہا نقشہ روضہ مبارک بیت اللہ شریف، مزار اقدس،

نعل اقدس وغیر باتو اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن و جائے دم زدن نہیں، اس کا جواز جماعی ہے، بلکہ اکابرین

ان کی تعظیم اور ان سے تبرک کرتے آئے (شفارالدولہ) اسے وہ لوگ یاد رکھیں جو اپنی نشست گاہوں اور

مکانوں کو ذی روح کی زینت مینے اور پھر اسے جائز و مستحسن جانتے ہیں اور منع کرنیوالوں سے کج بختی پر اترتے ہیں، ۱۲۰ غفر

تنبیہ : آج کل بہت سے بے علم اس مضمضہ کے معنی صرف کلی کے سمجھتے ہیں۔ کچھ پانی منہ میں لے کر اگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہیں پہنچتا۔ یوں غسل نہیں ہوتا نہ اس غسل سے نماز ہو سکے، نہ مسجد میں جانا جائز ہو، بلکہ فرض ہے کہ داڑھیوں کے نیچے گالوں کی تہ میں دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں زبان کی ہر کروٹ میں حلق کے کنارے تک ہر جگہ پر پانی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی، دانتوں کی جڑ یا اطراف وغیرہ میں جمی ہو تو لازم ہے کہ اسے جدا کر کے کلی کرے۔ اگر چھڑانے میں ضرر و اذیت نہ ہو جیسے چھالیا کے دانے، گوشت کے ریشے اور اگر چھڑانے میں عرج و ضرر ہو جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چوننا جم جاتا ہے یا عورتوں کے دانتوں میں مستی کی رخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے پھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو اس قدر کی معافی ہے۔ ان احتیاطوں سے روزہ کو بھی چارہ نہیں، ہاں غرغہ اسے نہ چاہیے کہ کہیں پانی حلق سے نیچے نہ اتر جائے، اور غیر روزہ دار کے لیے غرغہ سنت ہے۔

۲- استنشاق یا ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نکتھوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک ڈھلنا اور یہ یونہی ہو سکے گا کہ پانی لے کر سونگھے اور اوپر کو چڑھاتے کہ بال برابر بھی جگہ ڈھلنے سے رہ نہ جاتے۔ یہاں تک علماء فرماتے ہیں کہ اگر ناک کے اندر کثافت (ریٹھ) جمی ہے، تو لازم ہے کہ پہلے اسے صاف کر لے، ورنہ اس کے نیچے پانی نہ بہا تو غسل نہ ہوگا۔ نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے اس احتیاط یعنی پانی نرم بانسے تک چڑھانے سے بھی روزہ دار کو چارہ نہیں۔ ہاں اس سے اوپر جڑ تک اسے نہ چاہیے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے۔ لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اوپر ہی اوپر پانی ڈالتے ہیں کہ ناک کے سرے کو چھو کر گر جاتا ہے۔ بانسے میں جتنی نرم جگہ ہے، اس سب کو دھونا تو بڑی بات ہے۔

افسوس کہ عوام تو عوام بعض پڑھے لکھے بھی اس بلا میں گرفتار ہیں۔ کاش استنشق کے لغوی ہی معنی پر غور کرتے تو اس آفت میں نہ پڑتے۔

استنشق (کہ وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے) سانس کے ذریعے سے کوئی چیز ناک کے اندر چڑھانا ہے نہ کہ ناک کے کنارہ کو چھو جانا۔

۳۔ تمام ظاہر بدن، یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر پُزے ہر ونگٹے کی ظاہری سطح پر پانی کا گرنا۔ لوگ یہاں دو قسم کی بے احتیاطیاں کرتے ہیں جن سے غسل نہیں ہوتا اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

اولاً ہسر پر پانی ڈال کر بعض جگہ بدن پر ہاتھ پھیر لیتے اور تیل کی طرح چیر لیتے ہیں یا بھیکا ہاتھ پہنچ جانے پر قناعت کرتے ہیں، حالانکہ یہ مسح ہوا۔ غسل میں قطروں کا ٹپکنا اور پانی بہتا ہوا نہ گزرے تو غسل ہرگز نہ ہوگا۔

ثانیاً، پانی ایسی بے احتیاطی سے بہاتے ہیں کہ بعض جگہیں بالکل خشک رہ جاتی ہیں یا ان تک کچھ اثر پہنچتا ہے، تو وہی بھیکے ہاتھ کی تری۔

ان کے خیال میں شاید پانی میں ایسی کرامت ہے کہ ہر گوشہ میں اپنے آپ دوڑ جائے کچھ احتیاط خاص کی حاجت نہیں، حالانکہ جسم ظاہر میں بہت موقع ایسے ہیں کہ وہاں ایک جسم کی سطح دوسرے جسم کی سطح سے چھپ گئی ہے یا پانی کی گزرگاہ سے الگ واقع ہے کہ بغیر لحاظ خاص پانی اس پر بہ نہ سکے گا اور حکم یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ برابر جگہ یا کسی بال کی نوک بھی پانی بہنے سے رہ گئی، تو غسل نہ ہوگا۔

مثلاً ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بغیر منہ اٹھائے نہ دہلے گا۔ بغلیں بغیر ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی۔ پیٹ کی بلٹیں، ران اور پیٹو کا جوڑ، ران اور پنڈلی کا جوڑ جبکہ بیٹھ کر نہایت دونوں سرین ملنے کی جگہ خصوصاً جبکہ کھڑے ہو کر نہایتیں، رانوں کی گولائی، پنڈلیوں کی کروٹیں، بازو کا ہر پہلو، پیٹ کا ہر ذرہ مرد و عورت سب کے لیے اور خاص مردوں کے

لیے مثلاً گندھے ہوئے بال کھول کر دھونا، ذکر و انٹین کے ملنے کی سطحیں کہ بے جُدا کیے نہ دھلیں گی۔ انٹین کی زیرین سطح جوڑ تک انٹین کے نیچے کی جگہ جبر تک۔ جس کا خستہ نہ ہوا ہو، اگر کھال اوپر چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور خاص عورتوں کے لیے مثلاً گندھی ہوتی چوٹی میں سر بال کی جبر تر کرنی اور چوٹی اگر ایسی سخت گندھی ہو کہ بغیر کھولے جڑ میں تر نہ ہوں گی، تو چوٹی کھولنی ضروری ہے۔ ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا، پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر، ماتھے پر افشاں چینی ہو تو اُسے چھڑانا۔ عرض بدن کا ہر حصہ بہر پرزہ دھونے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ کوئی جگہ پانی بہنے سے نہ رہ جاتے، ورنہ غسل نہ ہوگا اور اعضائے وضو میں جو احتیاطیں ہر عضو کے بیان میں مذکور ہوتیں، ان کا یہاں بھی لحاظ ضروری ہے۔

غسل کی سنتیں

غسل کی نیت کر کے پہلے دو نون یا مکتوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ پھر استنجے کی جگہ دھوئے۔ خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے۔ پھر نماز کا سا وضو کرے، مگر پاؤں نہ دھوئے، ہاں اگر چوکی یا پتھر وغیرہ پر نہائے، تو پاؤں بھی دھولے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چھڑے، خصوصاً جاڑے میں۔ پھر تین مرتبہ داہنے موندھے پر پانی بہائے۔ پھر تین بار بائیں موندھے پر، پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار۔ پھر جائے غسل سے علیحدہ ہو جائے اور اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے، تو اب دھولے اور نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو اور ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کا ستر تو ضروری ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے، نہ دعا پڑھے، عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

۱۔ جس پر غسل واجب ہے، اُسے چاہیے کہ نہانے میں تاخیر نہ کرے اور اگر اتنی دیر کر چکا کہ نماز کا آخر وقت آگیا، تو اب فوراً نہانا فرض ہے، اگر اب تاخیر کرے گا، تو گنہگار ہوگا۔

۲۔ جنہی کو بلا وضو یا بغیر ہاتھ منہ دھوئے کھانا پینا مکروہ اور محتاجی لاتا ہے۔

۳۔ جس کو نہانے کی حاجت ہو، خواہ مرد ہو یا عورت اس کو مسجد میں جانا، قرآن مجید چھونا، اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چول چھوئے یا بغیر چھوئے دیکھ کر زبانی پڑھنا، یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ وغیرہ چھونا حرام ہے۔

۴۔ بغیر وضو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ زبانی یا دیکھ کر پڑھے، تو کچھ حرج نہیں۔

۵۔ قرآن مجید کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو، اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا حکم ہے، ہاں اگر قرآن عظیم یا ترجمہ قرآن، جزدان میں رکھا ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں۔ یونہی رومال وغیرہ یا کسی علیحدہ کپڑے سے قرآن مجید چھونا جائز ہے نہ دعا پڑھے۔ عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔

۶۔ کتب حدیث و تفسیر و فقہ کا چھونا ان کو مکروہ ہے اور جہاں ان کتابوں میں آیت ہو، بغیر وضو ہاتھ لگانا حرام ہے۔

۷۔ قرآن شریف کے سوا اور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف اور دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے پڑھیں۔

ایسا ہی یہ لوگ اذان کا جواب دے سکتے ہیں۔

۸۔ بچوں کو پڑھانے والی حیض یا نفاس کی حالت میں ایک ایک کلمہ سانس توڑ کر پڑھائے اور بجے کرانے میں کوئی حرج نہیں۔

۹۔ حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ جب تک یہ حالت رہے، وضو کر کے نماز کے اوقات پر تسبیح، کلمہ شریف، درود شریف پڑھ لیا کرے، تہجد کی عادت ہو تو اس وقت بھی۔

۱۰۔ اکثر عورتوں میں رواج ہے کہ جب تک حیض سے فراغت کے بعد نہانہ لیں یا نفاس کا پورا چلہ نہ ہو لے، اگرچہ حیض و نفاس ختم ہو گیا ہو نہ نماز پڑھیں نہ اپنے آپ کو قابل نماز کے جانیں۔ یہ محض جہالت ہے۔ مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس عادت سے باز رکھیں اور انہیں اس امر سے آگاہ کریں کہ جس وقت حیض و نفاس ختم ہو، اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں، تاخیر کریں گی تو گنہ گار ہوں گی اور اب جتنی نمازیں چھوٹیں بعد طہارت ان کی قضا کرنا فرض ہے۔

تندیہ : نفاس میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے۔ اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا جھوٹا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ مسلمانوں میں بعض جگہ ان کے برتن تک الگ کر دیے جاتے ہیں، بلکہ ان برتنوں کو مثل نجس کے سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہندوؤں کی رسمیں ہیں، ایسی بیہودہ رسموں سے احتیاط لازم ہے۔

۱۱۔ جس پر چند غسل واجب ہوں، سب کی نیت سے ایک غسل کر لیا، سب ادا ہو گئے، سب کا ثواب ملے گا۔

۱۲۔ جنبی نے جمعہ یا عید کے دن غسل جنابت کیا اور جمعہ اور عید وغیرہ کی نیت کر لی، سب ادا ہو گئے، اگرچہ اسی غسل سے جمعہ اور عید کی نماز ادا کر لے۔

۱۳۔ رمضان شریف میں اگر رات کو جنبی ہوا، تو بہتر یہی ہے کہ قبل طلوع فجر نہالے

کہ روزے کا ہر حصہ جنابت سے خالی ہو اور اگر نہیں نہایا تو بھی روزے میں کچھ نقصان نہیں، مگر مناسب یہ ہے کہ غرغره اور ناک میں جڑ تک پانی چڑھانا، یہ دو کام طلوع فجر سے پہلے کر لے کہ پھر روزے میں نہ ہو سکیں گے اور اگر نہانے میں اتنی تاخیر کی کہ دن نکل آیا اور نماز قضا کر دی تو یہ اور دنوں میں بھی گناہ ہے اور رمضان میں اور زیادہ۔
۱۴۔ جائز ہے کہ زن و شوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسل جنابت کریں، اگرچہ باہم ستر نہ ہو اور اس وقت ضرورت غسل کے متعلق بات بھی کر سکتے ہیں مثلاً ایک سبقت کرے، تو دوسرا کہے میرے لیے پانی رہنے دو۔ (افادات رضویہ)

۱۵۔ وضو یا غسل میں اگر کسی عضو کا پانی دھار بندھ کر برتن میں گرا، برتن کا پانی قابل طہارت رہے گا، ہاں اگر اتنا گرا کہ برتن کے پانی سے زائد ہو گیا، تو اس سے وضو اور غسل نہ ہو سکے گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۶۔ وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا یا چھڑکنا حرام ہے۔

۱۷۔ نابالغ نہ کبھی بغیر وضو ہو نہ مجنبی، انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور ادب سکھانے کے لیے ہے، ورنہ کسی حدت سے اُن کا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے اُن پر غسل فرض ہوا۔ (افادات رضویہ)

۱۸۔ ہنود و غیر ہم کفار جس طرح نہاتے ہیں، اس سے غسل جنابت نہیں اترتا۔ اسلام لائیں، تو قوا بعد غسل سکھا کر دوبارہ صحیح غسل دلانا ضروری ہے، ورنہ ان کی نماز نہ ہوگی۔ (افادات رضویہ)

۱۹۔ نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی ملک ہو جائے، اسے پینا یا غسل یا کسی کام میں لانا اس کے مال باپ یا جس کا وہ نوکر ہے، اس کے سوا کسی کو جائز نہیں، اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے۔ اگر وضو کر لیا، وضو ہو جائے گا اور گناہ گار ہوگا۔ یہاں سے معلمین کو سبق لینا چاہیے کہ اکثر وہ نابالغ بچوں سے پانی بھرا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔

اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا پانی بغیر اجازت صرف کرنا بھی حرام ہے۔ (بہارِ شریعت)
 ۲۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زانی پر سے غسل چالیس روز تک نہیں اترتا ہے، یہ
 محض غلط ہے۔ زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اول بار ہی نہانے سے ہو جائے گی۔
 ہاں قلب کی طہارت تو بہ سے ہوگی، اس میں چالیس دن کی حد باندھنی غلط ہے، چالیس
 برس تک تو بہ نہ کرے، تو چالیس برس تک طہارت باطن نہ ہوگی۔ (فتاویٰ افریقیہ)

غسل کن چیزوں سے فرض ہوتا ہے

کچھ نجاستیں ایسی بھی ہیں جن کے خارج ہونے یا بعض دفعہ ان کے خروج کا
 سبب پائے جانے پر شریعتِ مطہرہ نے غسل کرنے کا حکم دیا۔ انہیں "موجباتِ غسل"
 کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ واقفیت ہر مسلمان پر لازم و ملزوم ہے تاکہ وہ
 اپنی طہارت و پاکی کو ملحوظ رکھے اور جب کوئی موجبِ غسل پایا جائے، تو غسل کرے۔

ہم ان صورتوں کا مختصر بیان کرتے ہیں جو فرضیتِ غسل کا سبب ہیں:

۱۔ منیٰ کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نکلنا، اگر منیٰ شہوت کے ساتھ
 اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی، بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب سے نکلی یا
 پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلا شہوت نکل آئیں، تو غسل واجب نہیں،
 البتہ وضو جاتا رہے گا۔

اور اگر منیٰ اپنے طرف سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی، مگر اس شخص نے اپنے آلہ کو
 زور سے پکڑ لیا کہ باہر نہ ہو سکی۔ پھر جب شہوت جاتی رہی، چھوڑ دیا۔ اب منیٰ باہر ہوئی
 تو اگرچہ باہر نکلنا شہوت سے نہ ہوا، مگر چونکہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی،
 لہذا غسل واجب ہوا، اسی پر عمل ہے۔

۲۔ احتلام، کہ کوئی شخص سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پانی... جس کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے، اگرچہ خواب یاد نہ ہو۔

مسئلہ (۱)، اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے، تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور لذت انزال خیال میں ہو، غسل واجب نہیں۔
مسئلہ (۲)، اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں، تو غسل بھی نہیں اور احتلام ہونا یاد ہے تو غسل ہے۔
مسئلہ (۳)، مرد و عورت ایک چار پائی پر سوتے، بعد بیداری بستر پر منی پانی گئی اور ان میں سے ہر ایک احتلام کا منکر ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ بہر حال دونوں غسل کریں اور یہی صحیح ہے۔

مسئلہ (۴)، لڑکے کا بلوغ احتلام سے ہوا، اس پر غسل واجب ہے۔
مسئلہ (۵)، کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا، آنکھ کھلی تو مذی پانی، غسل واجب ہے۔

مسئلہ (۶)، احتلام یاد ہے، مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں تو غسل واجب نہیں۔

مسئلہ (۷)، عورت کو خواب ہوا، تو جب تک منی فرج سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔
۳۔ حشفہ یعنی ذکر کا سرا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو یا بلا شہوت۔ انزال ہو یا نہ ہو، بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے، تو اس پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں، مگر غسل کا حکم دیا جائے گا۔

فائدہ: ان تین وجوہ سے جس پر نہانا فرض ہو، اس کو جنب اور ان اسباب

کو جنابت کہتے ہیں۔

۴۔ حیض سے فارغ ہونا،

مسئلہ (۱) حیض وہ بدبودار خون ہے جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام

سے ہر ماہ عادی طور پر نکلتا ہے۔

مسئلہ (۲) حیض کی مدت کم از کم تین دن تین راتیں یعنی بہتر گھنٹے ہیں۔

اس سے اگر ایک منٹ بھی کم ہے تو حیض نہیں استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ

دس دن دس راتیں ہیں۔

مسئلہ (۳) یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت جاری رہے۔ جبھی حیض ہو،

بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آتے جب بھی حیض ہے۔

مسئلہ (۴) کم سے کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر حیض آنے

کی پچپن سال ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سن ایاس کہتے ہیں۔

مسئلہ (۵) حمل والی عورت کو جو خون آیا وہ استحاضہ ہے۔

۵۔ نفاس کا ختم ہونا؛

مسئلہ: نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے رحم سے

آتا ہے، اس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ

چالیس دن رات ہے، لہذا بچہ پیدا ہونے سے پیشتر جو خون آیا نفاس نہیں بلکہ

استحاضہ ہے۔

تنبیہ: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے کسی بیماری کی وجہ سے جو

خون آئے، اُسے استحاضہ کہتے ہیں۔ یہ خون رحم سے نہیں آتا، بلکہ یہ رگ کا خون ہے۔

اسی لیے استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے نہ روزہ اور نہ ایسی عورت سے صحبت حرام۔

مسئلہ ضروریہ: استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ نماز کا پورا

ایک وقت اسی حالت میں گزر جائے، تو ایسی عورت ایک وضو سے اُس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔ اس خون کے آنے سے اُس کا وضو نہ جائے گا۔
(عامہ کتب)

معذور کے مسائل

- ۱۔ ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت ایسا گزر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا، وہ معذور ہے۔
- ۲۔ معذور کا حکم یہ ہے کہ وقت میں وضو کرے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے، اس وضو سے پڑھے، اُس بیماری سے اس کا وضو نہیں جاتا۔ جیسے قطرے کا مرض یا دست آنا یا ہوا کا خارج ہونا یا دکھتی آنکھ سے پانی گرنا یا ناسور سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان، ناف، پستان سے پانی نکلنا کہ یہ سب بیماریاں توڑنے والی ہیں، ان میں جب پورا ایک وقت ایسا گزر گیا کہ ہر چند کوشش کی، مگر طہارت کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا، تو عذر ثابت ہو گیا اور ایسا شخص معذور ہے
- ۳۔ فرض نماز کا وقت جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسے کسی نے عصر کے وقت وضو کیا تھا، تو آفتاب کے ڈوبتے ہی وضو جاتا رہا۔
- ۴۔ معذور کا وضو اس چیز سے نہیں جاتا جس کے سبب معذور ہے۔ ہاں اگر کوئی دوسری چیز وضو توڑنے والی پانی گئی تو وضو جاتا رہا، مثلاً جسے قطرے کا مرض ہے، ہوا نکلنے سے اس کا وضو جاتا رہے گا۔
- ۵۔ اگر کسی ترکیب سے عذر جاتا رہے یا اس میں کسی ہو جائے تو اس میں ترکیب کا کوئی نقص ہے، مثلاً کھڑے ہو کر پڑھنے سے خون بہتا ہے اور بیٹھ کر پڑھے تو نہ بہے گا تو بیٹھ کر پڑھنا فرض ہے۔

۶۔ معذور کو ایسا عذر ہے جس کے سبب کپڑے نجس ہو جاتے ہیں تو اگر ایک درم سے زیادہ نجس ہو گیا اور جانتا ہے کہ اتنا موقع ہے کہ اسے دھو کر پاک کپڑوں سے نماز پڑھ لوں گا، تو دھو کر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر جانتا ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے پھر اتنا ہی نجس ہو جائے گا، تو دھونا ضروری نہیں اور اگر درہم کے برابر ہے تو پہلی صورت میں دھونا واجب اور درہم سے کم ہے، تو سنت اور دوسری صورت میں مطلقاً نہ دھونے میں کوئی حرج نہیں۔

۷۔ استحاضہ والی عورت اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی وضو کر کے اول وقت میں اور مغرب کی غسل کر کے آخر وقت میں اور عشاء کی وضو کر کے اول وقت میں پڑھے اور فجر کی بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو بھی فائدہ پہنچے۔

۸۔ کسی زخم سے ایسی رطوبت نکلے کہ بہے نہیں، تو نہ اس کی وجہ سے وضو ٹوٹے، نہ معذور ہونہ رطوبت ناپاک۔

۹۔ معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروج وقت سے جاتا ہے، دخول سے نہیں، تو تہجد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقت عشا خارج ہو گیا۔ صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہو گیا اور اشراق کے وضو سے ظہر جمعہ پڑھ سکتا ہے کہ اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۰۔ معذور اپنے مثل یا اپنے سے زائد عذر والے کی امامت کر سکتا ہے۔ کم عذر والے کی امامت نہیں کر سکتا، یوں ہی طاہر معذور کی اقتدار نہیں کر سکتا جبکہ حالت وضو میں یا بعد وضو وقت کے اندر حدث پایا جائے اگرچہ نماز کے بعد اور اگر نہ وضو کے وقت حدث تھا نہ ختم وقت تک اس نے عود کیا تو یہ نماز جو اس نے

القطاع پر پڑھی، اُس میں تندرست اس کی اقتدار کر سکتا ہے۔ (درمختار)
 ۱۱۔ معذور نے اپنے مثل دوسرے معذور اور صحیح کی امامت کی، صحیح کی نہ ہوگی
 اوروں کی ہو جائے گی۔ (درمختار)

پانی کا بیان

طہارت کے لیے پانی کی ضرورت ہے اور بدن ستھرا رکھنا میل کچیل دُور کرنا،
 نجاست سے پرہیز کرنا ہمہ اوقات شرع کو مطلوب ہے تو ظاہر ہے کہ طہارت کے
 لیے پاک اور صاف پانی ہی درکار ہوگا کہ جو پانی خود ہی نجس ہو اور اس سے طہارت و پاکیزگی
 کا ارادہ کیا جائے، تو بجائے طہارت کے بدن نجاستوں سے اور زیادہ ملوث ہو جائے
 گا۔ لہذا ضرورت ہے کہ ہم پاک اور ناپاک پانی کو سمجھیں اور وہ بھی شریعتِ مطہرہ کے
 فرامین و احکام کے مطابق، ورنہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو اپنی دانست میں
 پاک جانتا ہے اور نظر شریعت میں، وہ ناپاک و ممنوع الاستعمال ہے۔ یونہی پانی کہ اگر
 وہ واقعہً نجس ہے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس سے بدن کو پاکیزگی حاصل ہوگی اور
 جب یہ ظاہری طہارت حاصل نہیں ہو سکتی تو باطنی طہارت کس طرح میسر آ سکتی ہے
 اس اعتبار سے کہ طہارت کس پانی سے ہو سکتی ہے یا کس پانی سے ہم وضو و
 غسل کر سکتے ہیں اور کس سے نہیں، ہم پانی کو حسب ذیل اقسام پر تقسیم کر سکتے ہیں۔
 ظاہر مطہر غیر مکروہ کہ خود پاک ہے، دوسروں کو پاک کر سکتا ہے اور شریعتِ مطہرہ
 اس کو بہت و ناپسندیدگی کا حکم بھی نہیں دیتی، مثلاً مینہ، ندی، نالے، چشمے، سمندر،
 دریا، کنوئیں اور برف اولے کا پانی کہ ان سے وضو و غسل بلا کراہت جائز ہے۔
 ظاہر مطہر مکروہ کہ خود پاک ہے اوروں کو پاک کر سکتا ہے، مگر شریعتِ مطہرہ
 اس کا استعمال بلا ضرورت پسند نہیں فرماتی، لہذا اچھا پانی ہوتے ہوئے اس سے

وضو و غسل مکروہ ہے اور اگر اچھا پانی موجود نہیں، تو کوئی حرج نہیں۔ یہ پانی وضو و غسل کے کام میں لایا جاسکتا ہے، مثلاً اڑنے والے شکاری جانور جیسے شکر، باز، بہری، چیل وغیرہ کا جھوٹا یا کوئے کا جھوٹا پانی یوں ہی گھروں میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، چھپکلی، سانپ وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے، البتہ پہلی صورت میں اگر ان جانوروں کو پال کر شکار کے لیے سیکھا لیا ہو اور چوپنج میں نجاست نہ لگی ہو تو ان کا جھوٹا پاک ہے۔ طاہر غیر مطہر کہ خود پاک ہے، مگر اس سے وضو و غسل جائز نہیں، مثلاً جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرایا بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا جو وضو میں دھویا جاتا ہے۔ بالقصد یا بلا قصد درودہ سے کم پانی میں بے دھوئے پڑ جائے۔ اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے، اس کے جسم کا کوئی عضو دھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے۔ یوں ہی اگر ہاتھ دھلا ہوا ہے، مگر پھر دھونے کی نیت سے پانی میں ڈالا اور یہ دھونا ثواب کا کام ہو، جیسے کھانے کے لیے یا وضو کے لیے تو ان تمام صورتوں میں وہ پانی پاک ہے، مگر وضو اور غسل کے کام کا نہیں؛ البتہ نجس چیز اس سے دھو کر پاک کر سکتے ہیں، اسے ماہر مستعمل کہتے ہیں۔

تنبیہ، اگر بضرورت ہاتھ پانی میں ڈالا جیسے پانی بڑے برتن میں ہے کہ اُسے جھکا نہیں سکتا نہ کوئی چھوٹا برتن ہے کہ اس سے نکالے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال کر اس سے پانی نکالے اور اس صورت میں وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ اس مسئلہ سے بہت کم لوگ واقف ہیں، خیال رکھنا چاہیے۔

مشکوٰۃ یعنی وہ پانی کہ اس کے وضو یا غسل کے قابل ہونے میں شک ہے، لہذا اس سے وضو و غسل نہیں ہو سکتا کہ یقینی حدت مشکوک طہارت سے زائل نہ ہوگا۔ ہاں اگر اچھا پانی نہ ہو تو اسی سے وضو و غسل کر لے اور یتیم بھی۔ تو اگر وضو کیا اور یتیم نہ کیا یا یتیم کیا اور وضو نہ کیا نماز نہ ہوگی۔ مثلاً گدھے خچر کا جھوٹا کہ اس میں مختلف روایتیں ہیں، اسی لیے اس کے قابل طہارت ہونے یا نہ ہونے پر یقین نہیں شک ہے۔

مسائل متفرقة

۱- جس پانی میں کوئی چیز مل گئی کہ بول چال میں اسے پانی نہ کہیں بلکہ اس کا کوئی اور نام ہو گیا ہے جیسے شربت یا پانی میں کوئی شربت یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا نہ ہو جیسے چار یا گلاب یا عرق تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔
۲- اگر ایسی چیزیں ملائیں یا ملا کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا ہو جیسے صابن یا بیری کے پتے تو اس سے وضو و غسل جائز ہے، بشرطیکہ اس کا پتلا پن زائل نہ ہو اور اگر ستو کی مثل گاڑھا ہو گیا، تو وضو و غسل جائز نہیں۔

۳- پانی میں کوئی پاک چیز ملی جس سے رنگ یا بو یا مزہ میں فرق آگیا، مگر اس کا پتلا پن نہ گیا جیسے ریتا چڑنا یا تھوڑی زعفران تو اس سے وضو وغیرہ جائز ہے۔ ہاں زعفران کا رنگ اتنا آجائے کہ پانی کی پٹا رنگنے کے قابل ہو جائے تو وضو و غسل جائز نہیں، یونہی پڑ یا کارنگ۔

۴- بہت پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہا لے جائے پاک اور پاک کرنے والا ہے نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا، تو ناپاک ہو گیا۔ اب یہ پانی اس وقت پاک ہوگا کہ اس کے اوصاف رنگ مزہ، بو ٹھیک ہو جائیں۔ خواہ یوں کہ وہ نجاست نہ نشین ہو جائے یا پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہا لے جائیں۔

۵- جس پانی کی بالائی سطح کی پیمائش سو ہاتھ ہو، مثلاً دس ہاتھ لمبا چوڑا یا بیس ہاتھ لمبا، پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا چار ہاتھ چوڑا اور علیٰ ہذا القیاس عرض کل لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی تقریباً ساڑھے پچیس ہاتھ ہو اور گہرائی اتنا

کہ لپ سے پانی لے تو زمین نہ کھل جائے اس پانی کو دہ در دہ کہتے ہیں۔ یہ پانی نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جب تک نجاست کے سبب اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل جائے۔

- ۶۔ دہ در دہ پانی میں پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں، تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو یہ حکم جواز میں ہے، یعنی اس پانی سے وضو و غسل جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)
- ۷۔ مینہ کا پانی جب تک چھت یا زمین پر بہ رہا یا پرنا لے سے گر رہا ہے، پاک ہے۔ اگرچہ چھت پر جا بجا نجاست پڑی ہو۔ اگرچہ نجاست پرنا لے کے منہ پر ہو جب تک نجاست سے پانی کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے۔ یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔ ہاں اگر مینہ رک گیا اور پانی کا بہنا موقوف ہو گیا، تو اب وہ ٹھہرا ہوا پانی اور جو چھت سے ٹپکے نجس ہے، اگرچہ اس کا کوئی وصف نہ بدلا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ)
- ۸۔ بڑے حوض میں لٹھے یا کڑیاں گاڑی گئی ہوں، تو ان لٹھوں کڑیوں کے علاوہ باقی جگہ اگر سوا ہاتھ ہے، تو وہ حوض بڑا ہے، ورنہ نہیں۔ البتہ پتلی پتلی چیزیں جیسے گھاس نرکل کھیتی وغیرہ اس کے پانی کے اتصال کو مانع نہیں (فتاویٰ رضویہ)
- ۹۔ حوض اسی کو نہیں کہیں گے جو مسجدوں، عید گاہوں میں بنا لیے جاتے ہیں، بلکہ ہر وہ کڑھا جس کی پیمائش سوا ہاتھ ہے، بڑا حوض ہے اور اس سے کم ہے تو چھوٹا۔
- ۱۰۔ بڑے حوض میں ایسی نجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے (جسے غیر مرتیہ کہتے ہیں) جیسے شراب، پیشاب تو اس کی ہر جانب سے وضو جائز ہے اور اگر دیکھنے میں آتی ہو، (جسے مرتیہ کہتے ہیں) جیسے پاخانہ یا کوئی مرا ہوا جانور تو جس طرف وہ نجاست ہو، اس طرف وضو نہ کرنا بہتر ہے، دوسری طرف کرے۔
- ۱۱۔ بڑے حوض کہ اکثر مساجد یا عید گاہ میں بنائے جاتے ہیں اور اس پر بہت

سے لوگ جمع ہو کر وضو کرتے ہیں، اُس میں کلی کرنا یا ناک سُکننا نہ چاہیے کہ یہ نظافت کے خلاف ہے۔

۱۲۔ مستعمل پانی اگر اچھے پانی میں مل جائے، مثلاً وضو یا غسل کرتے وقت قطرے لوٹے یا گھڑے میں ٹپکے، تو اگر اچھا پانی زیادہ ہے، تو یہ وضو اور غسل کے کام کا ہے، ورنہ سب کچھ بیکار ہو گیا۔

۱۳۔ پانی کسی طرح مستعمل ہو گیا، مثلاً اس میں ہاتھ پڑ گیا اور یہ چاہیں کہ یہ کام کا ہو جائے تو اچھا پانی اُس سے زیادہ اس میں ملا دیں، سب کام کا ہو جائے گا۔
۱۴۔ نجاست نے پانی کا مزہ بو، رنگ بدل دیا، تو اس کو اپنے استعمال میں بھی لانا ناجائز اور جانوروں کو پلانا بھی۔ گارے وغیرہ کے کام میں لاسکتے ہیں، مگر اس گارے کی مٹی کو مسجد کی دیوار وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔

۱۵۔ چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی ہے اور اس میں نجاست پڑنا معلوم نہیں، تو اس سے وضو جائز ہے۔

تنبیہ: کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں۔ ہاں کوئی محلِ شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اور یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو، اُسے اپنی اولیٰ ام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے۔ حکمِ دہی ہے جو اللہ ورسول کا ہے اور حکم نہیں، مگر اللہ ورسول کے لئے جہل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
۱۶۔ بچہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے، تو خاص اس بچے کے ہاتھ، پاؤں دیکھیں۔ اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو پانی ناپاک ہے اور پاکی ظاہر ہو تو پاک ہے اور کچھ نہ کھلے تو صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کر کے نماز پڑھ لی، تو بلاشبہ جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

”فائدہ نفیسہ واجبۃ الحفظ“

حق جل و علا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع و نفس الامر میں طاہر و حلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیظہ قدرت سے ورا ہے : قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ه نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم و یقین کی رُو سے طیب و طاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم ہے اور حرج مدفوع بالنص ہے : قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ه

اے عزیز! یہ دین بھدا اللہ تعالیٰ آسانی و سماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا۔ اس کے لیے ہمیشہ رفق و نرمی ہے اور تعمق و تشدد کو راہ دے گا۔ یہ دین اُس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا جیسا کہ احادیثِ کریمہ میں وارد ہے بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال و طیب ہو اور اُسے کسی نجاست کا عارض نہ ہونا ہمارے علم میں نہ ہو۔ لہذا جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ ممانعت کا کوئی قوی منظر نہ پایا جائے گا۔ تفتیش و تحقیق کی بھی حاجت نہیں۔ مسلمان کو روا ہے کہ اصل حل و طہارت پر عمل کرے اور یسکن و یجتمل و شاید ولعل کو جگہ نہ دے۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے : ”جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور اُسے اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پوچھے اور اپنے پینے کی چیز میں سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے (حاکم وغیرہ)

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہ کی جگہ تفتیش و سوال بہتر ہے۔ جب تک اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے اور یہ بھی اسی وقت تک جب اس احتیاط و ورع میں کسی امر اہم کا خلاف لازم نہ آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال و طعام کی تحقیقات کر رہے ہیں، کہاں سے لایا، کیونکر پیدا کیا حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بے شک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم و محترم ہو جیسے عالم دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان، سردار قوم کہ اس میں ترک ادب بھی ہے۔ غرض یہ کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے دوری و پرہیزگاری اور رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پڑاؤ نہ کرے اور مستحب کی بجا آوری اور غیر مناسب کو چھوڑ دینے پر خلق کی مدارات اور مسلمانوں کے دل کی مراعات کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو علوات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناخت نہ ثابت ہو، ان میں اپنی بڑائی و برتری اور تقویٰ و پرہیزگاری کے اظہار کے لیے مسلمانوں کا خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب موافق اسلام میں باہمی مدارات و انسیت کے مخالف و معارض اور شارع کی مراد و مقصود کے مناقص و منافی ہیں۔

ہاں ہاں ہوشیار یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمت جمیلہ و کوچہ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت سے زاہدان خشک غافل و جاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغر حکمت و مقصود شریعت سے دُور پڑتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

ہاں ہاں شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے، یونہی موضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلا و بے شرعی اپنے اوپر دروازہ طعن کھولنا ناجائز ہے اور مسلمانوں کو اپنی غیبت و بدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح و شنیع۔ احادیث و اقوال ائمہ دین سے اس پر صمد با دلائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ)

کنوئیں کا بیان

پانی کے رہنے یا پائے جانے کی دو جگہ ہیں۔ معدن جیسے جھیل چشمہ نہرندی سمندر اور کنواں وغیرہ، دوسری مشک مٹکے لگن وغیرہ دوسرے برتن جن میں عام طور پر پانی رکھا جاتا ہے اور معدن ایسی چیز ہے کہ اس کے ناپاک ہونے سے لوگوں پر ناقابل برداشت مشقت پڑتی اور اس کے پانی نکالنے میں بڑی دقت ہوتی ہے کہ استعمالی برتنوں یا مشکیزوں کی طرح پانی کے چشموں یا دریاؤں یا نہروں وغیرہ کا نہ کوئی سرلوپش ہے اور نہ ہی ان کو جانوروں کے لیدگوبر اور درندوں کے منہ ڈالنے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اس لیے شریعت مطہرہ نے یہ حکم دیا کہ ایسے بہتے ہوئے پانی میں اگر نجاست وغیرہ پڑ جائے تو وہ پانی کی طہارت پر غالب نہیں آسکتی۔ ان کی طہارت علیٰ حالہا باقی رہتی ہے، ان سے وضو و غسل کرنا ہر حال میں جائز و روا و درست و بجا ہے۔

اور اسی ماہر جاری کے حکم میں ہیں، بڑے بڑے حوض یا گڑھے جن میں پانی کی بالائی سطح وہ دردہ کے مقدار میں ہوتی ہے۔

اب باقی رہے کنوئیں کہ انہیں پانی سے خالی کر کے بالکل پاک و صاف کر لینا تو اتنا دشوار ہے کہ برداشت سے باہر ہو اور نہ ہی اتنا آسان کہ جب چاہو، اسے پاک صاف کر کے دھو ڈالو جس طرح کھانے پینے کے برتنوں کو پاک صاف کر لیا جاتا ہے اور کوئی دشواری و دقت پیش نہیں آتی۔ شریعت مطہرہ نے انسانی ضروریات و مقتضیات کا لحاظ فرماتے ہوئے کنوئیں کی طہارت کے کئی طریقے اپنی اپنی نوعیت و اہمیت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ مقرر فرمائے۔

(و) کنوئیں کا کل پانی نکالا جائے، جبکہ :

۱۔ کنوئیں میں آدمی یا کسی جانور کا پیشاب یا بہتا ہوا خون یا کسی قسم کی شراب یا ناپاک لکڑی یا نجس کپڑا یا کوئی اور ناپاک چیز گر جائے۔

۲۔ یا جن چوپالیوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا، ان کا پاخانہ یا پیشاب یا مرغی اور بٹ کی بیٹ اُس میں پڑ جائے۔

۳۔ یا کنوئیں میں آدمی، بکری یا کتا یا ان کے برابر یا ان سے بڑا کوئی اور جانور جس میں بہتا ہوا خون ہو گر کر مر جائے یا جو بچہ مردہ پیدا ہوا وہ گر جائے یا گر کر مر جائے۔

۴۔ یا مرغی، بلی، چوہا، چھپکلی یا کوئی دموی جانور اس میں مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے یا دو بتیاں مرجائیں یا سوڑ کنوئیں میں گر جائے، اگرچہ نہ مرے۔

۵۔ یا کافر مردہ اگرچہ سو بار دھویا گیا ہو، کنوئیں میں گر جائے یا اُس کی انگلی یا ناخن پانی سے لگ جائے۔

۶۔ یا چھ چوہے گر کر مرجائیں یا چھپکلی یا چوہے کی دم کٹ کر کنوئیں میں گر جائے، اگرچہ پھولی پھٹی نہ ہو تو ان سب صورتوں میں کنوئیں کا نکل پانی نکالا جائے گا۔

۷۔ یونہی جبکہ جوتا یا گیند کنوئیں میں گزرتی اور نجس ہونا یقینی ہے۔

۸۔ یونہی کوئی جانور زندہ نکل آیا، مگر اس کا منہ پانی میں پڑا اور اس کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے۔

(ب) چالیس سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالا جائے، جبکہ :

کنوئیں میں کبوتر، بلی، مرغی گر کر مرے یا تین یا چار چوہے گر کر مرجائیں۔

(ج) بیس ڈول سے تیس تک نکالا جائے جبکہ :

چوہا، چھوٹا بچہ، چوہا، چھپکلی، گرگٹ یا ان سے چھوٹا کوئی دموی جانور کنوئیں

میں گر کر مر جائے یا دو چوہے گر کر مرجائیں

(د) صرف تسکین قلب کے لیے بیس ڈول نکالنا مستحب ہے، جبکہ :

- ۱۔ جوتاً یا کیند کنوتیں میں گر گئی اور اس کا نجس ہونا یقینی نہیں۔
- ۲۔ سوّر کے سوا اور کوئی جانور کنوتیں میں گرا اور زندہ نکل آیا اور اس کے جسم پر نجاست لگی ہونا یقینی معلوم نہ ہو اور پانی میں اس کا مُنہ نہ پڑا۔
- ۳۔ یونہی جس کا جھوٹا پاک ہے، مثلاً بجرى گری اور زندہ نکل آئی۔
- ۴۔ بچے کے نہالچے کا ٹکڑا کنوتیں میں گر گیا اور اس پر نجاست کا ہونا معلوم نہیں۔
- ۵۔ یونہی بے وضو اور جُبنی اگر بلا ضرورت کنوتیں میں اتریں اور ان کے بدن پر نجاست نہ لگی ہو۔

(د) بوجہ ضرورت پانی کی ناپاکی کا حکم نہ دیا جائے، جبکہ :

- ۱۔ پانی کا جانور یعنی وہ جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اگر کنوتیں میں مر جائے یا مرا ہوا گر جائے۔ ہاں پھٹ کر گرا اس کے اجزاء پانی میں مل گئے، تو اس کا پینا حرام ہے۔

۲۔ یا جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا جیسے مچھر مکھی وغیرہ وہ کنوتیں میں مر جائیں یا مر کر کنوتیں میں گر جائیں۔

۳۔ یا گھڑا وغیرہ جو برتن زمین پر رکھا جاتا ہے۔ اگر کنوتیں میں ڈالا جائے یا گر پڑے، یونہی لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے اور موضع نجاست سے الگ رکھتے ہیں، کنوتیں میں۔ وہ کنوتیں میں جا پڑے، کنوآں ناپاک نہ ہوگا، جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

۴۔ یا اہل مہود کنوتیں میں اپنے لوٹے ڈالیں اور پانی بھریں یا ان پر کھڑے ہو کر نہائیں یا اپنے کپڑے دھوئیں کہ چھینٹیں کنوتیں میں جائیں۔ جب نجاست یقیناً نامعلوم ہو اور صرف اس قدر کہ غالباً ان کے برتن کپڑے ناپاک ہوتے ہیں حکم نجاست کے لیے کافی نہیں، ورنہ بازار کی مٹھائی اور دودھ گھی وغیرہ سب حرام و نجس ٹھہریں گے اور یہ حرج ہے اور حرج مدفوع بالتص۔ ہاں احتیاط اس میں ہے کہ کنوتیں کو ان کے تصرف

سے بچایا جائے، بالخصوص مسجد کے کنوئیں کہ ان کے تصرف سے دُور رہیں اور اگر عام کنوآں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی اور کفار اور گنوار بھرتے ہیں، تو یہ محل ضرورت و عرج میں آگیا، جبکہ اور کنوآں وہاں نہ ہو، ورنہ گندوں کا کنوآں گندوں پر چھوڑ دیں۔
(فتاویٰ رضویہ)

۵۔ یا مینگنی، گوبر، لید، خشک یا تر، ثابت یا ریزہ ریزہ، کنوئیں میں گر جائے، جبکہ قلیل ہو، یعنی جسے دیکھنے والا کم کہے۔ شہر میں ہو خواہ گاؤں میں کنوئیں پر ڈھکتا ہو یا نہ ہو۔ ہاں کثیر ہو تو سب پانی نکالا جائے گا۔

۶۔ یا اڑنے والے حلال جانور کبوتر، چڑیا کی بیٹ یا شکاری پرند، چیل، شکرا، باز کی بیٹ گر جائے یا چوہے یا چمگاڈر کا پیشاب اُس میں پڑ جائے۔
۷۔ یا پیشاب کی بہت باریک بندکیاں مثل سُوتی کی نوک کے یا جنس غبار کنوئیں میں پڑ جائے۔

مسائل متفرقة

۱۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہو گیا، اس کا ایک قطرہ بھی پاک کنوئیں میں پڑ جائے، تو یہ بھی ناپاک ہو گیا جو حکم اس کا تھا، وہی اس کا ہو گیا۔ یونہی ڈول رستی گھڑا جن میں ناپاک کنوئیں کا پانی لگا تھا۔ پاک کنوئیں میں پڑے، وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔
۲۔ آدمی کا بچہ جو زندہ پیدا ہو، حکم میں آدمی کے ہے اور بکری کا چھوٹا بچہ حکم میں بکری کے ہے اور جو جانور کبوتر سے چھوٹا ہو، چوہے کے حکم میں ہے اور جو بکری سے چھوٹا ہو، مرغی کے حکم میں ہے۔

۳۔ کنوئیں میں وہ جانور گرا جس کا چھوٹا پاک ہے یا مکروہ اور پانی کچھ نہ نکالا

اور وضو کر لیا تو وضو ہو جائے گا۔

۴۔ جس کی پیدائش پانی کی نہ ہو اور پانی میں رہتا ہو جیسے بظا اس کے مرجانے سے پانی نجس ہو جائے گا۔

۵۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہو گیا، اس میں سے جتنا پانی نکالنے کا حکم ہے، نکال لیا گیا، تو اب وہ رستی ڈول جس سے پانی نکالا ہے، پاک ہو گیا، دھونے کی ضرورت نہیں۔

۶۔ یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ اتنا اتنا پانی نکالا جائے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ چیز جو اس میں گری ہے، اس کو کنوئیں میں سے نکال لیں، پھر اتنا پانی نکالیں۔ اگر وہ اسی میں پڑی رہی، تو کتنا ہی پانی نکالیں، بیکار ہے۔ ہاں اگر وہ چیز سڑگل کر مٹی ہو گئی یا اس کا نکالنا مشکل ہو تو اب فقط پانی نکالنے سے کنوآں پاک ہو جائے گا۔

۷۔ جس کنوئیں کا ڈول معین ہو تو اسی کا اعتبار ہے اور اگر اس کا کوئی خاص ڈول نہ ہو تو ایسا ہو کہ ایک صاع یعنی تقریباً ۳ ۱/۲ سیر پانی آجائے۔ فائدہ صاع ہمارے امام کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور ہر رطل بیس استار، ہر استار چارٹھے چار مثقال ہر مثقال ساٹھے چار ماشہ تو ہر رطل تینتیس تولہ نو ماشہ اور صاع دوسو ستتر تولہ کا ہوا۔
(فتاویٰ رضویہ)

۸۔ کنوئیں سے مرا ہوا جانور نکلا، تو اگر اس کے گرنے مرنے کا وقت معلوم ہے، تو اسی وقت سے پانی نجس ہے۔ اس کے بعد اگر کسی نے وضو یا غسل کیا یا کپڑے دھوئے اور اسی وضو و غسل یا کپڑوں سے نمازیں پڑھیں، وہ نمازیں نہ ہوتیں، ان کا لوٹانا فرض ہے اور اگر وقت معلوم نہیں، تو جس وقت دیکھا گیا، اسی وقت سے نجس قرار پائے گا۔ تیسرا اسی پر عمل ہے۔

۹۔ کنوئیں سے جتنا پانی نکالنا ہے، اس میں اختیار ہے کہ ایک دم سے اتنا

نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کھوڑا کر کے۔

۱۔ مسلمان مردہ بعد غسل کے کنوئیں میں گر جائے تو اصلاً پانی نکالنے کی ضرورت نہیں۔ یہی حکم شہید کا ہے، اگرچہ اس کے بدن پر خون ہو۔ ہاں بہنے کے قابل خون اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں مل گیا تو اب ناپاک ہو گیا۔ واللہ اعلم!

جھوٹے پانی کا بیان

پانی جبکہ نہ جاری ہو نہ جاری کے حکم میں اور اس میں سے کوئی جاندار پی لے، تو شرعاً اس کی چار صورتیں ہوتی ہیں:

۱۔ جھوٹا پاک ہے، مثلاً:

آدمی کا جھوٹا چاہے جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت یا کافر، مگر اس سے بچنا چاہیے۔ مٹوک اور کھنکار وغیرہ سے بدتر کافر کے جھوٹے کو سمجھنا چاہیے۔ ہاں اگر منہ نجس ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا، مثلاً شراب پی کر فوراً پانی پیا، تو نجس ہو گیا۔ یونہی جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، چوپائے ہوں یا پرند ہوں، یونہی گھوڑے کا جھوٹا، یونہی اُس مرغی کا جھوٹا جو بند رہتی ہے۔

۲۔ جھوٹا پانی نجس ہے، اس کا استعمال جائز نہیں، مثلاً:

سور، کتا، شیر، چیتا، بھیریا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا جھوٹا۔

۳۔ جھوٹا مکروہ ہے۔

۴۔ جھوٹا مشکوک ہے۔

ان دونوں صورتوں کا بیان قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

تیمم کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے،

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ
الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا
صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ط

(یعنی اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی پاخانہ سے آیا یا عورتوں سے مباشرت کی (جماع کیا) اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

احادیثِ کریمہ

۱۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ یہاں تک کہ جب بید آیا ذات الجیش میں اترے تو میرا ہار گم گیا، اُس کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اقامت فرمائی، حالانکہ جہاں لشکر اترتا تھا، وہاں پانی نہ تھا اور صبح وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا۔ عرض صبح ہوئی تو پانی نہ تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے صدیقہ نے کیا کیا حضور کو اور سب کو کھٹھہر لیا اور نہ یہاں پانی ہے نہ لوگوں کے ہمراہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھ پر عتاب کیا۔ تو جب صبح ہوئی، ایسی جگہ جہاں پانی نہ تھا حضور اُٹھے اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے

آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو آسانیاں ہوتی
 ہی رہتی ہیں اور انہیں فائدے پہنچتے ہی رہتے ہیں۔ فرماتی ہیں جب میری سواری کا اونٹ
 اٹھایا گیا، تو اس کے نیچے سے بار ملا۔ (بخاری شریف)

فائدہ جلیلہ

(۱) ہارگم ہونے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ بتانے میں بہت حکمتیں ہیں؛
 ۱۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے قیام ان کی فضیلت و منزلت
 کا مشعر ہے۔

۲۔ صحابہ کا جستجو فرمانا اس میں ہدایت ہے کہ حضور کے ازواج کی خدمت مومنین کی
 سعادت ہے۔

۳۔ پھر حکم تیمم ہونا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات
 کی خدمت کا صلہ ایسا ہے جس سے قیامت تک مسلمان منتفع ہوتے رہیں گے سبحان اللہ
 (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مجملہ ان باتوں کے جن سے
 ہم کو لوگوں پر فضیلت دی گئی، یہ تین باتیں ہیں :

۱۔ ہماری صفیں ملائکہ کی سفوں کے مثل کی گئیں۔

۲۔ اور ہمارے لیے تمام زمین مسجد کر دی گئی۔

۳۔ اور جب ہم پانی نہ پائیں زمین کی خاک ہمارے لیے پاک کرنے والی بنائی گئی۔

(مسلم شریف)

(۳) پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے، اگرچہ دس برس پانی نہ پائے اور جب پانی پائے
 تو اپنے بدن کو پہنچائے، (غسل و وضو کرے) کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (ترمذی شریف)

تیمم کے مسائل

جس کا وضو نہ ہو یا نہانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو وضو و غسل کی جگہ تیمم کر لے۔ اور پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں :

۱۔ ایسی بیماری کہ وضو یا غسل سے اس کے زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو، محض خیال ہی خیال بیماری بڑھنے کا ہو، تو تیمم جائز نہیں۔

۲۔ وہاں چاروں طرف ایک ایک میل تک پانی کا پتہ نہیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی ہوگا، تو تلاش کر لینا ضروری ہے، ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ میل کے اندر پانی نہیں ہے، تو تلاش کرنا ضروری نہیں۔

اور اگر قریب میں پانی ہونے یا نہ ہونے کسی کا گمان نہیں، تو تلاش کر لینا مستحب ہے۔

اور اگر یہ گمان ہے کہ میل کے اندر تو پانی نہیں، مگر ایک میل سے کچھ زائد فاصلہ پر

مل جائے گا تو مستحب ہے کہ نماز کے آخر وقت مستحب تک تاخیر کرے۔

۳۔ دشمن کا خوف کہ اگر اس نے دیکھ لیا، تو مار ڈالے گا یا مال چھین لے گا یا اس

غریب نادار کا قرض خواہ ہے کہ اسے قید کرادے گا یا اس طرف سے سانپ ہے یا شیر

ہے جس سے جان کا خطرہ ہے یا کوئی بدکار شخص ہے اور یہ عورت یا امرد ہے جس کو

اپنی بے آبروئی کا گمان صحیح ہے، تو تیمم جائز ہے۔

۴۔ جنگل میں ڈول رسی نہیں کہ پانی بھرے، تو تیمم جائز ہے۔ اور اگر رسی چھوٹی

ہے کہ پانی تک نہیں پہنچتی، مگر اس کے پاس کوئی کپڑا ایسا ہے کہ اس کے جوڑنے سے

پانی مل جائے گا، تو تیمم جائز نہیں۔

۵۔ پیاس کا خوف یعنی اس کے پاس پانی ہے، مگر وضو یا غسل کے صرف میں

لائے گا تو خود یا دوسرا مسلمان یا اس کا جانور پیاسا رہ جائے گا یا وہ راہ ایسی ہے کہ دُور تک پانی کا پتہ نہیں تو تیمم جائز ہے۔

بدن یا کپڑا اس قدر نجس ہے جو مانع جواز نماز ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ دونوں کام نہیں ہو سکتے، تو پانی سے کپڑے یا بدن کو پاک کر لے اور پھر تیمم کرے اور اگر تیمم پہلے کر لیا تو اب پھر کرے کہ پہلا تیمم نہ ہوا۔

۶۔ پانی گراں ہونا یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت ہونی چاہیے، اس سے دو چند مانگتا ہے، تو تیمم جائز ہے اور اگر اتنا فرق نہیں تو تیمم جائز نہیں۔
یونہی پانی مول ملتا ہے اور اس کے پاس حاجتِ ضروریہ سے زیادہ دام نہیں، تو تیمم جائز ہے۔

۷۔ یہ گمان کہ پانی تلاش کرنے میں قافلہ نظروں سے غائب ہو جائے گا یا ریل چھوٹ جائے گی، تو تیمم کر لے۔

۸۔ یہ گمان ہے کہ وضو یا غسل کرنے میں عیدین کی نماز جاتی رہے گی تو تیمم کر لے۔

۹۔ سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اجرت دینے کو نہیں نہ پانی گرم کر سکتا ہے

نہ ایسے کپڑے، لحاف وغیرہ ہیں کہ نہا کر ان سے گرمی حاصل کر سکے اور سردی کے ضرر سے بچنے کیلئے نہ آگ ہے جس سے تاپ سکے، تو اس سردی میں نہانے سے مرضی کا صحیح خوف ہے، تو تیمم کر سکتا

ہے۔ اگرچہ شہر میں ہو۔ سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں اگر اس سردی میں وضو سے

بھی حدوثِ مرض کا صحیح خوف ہو جب بھی تیمم کرے بخالی دم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں وضو تو وضو۔

۱۰۔ غیر ولی کو نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے، یعنی یہ کہ نماز جنازہ قائم

ہونے کو ہے، اس کے وضو کا انتظار نہ ہوگا اور یہ جب تک وضو کرے چاروں تکبیریں ہو چکی

ہوں گی۔ اگرچہ سلام پھیرنا باقی رہے کہ نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے بعد

ملنے کا محل نہیں، اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔ (کافی الدرر وغیرہ)

افاداتِ رضویہ

- ۱۔ جو تیمم تنگی وقت کے لیے کیا ہو، اس سے دوسری عبادت کہ بے طہارت جائز نہیں کہ یہ اس ضرورت کے لیے تھا جہاں ضرورت نہیں، اس کے لیے وہ تیمم بھی باطل۔
- ۲۔ پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا، پھر ایسا بیمار ہو گیا کہ وضو نقصان کرے گا۔ اب پانی پایا، تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وہ تیمم کہ پانی نہ ہونے کا تھا جاتا رہا۔
- ۳۔ اگر پانی سے طہارت کر کے وقت میں فرض پاسکتا ہے۔ سنتیں یا وتر نہ ہو سکیں گے تو تیمم کی اجازت نہیں۔ پانی سے طہارت کر کے تنہا فرض پڑھ لے، و تروں کی قضا پڑھے، سنتیں گتیں۔

۴۔ کیسی ہی سخت سردی ہو، اس کے سبب وضو کی جگہ تندرست آدمی کو تیمم جائز نہیں، جب تک دلائل شرعیہ میں سے کوئی دلیل یہ ثابت نہ کرے کہ وضو کیا تو بیمار ہو جائے گا۔

۵۔ بعض لوگ معمولی نزلہ زکام وغیرہ کی حالت میں وضو یا غسل سے نقصان پہنچنے یا بیماری بڑھنے کے خیال ہی خیال میں نماز کے لیے وضو و غسل چھوڑ بیٹھتے اور وضو یا غسل کا تیمم کر کے نماز ادا کرتے ہیں، حالانکہ وضو یا غسل میں پانی سے نقصان کا نرا خیال کافی نہیں بلکہ مریض کو تیمم کے لیے وضو یا غسل سے بیماری زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ و خوف درکار ہے۔ خواہ یوں کہ خود اس کا تجربہ ہو کہ پانی سے طہارت کرتا ہے، تو مرض بڑھ جاتا ہے یا دیر میں اچھا ہوتا ہے یا یوں کہ کسی مسلمان اچھے لائق حکیم نے جو ظاہراً فاسق نہ ہو کہ کہہ دیا کہ پانی نقصان کرے گا۔ یہاں کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص و معمولی طبیب کا قول بھی معتبر و کافی نہیں۔ یوں ہی اگر فی الحال مرض نہیں، مگر تجربہ وغیرہ سے جس کا ابھی بیان ہوا، ثابت ہے کہ اس وقت پانی سے طہارت کی تو بیمار ہو جائے گا، تو بھی تیمم جائز ہے۔

اور بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے، تو گرم پانی سے وضو اور غسل ضروری ہے، تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے، تو تیمم جائز ہے۔
 ۶۔ جس طرح با وضو کو وضو کرنا ثواب ہے، تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم کرنا کچھ ثواب نہیں، بلکہ عبث و مکروہ ہے۔ یونہی تیمم میں کسی عضو پر مکرر مسح کرنا بالاجماع مکروہ ہے، یعنی جدید و ضرب واحد سے بھی عبث ہے، مگر جبکہ استیعاب میں شبہ ہو۔
 ۷۔ تیمم کی ضروریوں سے صرف اس قدر مراد ہے کہ ہاتھوں سے جنس ارض کو مس کرنا، کچھ سختی سے مارنا ہی ضرور نہیں، ہاں اولیٰ ہے۔

۸۔ تیمم کے لیے پانی معدوم ہونے کے معنی ہیں کہ اس کے پاس نہ ہو اور اس تک پہنچنے میں حرج و ضرر ہو، تو پانی اگر آنکھوں کے سامنے موجود ہے، مگر اس تک پہنچ نہیں سکتا تو وہ پانی معدوم ہی ٹھہرے گا۔

۹۔ جاڑے میں وضو کرنے سے سردی بہت معلوم ہوگی۔ اس کو تکلیف ہوگی، مگر کسی مرض کا اندیشہ نہیں، تو تیمم کی اجازت نہیں۔

۱۰۔ جنبی اگر وضو کی نیت سے تیمم کرے، جب بھی صحیح ہے، تو اگر وضو کا تیمم غسل کی نیت سے کرے، تو بدرجہ اولیٰ صحیح ہے۔

۱۱۔ پانی ہوتے ہوئے قرآن کریم چھونے یا تلاوت کے لیے تیمم کیا لغو و باطل ہوگا نہ اس سے مصحف شریف کا چھونا حلال ہو سکے گا نہ جنبی کو تلاوت۔

۱۲۔ اگر وضو کرتا نماز جنازہ ہو چکی، اس ضرورت سے تیمم کر کے پڑھی، اتنے میں اور جنازہ آگیا اور اس میں اتنی مہلت تھی کہ وضو کر لیتا، مگر نہ کیا اور اب اتنی مہلت نہ رہی، تو اس کے لیے دوبارہ تیمم کرے پہلا جاتا رہا۔ ہاں دونوں نمازوں کے بیچ میں وضو کر لینے کی مہلت نہ تھی، تو پہلا ہی تیمم باقی ہے، اسی سے دوسرا جنازہ بھی پڑھے۔

(فتاویٰ رضویہ)

تنبیہ ضروری تیمم معہود میں اکثر کف سے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرنا لازم ہے۔ اگر ایک بار دو انگلیوں سے مسح کیا، اگرچہ انہیں بار بار ضرب کر کے چہرہ یا ہاتھ کے مختلف مواضع پر پھیر کر استیعاب کر لیا (کہ چہرہ و ہر دو دست کا جہاں تک دھونا فرض ہے، تیمم میں ان کے ہر ذرے پر پھیر لیا) تیمم نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ)

تیمم کے شرائط

تیمم میں تین فرض ہیں،

۱۔ فرض اول نیت یعنی ایسی نجاست سے جس سے وضو یا غسل فرض ہوتا ہے، طہارت حاصل کرنے کے لیے مسلمان عاقل کا جنس زمین طاہر سے چہرہ و ہر دو دست کا مسح کرنا۔

اس پر متعدد مسائل متفرع ہوتے ہیں، مثلاً:

۱۔ کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت نہ کی تیمم نہ ہوگا۔
 ۲۔ کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا، اس سے نماز جائز نہیں کہ وہ اُس وقت نیت کا اہل نہ تھا کہ نیت اللہ عزوجل کے لیے ہے اور کافر اسے جانتا ہی نہیں اس کے لیے نیت کیا کرے گا۔

۳۔ بیمار یا بے دست و پا اپنے آپ تیمم نہیں کر سکتا، تو اسے کوئی دوسرا تیمم کرا دے۔ اب تیمم کرانے والے کی نیت کا اعتبار نہیں، بلکہ اس کی نیت چاہیے جسے تیمم کرایا جا رہا ہے۔

۴۔ نابالغ نے تیمم کیا، تو یہ تیمم صحیح ہے کہ تیمم کے لیے بلوغ شرط نہیں۔

۵۔ مجنون یا نا سمجھ بچہ اگر تیمم کی نقل کرے، وہ معتبر نہیں کہ تیمم کی شرط نیت ہے۔

اور یہ یہاں دونوں صورتوں میں مفقود۔

۶۔ جنس زمین پر ہاتھ مارتے وقت نہ تھمتی تھی بعد کو خیال آیا، تو اب نیت کر لینا کافی

نہ ہوگا۔

۷۔ تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹا، اگر خاک چہرہ اور ہر دو دست کو پہنچ گئی تیمم

ہو گیا، ورنہ نہیں۔

۸۔ زمین پر نجاست پڑ کر خشک ہو گئی کہ اس کا رنگ و بو وغیرہ کوئی اثر نہ رہا نماز

کے حق میں پاک ہو گئی، مگر تیمم اس سے نہیں ہو سکتا، جب تک دھو کر پاک نہ کر لی جائے۔

(افاداتِ رضویہ)

فرض دوم۔ سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ

جائے۔ اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تیمم نہ ہوا۔

یہاں بھی متعدد صورتیں نکل سکتی ہیں :

۱۔ داڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوا۔

۲۔ بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اور ناک کے

حصہ زیریں کا خیال نہ رکھیں گے، تو ان پر ہاتھ نہ پھرے گا اور تیمم نہ ہوگا۔

۳۔ کسی نے ہاتھ پھیرتے وقت ہونٹوں کو زور سے دبا لیا کہ کچھ حصہ باقی رہ گیا، تو

تیمم نہ ہوا۔

۴۔ یونہی اگر زور سے آنکھیں بند کر لیں، جب بھی تیمم نہ ہوگا۔

۵۔ مونچھوں کے بال اتنے بڑھ گئے کہ ہونٹ چھپ گیا اور بالوں کو اٹھائے بغیر ہاتھ

پھیر لیا تو تیمم نہ ہوگا کہ بالوں پر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں۔

فرض سوم : دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔ اس میں یہ خیال ہے

کہ ذرہ برابر جگہ باقی نہ رہے، ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

تیمم کا طریقہ

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے زمین پر یا کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو (جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے، وہ زمین کی جنس سے ہے) اس سے تیمم جائز ہے جیسے گھریا مٹی پتھر، گیرو، بھرتال، سُرمہ، کچی اینٹ وغیرہ، مار کر لوٹ لیں اور زیادہ گرد لگ جائے تو ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مار کر چھاڑ لیں (نہ اس طرح کی سی آواز نکلے) اور اس سے سارے منہ کا مسح کریں۔

پھر دوسری مرتبہ یوں ہی زمین پر ہاتھ مار کر دونوں کا ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں اور ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھوں کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کو مسح کرے۔ پھر یونہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے اور غبار پہنچ گیا ہو تو بھی انگلیوں کا خلال کرے اور غبار نہ پہنچا ہو، تو خلال فرض ہے۔

فائدہ جلیلہ

عبارت دو قسم کی ہے،

۱۔ مقصودہ کہ خود مستقل قربت ہو، دوسری قربت کے لیے محض وسیلہ ہونے

کو مقرر نہ ہوتی ہو۔

۲۔ غیر مقصودہ کہ وہ صرف وسیلہ ہے۔

اور ان میں ہر قسم کے بعض مشروطہ بطہارت ہیں کہ بے طہارت جائز نہیں اور

بعض غیر مشروطہ کہ بے طہارت بھی جائز ہیں۔

تو اب عبادات چار قسم کی ہو گئیں:

۱۔ مقصودہ مشروطہ بطہارت جیسے نماز و سجدہ تلاوت و سجدہ شکر کہ سب مقصود

بالذات ہیں اور سب کے لیے طہارت کا ملہ شرط یعنی نہ حدث اکبر ہونہ اصغر نیز یاد پر

تلاوت قرآن مجید کہ مقصود بالذات ہے اور اس کے لیے حدث اکبر سے طہارت شرط

ہے، بغیر وضو البتہ جائز ہے۔

۲۔ مقصودہ غیر مشروطہ کہ ہو تو مقصود بالذات مگر اس کے لیے طہارت ضرور نہ ہو،

جیسے اسلام لانا سلام کا جواب دینا کہ سب مقصود بالذات ہیں اور ان کے لیے طہارت

شرط نہیں۔

۳۔ غیر مقصودہ مشروطہ کہ ہو تو دوسری عبادات کا وسیلہ، مگر بغیر طہارت جائز نہ

ہو، خواہ صرف طہارت کبریٰ شرط ہو یا کاملہ جیسے مصحف شریف کا چھونا کہ بغیر وضو بھی

حرام ہے اور مسجد میں جانا کہ صرف حدث اکبر میں حرام، اصغر میں جائز ہے۔

۴۔ غیر مقصودہ غیر مشروطہ کہ وسیلہ ہو اور طہارت شرط نہیں جیسے اذان و اقامت

کہ وسائل نماز ہیں اور جنب سے بھی صحیح، اگرچہ اس کی اقامت زیادہ مکروہ ہے۔

اب پانی نہ ہونے کی حالت میں چاروں قسموں کے لیے تیمم صحیح ہے اور نماز

صرف اسی تیمم سے ہو سکے گی جو رفع حدث و حصول طہارت یعنی پاک ہونے کی نیت

سے کیا گیا یا خاص قسم اول یعنی ایسی عبادت مقصودہ کے لیے کیا گیا جو بلا طہارت

جائز نہ ہو، ورنہ جس کے لیے کیا گیا، اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ)

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے

سیدنا امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم جائز و روا ہے جو جنس زمین سے ہو اور ہر وہ چیز کہ آگ سے جل کر زراکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے، وہ زمین کی جنس سے ہے۔ ہم یہاں ان بعض اشیاء کا شمار کرتے ہیں جن سے ہمارے یہاں تیمم جائز ہے :-

ریتا، چونا، سُرمہ، ہڑتال، گندھک، مُردہ سنگ، گِرد، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرہ وغیرہا جو اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔

شورہ جو سہوز پانی میں ڈال کر صاف نہ کیا گیا ہو، نمک جو کان سے نکلتا ہے۔

زمین یا پتھر جو جل کر سیاہ ہو جائے، یونہی پتھر اگر جل کر راکھ ہو جائے۔ خاک اور ہمارے نزدیک شور بھی جس میں کوئی چیز اگنے کی صلاحیت نہ ہو۔ کالی مٹی، سُرخ مٹی، پیلی مٹی، سفید مٹی مگر جب رنگ چھوٹ کر ہاتھ منہ کو رنگین کر دے تو بغیر ضرورت شدیدہ اس سے تیمم کرنا جائز نہیں اور کر لیا تو ہو گیا۔ تھگی مٹی جبکہ مٹی غالب ہو جیسے وہ

تر زمین جس پر چھڑکاؤ ہوا ہو، کچی اینٹ یا اس کی دیوار یا مٹی سے لپی ہوئی دیوار یا گوندے یا ڈھیلوں کی دیوار مٹی کے آبخورے، مٹکے، کونڈے، رکابیاں وغیرہ ہر مٹی کا برتن جس پر

روغن نہ ہو نہ غیر جنس کی رنگت یا وہ چیز جس کی رنگت ہے، جنس زمین سے تو نہیں، مگر برتن پر اس کا جرم نہیں۔ ٹھیکری سالم ہو یا لپی ہوئی روڑا، کنکریٹ، بجرسی، کنکری، پتھر

کے ریزے کہ زمین پر ہوتے ہیں۔ پچی اینٹ اگرچہ باریک کٹی ہوئی گچ چونے کا پتھر جسے

پھونک کر چونا بناتے ہیں۔ گچ کی دیوار، نوزہ مال اڑانے کا نسخہ ہڑتال چونا ملا ہوا معدنی شیشہ

جس پر غبار ہو کہ یہ ساری چیزیں جنس زمین سے ہیں اور ان سے تیمم جائز ہے۔

ان کے علاوہ بعض چیزیں کہ جنس زمین میں یہ ہیں تیمم ان سے بھی جائز و روا ہے۔ خاکِ شفا، کھریا مٹی، ملتانی مٹی، گل خوردنی خالص، سوندھی مٹی، خوشبو، خوشذائقہ جسے طینِ خراسانی کہتے ہیں۔ بعض حاملہ عورتیں اور پست طبیعت لوگ اسے کھاتے ہیں۔ طباً مضر اور شرعاً حرام ہے، مگر اس سے تیمم جائز جبکہ اور دوائیں ملا کر اسے مغلوب نہ کر دیا ہو۔ کاٹھیا واڑ میں سن کر کی مٹی کہ سونے کے مثل ہوتی ہے۔ سیمٹ کہ ایک پتھر ہے پھنکا ہوا۔ سیل کھڑی اس سے دیوار پر سفید چمکدار چینی قلعی ہوتی ہے۔ اگرچہ دودھ بھی ملاتے ہیں، مگر وہ قلیل ہے اور اعتبار غالب کا قلعی کا سفیدہ جس سے دیوار پر سفیدی ہوتی ہے۔ سنگِ راحت اور سنگِ سماق جس کے کھل مشہور ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

یادداشت ضروری: یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا ذکر کتب میں نظر سے نہ گزرا۔ بعض پتھر پیدائشی یا ان میں دانت پیدا کرنے سے ایک سمت میں ایسے کھدکے ناہموار ہوتے ہیں کہ ان پر کفِ دست کی ضرب سے پتھیلی کی پوری سطح پتھر سے مس نہ کرے گی۔ اس صورت میں اگر اکثر کف کو مس نہ کیا۔ تیمم صحیح نہ ہوگا، لہذا اقبال و ادبار یعنی ہاتھ جنسِ ارض پر ملنا آگے لے جانا، پیچھے لانا کہ تیمم میں سنت تھا، یہاں فرض ہوگا کہ تمام کف یا کم از کم اکثر کو پتھر سے مس ہو جائے۔ یہی حکم کنکرلی ناہموار زمین وغیرہ میں ملحوظ رہنا لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

وہ بعض اشیاء جن سے تیمم صحیح نہیں،

ظاہر ہے کہ جنسِ ارض کے سوا دنیا کی تمام چیزیں ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقابلِ تیمم ہیں، تو ان کا شمار نامقدور، مگر ہم یہاں ان کا ذکر اس لیے کرتے ہیں کہ دستورِ علمائے کرام افادہ نہ فرمائیں، تو اپنے گھر سے کون جان سکتا ہے۔

جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے گھاس، لکڑی، درخت وغیرہ ان سے تیمم جائز نہیں۔ یونہی نباتات، میوے، مہندی، دسمہ ہر قسم کا غلہ گیہوں جو وغیرہ آٹا، اتلو جملہ اقسام طعام۔

یونہی جو چیز آگ میں گچھل جاتی یا نرم ہو جاتی ہے، وہ جنس زمین سے نہیں، لہذا ان پر تیمم جائز نہیں، جیسے چاندی، سونا، تانبا، لوہا، پتیل، کانسٹا، بھرت، رانگ، سیسا وغیرہ دھاتیں، یونہی شورا، نوشادر، سفیدہ کاشغری کہ قلعی کا سپیدہ ہے یعنی رانگ اور جست سے بنتا اور دکھتی آنکھ میں بھرا جاتا ہے۔ طباشیر بانس کی رطوبت ہے کہ جم جاتی ہے۔ سیندور رانگ اور سفیدہ سے بنتا ہے۔ سانبھرنمک کہ پانی سے بنتا ہے۔ مشک، عتبر، کافور، موتی، سیپ، گھونگا، لوہان، راکھ، سونے، چاندی رانگ فولاد غرض کسی دھات کا کشتہ، مصنوعی مردار سنگ، مٹی جس میں راکھ یا آٹا برابر یا زائد ملے ہوں۔ کیچڑ جس پر پانی غالب ہو، غبار کہ ناپاک زمین سے اٹھایا تر، ناپاک چیز پر گرا۔ یونہی تیمم اس زمین یا پہاڑ پر نہیں کیا جاسکتا جس پر دوب آگی ہے یا برف جما ہوا ہے یا جس پر مینہ برس رہا ہے یا مینہ برس کر کھل گیا اور پانی جاری ہے اور اسی کے حکم میں ہے۔ پتکا فرش اور دیوار جس پر کاہی جمی ہوتی ہے یا وہ زمین جہاں نجاست کا گان ہو یا وہ زمین جس کا نمک پانی سے بنا ہو یا وہ زمین جس پر کھیتی یا گھاس وغیرہ تھی اور وہ جلائی گئی اور ان کی راکھ خاک پر غالب آگئی۔ وہ زمین جس پر نجاست گرمی اور سوکھ گئی کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا، البتہ اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسائل متفرقة

۱۔ کھرنجے اور سٹرک اور سادہ زمین پر بھی اس حالت میں تیمم جائز ہے کہ ان پر

لید، گوبر، پیشاب کوئی نجاست نہ پڑی ہو یا پڑی اور زور کا مدینہ برساکہ پاک کر گیا یا دھو کر پاک کر لی۔

۲۔ کہر یا پتھر نہیں، اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔ یونہی سنگ بصری پتھر نہیں، بلکہ سیسے کا دھواں ہے، اس پر بھی تیمم نہیں ہو سکتا۔

۳۔ جو ایسی جگہ جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی۔ وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت ادا کرے۔ حقیقتاً نماز کی نیت نہ ہو۔ پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔

۴۔ اگر کچھڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے، تو اگر وقت میں وسعت ہے، کپڑا یا اپنا پاؤں مثلاً اس سے سان لے، جب خشک ہو جائے، اس سے تیمم کرے، ورنہ گیلی ہی سے تیمم واجب۔

۵۔ اگر تیمم میں حصول طہارت یا رفع حدث (ناپاکی دور ہونے) یا جواز نماز (نماز جائز ہونے) کی نیت نہ کی، بلکہ صرف اتنی کہ میں تیمم کرتا ہوں یا میں نے تیمم کی نیت کی، تو تیمم نہ ہوگا۔

۶۔ تیمم میں ترتیب شرط نہیں چاہیے، پہلے ہاتھوں کا مسح کرے یا منہ کا ہر طرح تیمم ہو جائے گا۔ ہاں تیمم معبود میں ترتیب سنت ہے۔

۷۔ ہتھیلیوں پر کوئی لیپ لگا ہے اور خشک ہو گیا اور اس کا چھڑانا مضر ہے، تو اسی حالت میں ہتھیلیاں جنس ارض پر مار کر تیمم کرے۔

۸۔ آدمی نے جہاں سے تیمم کیا۔ اگر ہزار بار وہیں سے تیمم کیا یا جہاں سے ایک شخص نے تیمم کیا۔ اگر ہزاروں آدمی خاص اسی جگہ سے تیمم کریں، کچھ خرچ نہیں کہ جنس ارض تیمم سے مستعمل نہیں۔

۹۔ یہ جو مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم کرنا ناجائز یا مکروہ ہے یا غلط ہے، مذہبی حنفی میں اس کی کوئی اصل نہیں اور بے دلیل مردود و ذلیل ہے کہ تیمم جو کچھ تصرف میں

ہے۔ اپنے چہرہ و دست پر ہے، دیوار یا زمین سے صرف چھونے ہاتھ لگانے کا تعلق ہوگا۔
یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائے گا، ورنہ مکروہ نہیں، بلکہ حرام ہوتا اور نہ صرف تیمم کرنا
بلکہ اُس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوارِ مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اس
کا قائل نہ ہوگا، مگر سخت جاہل۔

۱۔ سنت یہ ہے کہ جنسِ ارض پر کفِ دست و پشتِ دست دونوں سے ضرب
کرے، پہلے ہتھیلیاں رکھے، پھر ان کی پیٹھ۔ یونہی تیمم کے لیے ہاتھ جنسِ ارض پر رکھے
تو سنت یہ ہے کہ ہاتھ اس پر ملے، آگے بڑھائے، پھر اپنی طرف لائے۔

تیمم توڑنے والی چیزوں کا بیان

چونکہ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہوتا
ہے، اس لیے عقلی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تیمم نہ رہنے کی تین صورتیں نکل سکتی ہیں:
۱۔ کوئی ایسی صورت پائی جائے جس میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
۲۔ یا غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۳۔ یا پانی کے استعمال کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔

تو قاعدہ کلیہ یہ ٹھہرا کہ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے
ان سے تیمم بھی جاتا رہے گا اور علاوہ ان کے پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

تشریحی مسائل

۱۔ مریض نے غسل کا تیمم کیا تھا اور اب تندرست ہو گیا کہ غسل سے ضرر نہ پہنچے گا،

تو تیمم جاتا رہا۔

۲۔ اتنا پانی ملا کہ وضو کے لیے کافی نہیں، یعنی ایک مرتبہ اور ایک ایک مرتبہ دونوں ہاتھ پاؤں نہیں دھو سکتا، تو وضو کا تیمم نہ ٹوٹا اور اگر ایک ایک مرتبہ دھو سکتا ہے، تو جاتا رہا۔
 ۳۔ غسل کے تیمم کرنے والے کو اتنا پانی ملا جس سے غسل نہیں ہو سکتا، تو تیمم نہیں کیا۔
 ۴۔ پانی کے پاس اونگھتا ہوا گزرا اور پانی کی اطلاع ہو گئی، تو تیمم ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں یوں ہی پانی پر گزرا اور اپنا تیمم یاد نہیں، تو بھی تیمم جاتا رہا۔

۵۔ چند شخص تیمم کیے ہوئے تھے، کسی نے ان کے پاس ایک وضو کے لائق پانی لا کر کہا کہ جس کا جی چاہے، اس سے وضو کر لے، تو سب کا تیمم جاتا رہا اور اگر وہ سب نماز میں تھے، تو نماز بھی سب کی گئی۔

۶۔ بصورت مذکورہ میں یہ کہا کہ تم سب اس سے وضو کر لو تو کسی کا بھی تیمم نہ ٹوٹے گا۔
 ۷۔ کسی نے غسل کیا، مگر بھٹوڑا سا بدن سوکھا رہ گیا، یعنی اس پر پانی نہ بہا اور اب پانی بھی نہ رہا کہ اسے دھو لے، اس لیے غسل کا تیمم کیا، پھر بے وضو ہوا اور وضو کا تیمم کیا، پھر اسے اتنا پانی ملا کہ وضو بھی کر لے اور وہ سوکھی جگہ بھی دھو لے، تو دونوں تیمم وضو اور غسل کے جاتے رہے اور اگر اتنا پانی ملا کہ نہ اس سے وضو ہو سکتا نہ وہ جگہ دھل سکتی ہے، تو وہ دونوں تیمم باقی ہیں اور اس پانی سے جتنا خشک حصہ دھل سکے، دھو لے۔

اور اگر اتنا ملا کہ وضو کر سکتا ہے اور خشکی کے لیے کافی نہیں، تو وضو کا تیمم جاتا رہا۔
 اور اگر صرف خشک حصہ کو دھو سکتا ہے، وضو نہیں کر سکتا، تو غسل کا تیمم جاتا رہا۔
 وضو کا باقی ہے۔ اُس پانی کو اس کے دھونے میں صرف کرے۔

اور اگر ایک کر سکتا ہے، وضو کر لے، چاہے اُسے دھو لے، تو غسل کا تیمم جاتا رہا، اس سے اس جگہ کو دھو لے اور وضو کا تیمم باقی ہے۔

(مہار شریعت)

موزوں پر مسح کا بیان

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہے، وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے، تو جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے۔ بشرطیکہ مسح جائز سمجھے اور جہاں مسح نہ کرنے پر بدگمانی ہوتی ہو (مثلاً رافضی یا خارجی موجود ہے کہ یہ اسے ناجائز مانتے ہیں)، تو دفعِ تہمت کے لیے مسح ہی افضل ہے۔ موزوں پر مسح ہی کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تو اتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ مانے، اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔

اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں موزوں پر مسح کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل سنت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی، تو فرمایا: **تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتْمَيْنِ**۔ یعنی حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق و امیر المومنین ناروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمان غنی و امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا اور ان تین باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سنی ہونے کیلئے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے۔ شے لازم علامت نہیں ہوتی جیسے حدیث صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی سیما ہم الخلیق ان کی علامت سر منڈانا ہے۔ اس کے معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے۔ (بہار شریعت)

چند مسائل متفرقہ

مسح میں فرض دُویں

(۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔

(۲) موزہ کی پیٹھ پر ہونا۔

اور پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پینڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنت ہے۔

یہاں سے حسب ذیل مسائل متفرع ہوتے :

۱۔ ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح

نہ ہوا۔

۲۔ موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پینڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔

۳۔ انگلیوں کی پشت سے مسح کیا یا پینڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچنا

یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیل سے مسح کیا، تو ان

سب صورتوں میں مسح ہو گیا، مگر سنت کے خلاف ہوا۔

۴۔ یونہی اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تکرار کے تین جگہ

مسح کیا، جب بھی ہو گیا، مگر سنت ادا نہ ہوتی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار

تکرار کیا تو مسح نہ ہوا۔

۵۔ انگلیوں کی نوک سے مسح کیا، تو اگر ان میں اتنا پانی تھا کہ تین انگل تک برابر

ٹپکتا رہا، تو مسح ہوا، ورنہ نہیں۔

مسح کرنے کے لیے چند شرطیں ہیں :

۱- موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں۔

۲- پاؤں سے چپٹا ہو کہ اس کو پہن کر آسانی کے ساتھ خوب چل پھر سکیں۔

۳- چمڑے کا ہو یا صرف تلاء چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کرپچ وغیرہ۔

۴- وضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ

کہ اس وقت میں وہ شخص با وضو ہو۔

۵- نہ حالت جنابت میں پہنا نہ بعد پہننے کے جنب ہوا ہو۔

۶- مدت کے اندر ہو اور اس کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اور مسافر

کے واسطے تین دن تین راتیں۔

۷- کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر بھٹانہ ہو، یعنی چلنے میں تین انگلی

بدن ظاہر نہ ہوتا ہو۔ (عامہ کتب)

ان شرائط پر مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں:

۱- سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں۔ ان پر مسح کسی کے نزدیک

درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں، یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل ہیں یعنی تلاء چمڑے

کا لگا ہوا نہ ٹخنیں یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں، تو شق نہ ہو جائیں

اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے ہیں۔

۲- اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور حدث سے پہلے وضو پورا کر لیا تو مسح جائز ہے۔

۳- وضو کر کے ایک ہی پاؤں میں موزہ پہنا اور دوسرا نہ پہنا تھا کہ حدث ہو گیا،

تو اس ایک پر بھی مسح جائز نہیں۔ دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

۴- جنبی نے جنابت کا تیمم کیا اور وضو کر کے موزہ پہنا، تو مسح کر سکتا ہے، مگر جب

جنابت کا تیمم جاتا رہا، تو اب مسح جائز نہیں۔

۵- موزہ پھٹ گیا یا سیون کھل گئی اور ویسے پہنے رہنے کی حالت میں تین انگلی پاؤں

ظاہر نہیں ہوتا، مگر چلنے میں تین انگل دکھائی دیتا ہے، تو اس پر مسح جائز نہیں۔
 ۶۔ کوئی موزہ تین انگل پھٹا ہو اور بدن تین انگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح
 جائز ہے اور اگر دونوں تین تین انگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین انگل یا زیادہ ہے
 تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلامی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل
 سے کم ہے، تو جائز ورنہ نہیں۔

۷۔ ایسی جگہ سے موزہ پھٹا یا سیون کھلی کہ انگلیاں خود دکھائی دیں، تو چھوٹی بڑی کا
 اعتبار نہیں، بلکہ تین انگلیاں ظاہر ہوں، تو مسح نہیں ہو سکتا۔

۸۔ ٹخنے کے اوپر کتنا ہی پھٹا ہو اس کا اعتبار نہیں۔

۹۔ تیمم کر کے موزے پہنے گئے، تو مسح جائز نہیں۔

۱۰۔ جنبی نے غسل کیا، مگر تھوڑا سا بدن خشک رہ گیا اور موزے پہن لیے اور حدت

سے قبل اس جگہ کو دھو ڈالا، تو مسح جائز ہے۔

۱۱۔ وضو کیا اور کوئی جگہ اعضائے وضو میں دھونے سے رہ گئی ہے اور قبل دھونے

کے حدت ہوا، تو مسح جائز نہیں۔

۱۲۔ غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں، بلکہ موزے اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔ ہاں

غسل کی ضرورت ہوئی اور بسبب کسی عذر کے غسل نہیں کر سکتا، تو تیمم میں موزے اتارنے کی
 حاجت نہیں۔

۱۳۔ یہ جائز نہیں کہ ایک دھوئے اور ایک موزے پر مسح کرے۔

۱۴۔ اگر وضو کے بعد حدت نہ ہو اور موزہ خود ہی اتارا یا مسح کی مدت ختم ہونے

کے سبب اتارنا ضرور ہو تو صرف پاؤں دھولے، ہاں اگر بعد وضو حدت ہو اتھا تو آپ

ہی سارا وضو کرے گا۔

(افادات رضویہ و بہار شریعت)

وہ چیزیں جن سے مسح ٹوٹ جاتا ہے

- ۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے، اُن سے مسح بھی جاتا ہے۔
- ۲۔ مدتِ مسح کا پورا ہو جانا۔
- ۳۔ موزے اتار دینا، اگرچہ ایک ہی اتارنا۔
- ۴۔ ایک پاؤں کا آدھے سے زیادہ موزے سے باہر ہو جانا۔ (عامہ کتب)

متفرق مسائل

- ۱۔ مدتِ پوری ہو جانے کی صورت میں صرف پاؤں دھولینا کافی ہے۔ پھر سے پورا وضو کرنے کی حاجت نہیں اور بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کر لے۔ یونہی موزہ اتار دینے کی صورت میں صرف پاؤں کو دھولینا ہی کفایت کرتا ہے۔
- ۲۔ مسح کی مدتِ پوری ہو گئی اور قوی اندیشہ ہے کہ موزے اتارنے میں سردی کے سبب پاؤں جاتے رہیں گے، تو نہ اتارے اور ٹخنوں تک پورے موزے کا (یعنی نیچے اوپر اغل بخل اور ایڑیوں پر) مسح کرے کہ کچھ رہ نہ جائے۔ (در مختار)
- ۳۔ موزہ اتارنے یا پاؤں کا اکثر حصہ باہر ہونے میں پاؤں کا وہ حصہ معتبر ہے جو گتوں سے پنجوں تک ہے۔ پنڈلی کا اعتبار نہیں۔
- ۴۔ موزہ ڈھیلا ہے کہ چلنے میں موزے سے ایڑی نکل جاتی ہے تو مسح نہ کیا، ہاں اگر اتارنے کی نیت سے باہر کی تو ٹوٹ گیا۔
- ۵۔ کسی طرح سے موزے میں پانی چلا گیا اور آدھے سے زیادہ پاؤں دھل گیا، تو مسح جاتا رہا۔ پانی موزے میں خود پہنچا یا، تو بھی یہ حکم ہے۔
- ۶۔ شلیم سے تر گھاس میں چلنے سے موزوں کا مسح ہو جاتے گا، جبکہ اس مقدار

تک بھیگ جائے جو مسح موزہ میں ذکر کا رہے۔ یونہی جبکہ موزے پر پانی گر جائے یا مینہ کی بوندیں پڑ جائیں۔

۷۔ موزے کے مسح میں نہ نیت ضروری ہے۔ نہ تین بار کرنا سنت ایک بار کر لینا کافی ہے۔ (تنویر الالبصار)

۸۔ پانتالوں پر اس طرح مسح کیا کہ مسح کی تری موزوں تک پہنچی تو مسح ہو گیا اور پانتالوں کے اتارنے سے وہ مسح جائے گا بھی نہیں۔

۹۔ عمامے برقعے اور نقاب اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

۱۰۔ انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے۔ اگر ٹخنے اس سے چھپے ہوں۔

(بہار شریعت)

۱۱۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا، اس وقت سے اس کا شمار ہے،

مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا، تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔

۱۲۔ مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا، تو اب ابتدائے حدث سے

تین دن تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک

دن رات پورا کر چکا ہے، تو مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا اور نماز میں تھا تو

نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تھے، تو جتنا باقی ہے۔

(عامہ کتب متون و شرح)

اعضائے وضو پر مسح کے مسائل

۱۔ اعضائے وضو اگر پھٹ گئے ہوں یا ان میں پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہو اور ان پر پانی بہانا ضرر کرتا ہو یا تکلیف شدید ہوتی ہو تو بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے اور اگر یہ بھی نقصان کرتا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پر مسح کرے اور اس سے بھی ضرر نہیں؛ تو اب معاف ہے۔

۲۔ اس میں کوئی درد بھری ہو تو اس کا نکالنا ضروری نہیں، اس پر پانی بہا دینا کافی ہے۔
 ۳۔ کسی پھوڑے یا زخم یا فصد کی جگہ باندھی ہو کہ اس کو کھول کر پانی بہانے سے یا اس جگہ مسح کرتے یا کھولنے سے ضرر ہو یا کھولنے باندھنے والا نہ ہو، تو اس پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے۔

۴۔ اگر پٹی پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں، تو خالی چھوڑ دیں۔ جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر مسح کرنا ضرر نہ کرے، تو فوراً مسح کر لیں۔ پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر سے پانی بہانے میں نقصان نہیں، تو پانی بہائیں۔ پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ خاص عضو پر مسح کر سکتا ہو، تو فوراً مسح کر لے۔ پھر جب اتنی صحت ہو جائے کہ عضو پر پانی بہا سکتا ہے تو بہائے۔ غرض اعلیٰ پر جب قدرت حاصل ہو اور جتنی حاصل ہوتی جائے، تو ادنیٰ پر اکتفا جائز نہیں۔

۵۔ ہڈی کے ٹوٹ جانے سے تختی باندھی گئی ہو، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۶۔ تختی یا پٹی کھل جائے اور ہنوز باندھنے کی حاجت ہو تو پھر دوبارہ مسح نہیں کیا جائے گا وہی پہلا

مسح کافی ہے۔

۷۔ تختی یا پٹی کھل گئی اور دوبارہ باندھنے کی ضرورت نہیں، تو مسح ٹوٹ گیا۔ اب اس جگہ کو دھو سکیں، تو دھولیں، ورنہ مسح کر لیں۔ (دستور الالبصار، درمختار)

نجاست کے احکام

نجاست دو قسم کی ہے، ایک وہ جس کا حکم سخت ہے، اس کو غلیظ کہتے ہیں دوسری وہ جس کا حکم ہلکا ہے، اس کو خفیفہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: نجاست غلیظ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درم سے زیادہ لگ جائے، تو اس کا پاک کرنا فرض ہے۔ بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں اور اگر درم کے برابر ہے، تو پاک کرنا واجب ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو اس کا لوٹانا واجب ہے اور اگر درم سے کم ہے، تو پاک کرنا سنت ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو خلاف سنت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر نجاست گاڑھی ہے جیسے پاخانہ، لید، گوہر، تو درم کے برابر کم، یا زیادہ ہونے کے معنی یہاں ساڑھے چار ماشے کے برابر یا کم یا زیادہ ہونا ہے۔ اور اگر پتلی ہو جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو شریعت نے اس کی مقدار تھیل کی گہرائی یعنی تقریباً یہاں کے روپے کے برابر رکھی ہے۔

مسئلہ: نجاست خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے کے حصہ یا بدن کے جس عضو پر لگی ہے، تو اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم اور آستین میں اس کی چوتھائی سے کم یونہی ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے) تو معاف ہے کہ اس سے نماز ہو جائے گی، مگر دھو کر نماز پڑھنا بہتر ہے اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے یہ الگ الگ احکام اسی وقت ہیں کہ بدن یا کپڑے میں لگے اور اگر وہ درہ سے کم ہو کبھی پتلی چیز میں اس کا ایک قطرہ بھی گرے، نجاست خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ تو وہ چیز کل ناپاک ہو جائے گی۔

نجاستِ غلیظہ و خفیفہ

انسان کے بدن سے جو چیز ایسی نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، بہتا خون، پیپ، منہ بھرتے، حیض و نفاس و استحا صہ کا خون، منی، مذمی، ودی، دکھتی آنکھ یا نات یا پستان سے درد کے ساتھ جو پانی نکلے۔ دودھ پیتے لڑکی یا لڑکے کا پیشاب، دودھ پیتے بچے نے دودھ ڈال دیا، اگر منہ بھر سو تو نجاستِ غلیظہ ہے خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مردار کا گوشت اور چربی۔ (وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے۔ اگر بغیر ذبح شرعی کے مر جائے یا مجوسی یا بت پرست یا مرتدا سے ذبح کرے، اگرچہ وہ حلال ہو، مردار کہلاتا ہے) حرام چوپائے مثلاً کتا، شیر، لومڑی، بتی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی کا پاخانہ، پیشاب اور گھوڑے کی لید اور ہر حلال چوپائے کا پاخانہ جیسے گائے، بھینس، گاوہر، بکری، اونٹ کی مینگیاں اور جو پرند کہ اونچا نہ اڑے اس کی بیٹ جیسے مرغی، اور لہٹ اور ہر قسم کی سڑا اور نشہ لانے والی تاڑی اور سیندھی، سانپ کا پاخانہ، پیشاب، چھپکلی یا گرگٹ کا خون، ہاتھی کے سونڈ کی رطوبت، شیر، کتے، چیتے اور دوسرے درندے چوپایوں کا لعاب، سور کا گوشت، بڑی، بال اور کھال یہ غلیظہ نجاستیں ہیں اور اس جنگلی سانپ اور مینڈک کا گوشت جن میں بہتا خون ہوتا ہے، اگرچہ ذبح کئے گئے ہوں۔ یوں ہی ان کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو، نجاستِ غلیظہ ہے۔

لہ تنبیہ : اکثر دیکھا گیا ہے کہ آنکھ دکھنے میں جو پانی بہتا ہے، لوگ اسے کڑتے وغیرہ سے پونچھ لیا کرتے ہیں اور اپنے خیال میں اسے اور آنسو کی طرح سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے اور ایسا کیا گیا تو کپڑا بھی ناپاک ہو گیا۔

لہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہے اور اسی لیے اسے دھونے کا کچھ خاص خیال نہیں کرتے محض غلط ہے۔

جن جانوروں کا گوشت حلال ہے، جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہ۔
ان کا نیز گھوڑے کا پیشاب، اور جس پرند کا گوشت حرام ہے خواہ شکاری ہو یا نہیں جیسے
کوا، چیل، شکر، باز، بہری، اس کی بیٹ نجاستِ خفیضہ ہیں۔
جو پرند حلال اُونچے اڑتے ہیں جیسے کبوتر، مینا، مرغابی، تاران کی بیٹ مچھلی اور
پانی کے دیگر جانوروں اور کھٹمل اور مچھتر کا خون اور نچر اور گدھے کا لعاب اور پسینہ پاک
ہے، یونہی جو خون زخم سے بہا نہ ہو یا گوشت تلی، کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا ہے، پاک
ہے۔ ہاں اگر چیزیں بہتے خون میں سُن ہو جائیں، تو ناپاک ہیں، بغیر دھوئے پاک ہوں
گی۔ اُپلے کی راکھ پاک ہے اور اگر راکھ ہونے سے قبل بچھ گیا، تو ناپاک۔

متفرق مسائلِ ضروریہ

- ۱۔ ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانہ کا اور ہر جانور کے پتے کا
وہی حکم ہے جو اس کے پیشاب کا، یعنی حرام جانوروں کا پتہ نجاست ہے اور حلال
کا نجاستِ خفیضہ۔
- ۲۔ نجاستِ غلیظہ، خفیضہ میں مل جاتے، تو کل غلیظہ ہے۔
- ۳۔ پیشاب یا نجس پانی کی نہایت باریک سوئی کی نوک برابر چھینٹیں بدن یا کپڑے
پر پڑ جائیں، تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔ اگرچہ جمع کرنے سے روپے بھر سے زائد جگہ
میں جمع ہو جائیں، مگر ان سے بچنا چاہیے، اسی لیے ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب
کی چھینٹیں اڑ کر آئیں، پیشاب کرنا ممنوع ہے۔
- ۴۔ راستہ کی کچھڑ پاک ہے، جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، یونہی سڑک پر
پانی چھڑکا جا رہا تھا، زمین سے چھینٹیں اڑ کر کپڑے پر پڑیں، تو کپڑا نجس نہ ہوا، مگر دونوں

صورتوں میں کپڑے یا بدن کا دھولینا ہی بہتر ہے۔

۵۔ کتا، بدن یا کپڑے سے چھو جائے، تو اگرچہ اس کا جسم تر ہو، بدن اور کپڑا پاک ہے۔ ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے یا اس کا لعاب لگے، تو ناپاک کر دے گا۔

۶۔ پاخانہ پر سے مکھیاں اڑ کر کپڑے پر بیٹھیں، کپڑا نجس نہ ہوگا۔

۷۔ کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی اور کسی جگہ درم کے برابر نہیں، مگر مجموعہ درم کے برابر ہے، تو درہم کے برابر سمجھی جائے گی اور زائد ہے تو زائد اور نجاست خفیضہ میں بھی مجموعہ ہی حکم دیا جائے گا۔

۸۔ اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون یا شراب یا ایسی ہی کوئی چیز اور ہے تو نماز نہ ہوگی اور جیب میں انڈا ہے اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے تو نماز ہو جائے گی۔

نجاست دور کرنے کا طریقہ

جو چیزیں کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو جائیں، ان کے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں :-

۱۔ پانی اور ہر رقیق بہنے والی چیز سے جس سے نجاست دور ہو جائے، دھو کر نجس چیز کو پاک کر سکتے ہیں، مثلاً گلاب اور سرکہ اور چائے، مگر بغیر ضرورت گلاب اور سرکہ وغیرہ سے پاک کرنا ناجائز ہے کہ یہ فضول خرچی ہے۔

مسئلہ : نجاست اگر دلدار ہو (مثلاً پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں، بلکہ اسے دور کرنا ضروری ہے، اگرچہ ایک بار یا پانچ بار، ہاں اگر

تین مرتبہ سے کم میں نجاست دُور ہو جائے، تو تین بار پورا کر لینا مستحب ہے اور نجاست دُور ہو گئی۔ اس کا اثر زنگ یا بوباقی ہے، تو اسے بھی زائل کرنا لازم ہے۔ ہاں اگر اس کا اثر بدقت جائے، تو اثر دُور کرنے کی ضرورت نہیں، تین بار دھولیا، پاک ہو گیا۔

مسئلہ: اگر نجاست دلدار نہ ہو، بلکہ رقیق ہو جیسے پیشاب یا شراب وغیرہ تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بقوت نچوڑنے سے کپڑا پاک ہوگا اور قوت کے ساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بجز اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، ورنہ کپڑا پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ: جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں جیسے چٹائی، قالین، جوتا وغیرہ اس کو دھو کر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، پونہ دو مرتبہ اور دھوتیں، جب پانی ٹپکنا بند ہو گیا، وہ چیز پاک ہو گئی اور جو کپڑا اپنی نازکی کے سبب نچوڑنے کے قابل نہیں، اسے بھی یوں ہی پاک کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر ایسی چیز ہو کہ اس میں نجاست جذب نہ ہوئی جیسے چینی کے برتن یا لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ کی چیزیں تو اسے فقط تین بار دھولینا کافی ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، ہاں ناپاک برتن کو مٹی سے مانجھ لینا بہتر ہے۔

۲۔ لوہے کی چیزیں جیسے چھری، چاقو، تلوار وغیرہ جس میں نہ زنگ ہو نہ نقش و نگار، پونہ سونے، چاندی، پیتل، گلت اور ہر قسم کی دھات کی چیزیں بشرطیکہ نقشی نہ ہوں، اگر نجس ہو جائے، تو اچھی طرح پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں اور اس صورت میں نجاست کے دلدار یا پتلی ہونے میں کچھ فرق نہیں اور اگر نقشی ہوں یا لوہے میں زنگ ہو تو دھونا ضروری ہے۔

۳۔ موزے یا جوتے میں دلدار نجاست اگرچہ وہ تر ہو یا مثل پیشاب کے کوئی تیلی سی نجاست لگی ہو تو کھرچنے یا اس پر مٹی یا رکھ یا ریتا وغیرہ ڈال کر رگڑنے سے پاک ہو جائیں

گے، ہاں اگر پتلی نجاست سوکھ گئی، تو اب بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

۴۔ ناپاک زمین یا دیوار یا ایسی ہی اینٹ جو زمین میں جڑی ہو۔ اگر ہو یا دھوپ یا آگ سے خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے، تو پاک ہو گئی۔ زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں، مگر اس زمین یا ایسی دیوار سے تیمم نہیں کر سکتے۔

۵۔ رنگ سیسہ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ان طریقوں کے علاوہ نجس چیزوں کے پاک کرنے کے اور بھی طریقے ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔

یاد دہانی

وضو، غسل اور تیمم کے ذکر میں طہارت کے جو مسائل بیان کیے گئے، ان کا تعلق بدن اور اعضائے جسم کی طہارت و صفائی اور لباس کی پاکیزگی سے ہے اور ہم بیان کرتے ہیں کہ طہارت کی اصل پاکیزگی کی جان وہ دل کی طہارت اور روح کی پاکیزگی ہے اور یہ اسی وقت حاصل ہوتی ہے، جب دل میں مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان سے محبت ہو کہ آخرت عزوجل کی بر نعمت ہمیں انہیں کے طفیل نصیب ہوئی، بلکہ ہم نے خداوند قدوس جل و علا کو انہیں کی بدولت پہچانا اور پایا۔

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ہر چیز بر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیا میں آخرت میں روز ازل سے آج تک۔ آج سے ابد الابد تک جسے ملی یا ملتی ہے یا ملے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی، ملتی ہے اور ملے گی۔ دینے والا رب عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی نہ ملی۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم دیتا ہے وہ دلاتے یہ ہیں

ان کی بخشش ان کا صدقہ رزق اس کا بے کھلاتے یہ ہیں

اور دل میں ایمان ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بے گنتی اہل کبار نجات پائیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم و مشیت الہی بے شمار گناہ گاروں، آلودہ روزگاروں، سخت خطا داروں کو بخشوائیں گے۔ اگرچہ لاکھوں کبار کا ارتحاب کیا ہو بلکہ ان میں وہ بھی ہوں گے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دیے جائیں گے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ: فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا اور اگر دل ان کی عظمت و محبت سے خالی یا انسان کو اس طرف سے لاپرواہی ہے، تو یہ بڑی ہلاکت و بربادی ہے کہ بے دینی و بد مذہبی کے ساتھ کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔ اگرچہ لاکھ برس کی ہو۔

الغرض انسان کے اعمال، افعال، احوال، اقوال ایسے ہونا کہ اگر انہیں پختہ ہو تو کرم الہی سے امید و اتق ہے کہ وہ بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے اور انجام کا مستحکامی پائے یہی وہ چیز ہے جس کی تلاش کا ہمیں حکم ہے کہ:

سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ (جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف)

اور اعمال و افعال، اقوال و احوال میں درستگی و پاکیزگی اسی وقت آتی ہے جب بندہ اپنے ظاہر و باطن، روح و بدن کو احکام شرع سے آراستہ اور معاصی سے منترہ کئے۔ اعضائے بدن اور جسم کی طہارت کے طریقے وہ تھے جو مختصراً بیان کیے گئے اور روح و قلب و باطن کی طہارت یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن اور دل کو مثلاً ریا و نمود، حسد و کینہ، عجب و تکبر، حرص و بخل، عناد و حق و اصرارِ باطل، خیانت و کفرانِ نعمت، حسدِ جاہ و حسدِ شہرت، دین سے لاپرواہی و دنیا سے محبت، بے دینیوں کی عظمت، دینداروں سے نفرت، دنیا میں چستی، دین میں سستی، غرض شیطان و نفس و شہوت کی بندگی و اطاعت و غیر ہلاک آفریں آفتوں سے پاک و صاف کرے، نفس و شہوت کے دھوکے میں نہ آئے، ورنہ صرف

ظاہری طہارت اور باطنی خباثت کی وہی مثل ہوگی کہ گندگی پر زربفت کا خیمہ اوپر زینت اندر
نجاست اور اس سے کیا فائدہ ؟

بلکہ اس حدیث سے کہ: ”جس گھر میں گنا ہو یا تصویر یا جھنڈی ہو اس میں رحمت کے
فرشتے نہیں آتے۔“

ہمیں یہ نصیحت بھی حاصل کرنی چاہیے کہ دل انسان کا وہ گھر ہے جس میں فرشتوں
کا گزر اور اثر اور مقام ہوتا ہے اور بُری خصلتیں مثل غضب، شہوت، کینہ و حسد، کبر و عنوت
وغیرہ باطنی کتے ہیں۔

تو جب دل میں یہ کتے بھرے ہوں گے، ملائکہ رحمت کا گزر اس میں کیونکر ہوگا۔
غفلت بڑھے گی اور ہلاکت لائے گی۔ والعیاذ باللہ!

ہاں ہاں! ان گندگیوں اور کثافتوں کے دور کرنے کے لیے جس پانی کی ضرورت ہے
وہ کسی چشمے یا کنوئیں یا دریا یا سمندر یا نہر کا پانی نہیں۔ یہ پانی ہماری آپ کی آنکھوں میں نہیں
ہے، یہ چشمے ہماری چشمِ ندامت میں بہ رہے ہیں۔ یہ دریا ہماری دیدہ عبرت میں جاری ہیں۔
آئیے ان گندگیوں اور کثافتوں کو دور کرنے کے لیے ہم توبہ و استغفار کریں جو کر چکے ہیں
اس پر آنسو بہائیں، بارگاہِ الہی میں گڑ گڑائیں، اسی کے حضور التجا لائیں، اُسی کے سامنے
دستِ التجا پھیلائیں کہ:

”اے رب ہمارے ہمیں نہ پچڑا۔ اگر ہم بھولیں اور سہو سے تیرے حکم کی تعمیل میں

قاصر رہیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے
انگلوں پر رکھا تھا۔ اے رب ہمارے ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں برداشت نہ ہو
اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے۔

اور پھر آئندہ کے لیے عزم پختہ کر لیں کہ اُس کی نافرمانی نہ کریں گے، حکمِ عدولی سے

بچتے رہیں گے۔ ہاں یہ توبہ و استغفار وہ نعمت ہے جس کے طفیل بارشِ کرم نازل ہوتی

ہے۔ زمین سرسبز و شاداب رہتی ہے۔ کھیتیاں لہلہاتی اور زندگی تازہ پاتی ہیں۔
 حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، تو آپ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار آدمی ہوں، مگر میرے کوئی اولاد نہیں مجھے ایسی کوئی چیز بتائیے کہ جس سے اللہ تبارک تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو۔ اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا۔ اس کی برکت سے اُس شخص کے دس بیٹے ہوئے۔ یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے حضرت امام سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے پایا۔ دوسری مرتبہ جب اس شخص کو حضرت امام سے نیاز حاصل ہوا تو اس نے یہ دریافت کیا۔ امام نے فرمایا تو نے حضرت ہود علیہ السلام کا قول نہیں سنا جو انہوں نے فرمایا: **يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلَىٰ قُوَّتِكُمْ** (تم میں جتنی قوت ہے، اللہ اس سے زیادہ دے گا) اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ:

يُمِدُّكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ (مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا)
 ایک اور روایت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے بارش کی قلت کی شکایت کی۔ آپ نے استغفار کا حکم دیا۔ دوسرا آیا اس نے تنگدستی کی شکایت کی، اسے بھی یہی حکم فرمایا۔ پھر تیسرا آیا اس نے قلتِ نسل کی شکایت کی اس سے بھی یہی فرمایا۔ ربیع بن صبیح جو حاضر تھے، انہوں نے عرض کی چند لوگ قسم قسم کی حاجتیں لیکر آئے آپ نے سبے ایک ہی جواب دیا کہ استغفار کرو، تو آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کا قول بیان فرماتے ہوئے یہ آیت تلاوت کی **اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا مَا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمِدُّكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلُ لَكُمْ حَبَاتٍ وَيَجْعَلُ لَكُمْ أَنْهَارًا** (اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شرانٹے کا مینہ بھیجے گا اور مال، بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔)



کتاب الصلوة

ہر کس کہ در نماز نہ بیند جمالِ دوست
فتویٰ ہمیں دہم کہ نمازش قضا کند

(حضرت قطب عالم بختیار کاکی قدس سرہ العزیز)



مجازی جاگوں اور دنیاوی حکمرانوں کی کچہریوں اور ان کے درباروں میں دن رات شب و روز "جی حضور" ہاں سرکار کی رٹ لگا کر اپنی زندگی بسر کرنے والا درباری اور چہرہ اسی جب ان کچہریوں اور درباروں میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے سب سے پہلے "درباری آداب" یاد آتے ہیں اور وہ اپنے لباس وغیرہ میں ان آداب کی رعایت کرتا ہے۔ پھر جب دربار میں پہنچتا، کچہری میں حاضر ہوتا اور حاکم کے روبرو جاتا ہے تو اسے اپنی رفتار و گفتار اور کردار میں آداب شاہی کا لحاظ رکھنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ قدم دھماکے سے نہ پڑیں، آواز بلند نہ ہو، گردن نیچی ہے، نگاہیں اونچی نہ ہوں، گفتگو میں بے ادبی کا کوئی پہلو نہ آجائے۔ بات چیت میں معقول طریقہ اختیار کیا جائے۔ سوال و جواب میں تمہذیب کا خیال رکھا جائے جو کہے ادب سے کہے جو کرے، دھیان سے کرے۔ غرض آداب دربار کا پورا پورا خیال رکھتے۔

نماز کیا ہے؟

یہ اس شہنشاہ حقیقی کے دربار میں حاضری ہے جس کی حکومت میں زمین و آسمان داخل اور شرق و غرب شامل ہیں جس کی سلطنت سب سے زبردست جس کا علم سب پر حاوی جس کی رحمت سب کو عام، نہ کوئی اس کے مشابہ نہ نظیر، نہ کوئی اس کا معاون نہ وزیر۔ ہر عیب سے پاک، ہر نقص سے بری۔

یہ اس حکم الحاکمین کی درگاہ میں حضور ہے جو ہر غالب پر غالب اور ہر زبردست سے زبردست قوت والا ہے جس کے یہاں انصاف ہے ظلم نہیں۔ عدل ہے زیادتی نہیں جس کا ہر قانون اٹل، ہر فرمان واجب العمل، جس پر نہ کسی کا زور چلے نہ کسی کو اس پر قابو۔

تو عقل کہتی ہے دل پکارتا ہے، رُوح تقاضا کرتی ہے جسم آواز دیتا ہے کہ اس مالک الملک کے دربار اور اس شہنشاہ حقیقی کی سرکار میں حاضری کے آداب

ہمیں بتاؤ اس مالکِ علی الاطلاق کے حضور پہنچنے کے طریقے ہمیں سکھاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان آدابِ شاہی سے کوئی ادب چھوٹ جائے اور ہم پر عتاب آئے۔ یہ نہ ہو کہ ہم بے ادبوں کی مانند دہاں پہنچ جائیں اور وہ غضب فرمائے۔

روح و بدن کی یہ پیکار کون سنتا، جان و دل کی اس فریاد کو کون پہنچتا، مگر اس کا کرم دستگیری فرماتا ہے، اس کا فضل بہت بندھاتا ہے، اس کی رحمت آواز دیتی ہے کہ آنے والو کمر بہمت باندھ کر آؤ، پیاسو اپنی پیاس بجھاؤ، ہمارے دصال کا اشتیاق رکھنے والو ہمارے فضل کے سایہ میں پناہ لو، وادئی ضلالت میں بھٹکنے والو ہماری رحمت کے دامن میں چھپ جاؤ، فاران کی چڑھیوں پر اپنی نظرس دوڑاؤ، مکہ کی نورانی وادیوں میں اپنی نگاہیں جماؤ، وہ دیکھو ایک نور چمک رہا ہے اور چمکتا ہی جا رہا ہے۔ وہ دیکھو ایک روشنی بڑھی اور بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ وہ دیکھو آفتاب ہدایت طلوع ہو رہا ہے اور اس کی شعاعیں اطرافِ عالم میں پھیلتی ہی چلی جا رہی ہیں۔

وہ کون ہے؟ وہ میرا محبوب ہے جسے میں نے اپنے خزانوں پر قبضہ دے دیا۔ وہ میرا پیارا ہے جس کی حکومت نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔ آسمان اس کی شوکت سے چھپ گیا۔ زمین اس کی حمد سے بھر گئی، وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزادیا، اس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔ (حقوق بنی)

جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ عاجزی سے اس کی طرف پھیلے ہیں۔ سب امتیں اس کے قدموں پر گریں گی اور وہ ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا مالک ہوگا (توراة)

یہی تمہیں "شاہی آداب" تعلیم فرمائیں گے کہ یہ علم دینے ہی کو بھیجے گئے ہیں۔ یہی تمہیں آدابِ بندگی و رموزِ عبادت سکھائیں گے کہ یہ اسی لیے مبعوث کئے گئے ہیں۔ یہی تمہیں پاکیزہ اور ستھرا بنائیں گے کہ ان کی بعثت کا یہی منشا ہے

الغرض خداوند قدوس جل جلالہ نے ہمیں بتایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا، ائمہ دین نے ہمیں سنبھلایا اور حکماء اسلام نے ہمیں سمجھایا کہ اس شہنشاہ حقیقی کے دربار میں حانسری کا شرف پانے درگاہِ خداوندی میں اپنا سر جھکانے، اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرنے اور اپنی عاجزی و بیچارگی کا اظہار کرنے کے لیے نماز جیسی عبادت بجالانے کے لیے بھی کچھ ایسی چیزیں درکار ہیں، نمازی میں عرض معروض کرنے کی اہلیت پیدا کرتی ہیں اور جن کی جانب ہر شخص کو یکساں حاجت ہے جن کا ہر بندہ مسلمان محتاج ہے۔

انہیں چیزوں سے نماز کی ترکیب وجود میں آتی ہے اور انہیں چیزوں کے پیشگی وجود پر نماز موقوف رہتی ہے اور وہ ہیں "فرائض و ارکان و شرائط نماز" جن کا بیان آئندہ صفحات پر آتا ہے۔

اوقاتِ نماز

شعائر اسلام میں نماز ہی وہ عبادت ہے جس کی بجا آوری ہر فرد مسلم سے اس کے زمانہ و بلوغ و عقل میں تمام عبادتوں سے زیادہ مطلوب و مقبول ہے۔ غریب و امیر، بادشاہ و فقیر، صغیر و کبیر، مرد و زن، مسافر و مقیم، صحیح و سقیم، تندرست و مریض، مالک و مملوک، حاکم و محکوم، غرض ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے کہ اسے اس کے مقررہ وقت میں ادا کرے، اس کی مقررہ شروط و ارکان کے ساتھ اسے بجالائے۔ اس میں غفلت نہ کرے، ورنہ فرمانبرداروں میں شمار نہ ہوگا، اس کی طرف سے غافل نہ رہے، ورنہ اطاعت گزاروں میں نہ گنا جائے گا، اگرچہ وہ دوسری عبادت میں کتنا ہی انہماک کیوں نہ رکھتا ہو۔

چونکہ نماز تمام شعائرِ دین میں سب سے زیادہ اہم ہے، اسی لیے شارعِ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی فضیلت، تعیینِ اوقات اور اس کے شروط و ارکان، آداب و مستحبات وغیرہ امور کے بیان میں بہت زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔

اس لیے بندۂ مومن پر اس کے اوقات و جمیع متعلقات میں انہیں امور کو اختیار کرنا ضروری ہے جو قرآن کریم و احادیثِ کرمیہ میں وارد یا ان سے مستنبط ہیں۔

چونکہ افضل الاعمال وہ عمل ہے جو مدام ہو اور اس کا صاحب باختیار خود اسے ہمیشگی سے انجام دیتا رہے اور انسان یہ قدرت رکھتا نہیں کہ اپنے تمام اوقات نماز میں صرف کر دے اور زندگی کے تمام لوازم سے دستبردار ہو کر محض گوشہ نشین ہو کر رہ جائے اور نماز کی مصروفیت میں اہل و عیال و والدین و دیگر اعزاء و اقارب کے حقوق کا بھی لحاظ نہ رکھتے، بلکہ انہیں یکسر پامال کر دے، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے مکلفین کی حالتِ داخلی و خارجی کا لحاظ فرما کر انسانی ضرورتوں اور زندگی کی کاوشوں کا اندازہ لگا کر خود ہی اوقاتِ نماز منضبط فرما دیئے اور اس انضباطِ اوقات میں اس کی حالت کی رعایت اور ماحول کا لحاظ رکھا اور ان پر کوئی ایسی نماز فرض و لازم نہ کی جس کا بجالانا ان کے لیے عمومی لحاظ سے ناقابل برداشت یا ان کی قوتِ ارادی سے باہر ہو کہ اگر وہ اس کی پابندی کریں، تو اکتسابِ معاش سے محروم ہو جائیں اور نظامِ معیشتِ درہم برہم ہو جائے، اس لیے کہ انسان کے ساتھ کھانے پینے کے حوائجِ ضروریات بھی ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر عبادات میں تخفیف فرمائی اور دن کے اول و اوسط و آخر میں اور رات کے اول و آخر میں نمازیں مقرر فرمائیں تاکہ ان اوقات میں مصروف رہنا دائمی عبادت کے حکم میں ہو۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے :

أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَذُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ هَ إِنَّ
 الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ السَّيِّئَاتِ ط ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّاكِرِينَ ه
 (نماز قائم کر دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں، بے شک
 نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے)
 مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں دن کے دو کناروں سے صبح و شام
 مراد ہیں۔ زوال سے قبل کا وقت صبح میں اور بعد کا وقت شام میں داخل ہے۔ صبح کی
 نماز فجر اور شام کی نماز ظہر و عصر ہیں اور رات کے حصوں کی نمازیں مغرب و عشاء
 ہیں۔ غرض پنجگانہ نمازیں اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں۔

سورۃ روم میں ارشاد فرمایا:

فَسَبِّحْ لِلَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ
 فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعِشْيَا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ه
 (تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو (اس میں مغرب و عشاء کی نمازیں آگئیں،
 اور جب صبح ہو (یہ نماز فجر ہوئی) اور اسی کی تعریف ہے۔ آسمانوں اور زمین میں
 اور (اس کی پاکی بولو) کچھ دن رہے (یہ نماز عصر ہوئی) اور جب تمہیں دوپہر ہو۔
 (یہ نماز ظہر ہوئی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا پنجگانہ نمازوں
 کا ذکر قرآن میں ہے۔ فرمایا: ہاں! اور یہی آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا کہ ان
 میں پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات مذکور ہیں، اسی لیے قرآن کریم فرماتا ہے:
 إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ط (بے شک
 مسلمانوں پر نماز وقت باندھا ہوا فرض ہے) تو لازم ہے کہ اس کے اوقات کی
 رعایت کی جائے۔

تعیین اوقات کے اسرار

دنیاوی کاروبار اور مشاغل زندگی کے اعتبار سے ہم اپنے شبانہ روز کو کئی حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں :

- (۱) شب بھر آرام لے کر بیداری کے بعد کا وقت۔
- (۲) زراعت، تجارت، صنعت اور دوسری مصروفیتوں کا وقت۔
- (۳) دوپہر کامل کے بعد بدن کو غذا پہنچانے اور اعضاء بدن کو قدرے سکون دینے یا کچھ دیر سنا لینے کا وقت۔

(۴) دوپہر کے بعد پھر کاروبار میں مشغولیت کا وقت۔

(۵) پھر دوپہر کاروبار میں مشغول رہ کر قدرے آرام لینے کا وقت۔

(۶) جملہ کاروبار کو سمیٹ کر کام ختم کر لینے کا وقت۔

(۷) غروب آفتاب کے بعد دوبارہ غذا حاصل کرنے کا وقت۔

(۸) دنیاوی امور و حوائج زندگی سے غافل ہو کر سو جانے کا وقت وغیرہ وغیرہ۔

اب دیکھئے کہ شریعتِ مطہرہ نے انسانی ضروریات کا لحاظ فرماتے ہوئے

اس کے اوقات کے اول و آخر و اوسط کو کس طرح اپنی عبادات کے لیے تقسیم فرمایا:

(۱) نیند ایک قسم کی موت ہے۔ بندہ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے، تو اس

کے معنی یہ ہیں کہ بارگاہِ الہی سے اس نے ایک نئی زندگی پائی۔ یہ زندگی جس نے

عطا فرمائی، اسے یاد رکھنا بھی لازم و ضرور ہے۔ اس کی شکر گزاری بھی فرض ہے

اس کی جنابِ پاک میں اپنی بندگی کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار بھی ضروری ہے

کہ اگر وہ یہ زندگی نہ بخشتا کاروبار عالم کس طرح اور کون سنبھالتا، زندگی نہ ملتی تو حوائج

زندگی کی فکر کسے رہتی۔

اس لیے شریعتِ مطہرہ نے مسلمان بندہ پر دنیاوی مشاغل میں مصروفیت سے پہلے ایک نماز فرض کی۔ یہ نماز "نماز فجر" ہے۔

(ب) اہلِ زراعت و تجارت وغیرہم کی عادت یہ ہے کہ وہ صبح سے دوپہر تک اپنے کاروبار میں منہمک رہتے اور اپنی زندگی کی دوڑ دھوپ میں لگے رہتے ہیں۔ گویا کسبِ معاش کا یہی وقت ہے اور واقعی بہت سے اشغال ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں تمام کرنے کے لیے طویل مدت درکار ہوتی ہے۔ اب ایسے انہماک و مصروفیت کے وقت کسی عبادات کی تعمیل ظاہر ہے کہ عموماً لوگوں پر شاق گزرتی، بلکہ ان کی اکثریت خرچ میں پڑ جاتی، کاروبار زندگی کے نظام میں خلل واقع ہوتا، اس لیے طلوعِ آفتاب سے لے کر زوال تک کوئی نماز بنی آدم پر ہماری شریعت نے فرض نہ کی۔

ہاں چونکہ مسلسل چھ سات گھنٹے کام کرتے کرتے طبیعت کسلمند ہو جاتی ہے اور انسان آرام کا خواہشمند ہوتا ہے، تو شریعتِ مطہرہ نے خدا پرست انسان کو یاد دلایا کہ وہ اپنے پروردگار کی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کر لینے اور مالکِ حقیقی کی یاد تازہ کرنے کے لیے پھر اس کی بارگاہ میں سر بسجود ہو جائے تاکہ اس کا دل و دماغ دنیاوی کدورتوں اور زندگی کی کشافتوں سے میلا کچھلا اور پر اگندہ نہ رہے، اس لیے پھر ایک نماز فرض کی گئی اور یہ نماز "نماز ظہر" ہے۔

(ج) زندگی کی دوڑ دھوپ ابھی ختم نہیں ہوتی۔ آدمی معاش و اسبابِ معیشت کے افکار یا بالفاظِ دیگر اپنی ضروریات سے فارغ نہیں ہوا، فکرِ معاش پھر اسے دنیاوی اشغال کی طرف دھکیلتی ہے اور آدمی گرتا پڑتا پھر کاروباری دنیا میں مشین کے پُرزوں کی طرح دوڑتا پھرتا ہے اور ظاہر ہے کہ دوپہر کامل تک اس کی لگاتار محنت و مسلسل کوشش نے اسے اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ بلا توقف پھر اپنے

کاروبار میں مصروف ہو جائے، اُس کے اعضا و جوارح میں اب وہ چستی نظر نہیں آسکتی جو دن کے ابتدائی حصہ میں پائی جاتی تھی۔ اُس کے دل و دماغ میں وہ تازگی اور فرحت نہیں مل سکتی جو اسے دن کے نصف اول میں ہر مشکل کے وقت مدد دیتی تھی۔ دُنیا کے مشاغل بھی نہیں چھوڑے جاسکتے۔ اس صورت میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے آرام لینا اور سستانا ضروری سا ہو جاتا ہے ورنہ مسلسل تگ و دو اس کے دماغ کو ماؤف اور ہاتھ پیروں کو کچھ ہی عرصہ میں شل کر کے رکھ دے۔

اور یہ تو بہا رات دن کا مشاہدہ شب و روز کا تجربہ ہے کہ ایک مزدور جس کا کام مٹی ڈھونا ہوتا ہے، وہ بھی اس وقت دو دو ایک ایک گھنٹہ کے بعد کچھ دیر حُقہ پانی کے نام سے اپنے بدن کو آرام پہنچاتا ہے۔ یہاں بھی شریعتِ مطہرہ اسباب سے غافل کر کے مسبب الاسباب کی طرف متوجہ کرتی اور اسے یاد دلاتی ہے کہ مسلمان کا کام دُنیاوی کاروبار کی دلدل میں پھنس کر رہ جانا نہیں، بلکہ اسے اپنے رُوح و جسم کو اس قادرِ مطلق کی بارگاہ میں جھکا دینا چاہیے جس نے اسے رُوح بخشی، اس کے بدن میں جان ڈالی۔ حقیقتاً وہی مربی ہے۔ مسببات کو اسباب کے ساتھ اسی نے مربوط فرمایا ہے۔ وہی اس قابل ہے کہ اُس کی یاد ہمیشہ دل میں جاگزیں رہے؛ لہذا ظہر کی نماز کے بعد گھنٹہ دو گھنٹہ کی محنت سے تھک کر جب آدمی تازہ دم ہونا چاہتا ہے، تو شریعتِ مطہرہ اسے ایک اور نماز ادا کرنے کا حکم دیتی ہے اور یہ نماز نمازِ عصر ہے۔

(د) عصر کی نماز سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انسان کو صرف یہ فکر رہ

جاتی ہے کہ دن گزر رہا ہے۔ رات بڑھتی آرہی ہے، اس لیے سورج ڈوبنے سے

پہلے پہلے میں اپنا ہر کام اختتام و انجام کو پہنچا دوں اور آج کا کام کل پر نہ اٹھا

رکھوں، اس لیے وہ اپنے کاروبار کے سمیٹنے یا زندگی کی دوڑ دھوپ کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ شام کا جھٹ پٹا ہوتے ہی چرند پرند اور دوسرے تمام حیوانات رات گزارنے اور دن بھر کی تھکن دور کرنے اپنے اپنے گھونسلوں اور ٹھکانوں کی طرف دوڑتے اور اڑتے چلے جاتے ہیں۔

سورج غروب ہوتا دیکھ کر تھکا ماندہ انسان اطمینان کا سانس لیتا اور اپنے اہل و عیال و اعزاء و اقارب سے قریب ہونا اور قریب رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ پھر اسے ایک فرض یا دولاٹی اور بتاتی ہے کہ جس نے اطمینان سے سانس لینے کا موقع دیا اور تجھے یہ سانس نصیب فرمائے۔ اُس ذات برحق کی شکرگزاری بھی لازم و ضروری ہے۔ اسی کی رحمت نے تیری کشتی عمل کے کناروں تک پہنچا دیا؛ لہذا اُس کی بارگاہ میں سرعبودیت جھکا اور اس معبودِ برحق کو سجدہ کر اور ایک نماز اور پڑھ۔ اور یہ نماز نمازِ مغرب ہے۔

(س) اب کہ خورد و نوش وغیرہ دوسری ضروریات سے انسان فارغ ہو اور اپنے بستر پر آرام کی خاطر لیٹنا اور دنیا کی ہرنیرنگی سے آنکھ بند کر کے سو جانا چاہتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ یہاں پھر اسے تنبیہ کرتی ہے کہ سارے دن کی کدورتوں کا کفارہ ادا کرنا تو لازم ہے۔ اب تو وہ وقت آتا ہے کہ لبطا ہر تجھ پر موت طاری کر دی جائے گی، تو گویا بستر پر لیٹنا دنیاوی کاروبار سے رخصت ہونے کا وقت ہے۔ اہل و عیال سے رخصت ہونے کا وقت ہے، مال و متاع سے رخصت ہونے کا وقت ہے، دنیاوی کدورتوں اور زندگی کی کثافتوں سے رخصت ہونے کا وقت ہے۔ لہذا اس معبودِ برحق کی بندگی لازم و ملزوم ہے جس نے تجھے معاشی مصروفیات سے نجات بخشی جس نے تجھے قلب فارغ عطا فرمایا جس نے تجھے ان چیزوں سے ہٹایا

جو تجھے یاد مولیٰ سے غافل کرنے والی تھیں۔ سونے سے پہلے ایک نماز کا ادا کرنا اور بھی فرض فرمایا تاکہ انسان یاد مولیٰ پر سوتے، اور یہ نماز نمازِ عشاء ہے۔ الغرض اس معبودِ برحق کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندی کے اظہار کا بہترین وقت وہ ہے جبکہ طبعی تشویشات انسان کو نہ ستا رہی ہوں، مثلاً وہ بھوک، پیاس اور نیند کا غلبہ نہ محسوس کر رہا ہو، اسی طرح پیشاب، پاخانے وغیرہ کا شدید احساس مضطرب نہ کرتا ہو، ورنہ یہ چیزیں انسان کی مدرکہ و متخلیہ قوتوں پر بُرا اثر ڈالتی اور اسے لذتِ عبادت سے محروم رکھتی ہیں کہ وہ اپنے خیالات کو کسی ایک مرکز پر جمع نہیں کر پاتا۔

لیکن صبح و شام کے اوقات طبعی طور پر ان پراگندگیوں اور کشافتوں سے خالی ہوتے ہیں اور ان اوقات میں انسان اپنے کاروبار سے فراغت کے باعث دل میں سرور و فرحت اور نشاط و مسرت محسوس کرتا ہے۔ بالخصوص جب انسان ہر کام سے فارغ ہو کر اپنے تھکے ماندے اعضاء کو آرام دینے کی خاطر سونے کا ارادہ کرتا ہے، تو دنیاوی افکار و آلام بھی اُس سے کنارہ کرتی ہیں اور بندہ ہر غم و فکر سے آزاد ہو جاتا ہے۔

شریعتِ مطہرہ نے اوقات کی خصوصیات اور انسانی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے نمازیں فرض فرمائیں اور ان مخصوص اوقات میں بارگاہِ الہی میں جھکانے کا حکم دیا تاکہ دنیاوی امور میں انہماک و مصروفیت کے باعث دلوں پر جو کشتیں جم چکی ہیں، وہ عبادت و بندگی کی نورانیت اور تابشوں سے نیست و نابود ہو جائیں اور بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریزی کے باعث انسان کو سرخروئی حاصل ہو اور اس کا آئینہ دل بے غبار ہو جائے۔

آیاتِ قرآنیہ

قرآن کریم کی وہ آیاتِ کریمہ جن میں اوقات کی تعیین کا بیان یا ان کی محافظت کی ترغیب یا ان کی مخالفت سے ترہیب ہے، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لیے شرع مطہر نے جدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے ہو سکے نہ اسے کھو کر دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھی جائے، بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیے۔ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا: بقرہ، نساء، النعام، مریم، مومنون، معارج، ماعون۔

(۱) إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا

(بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے، وقت باندھا ہوا)

(۲) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا

لِللَّهِ قَانِتِينَ ط

(محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ

کے حضور ادب سے)

بیچ والی نماز عصر ہے، اس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ

مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے، اس لیے اس کی خاص تاکید فرماتی۔

(۳) وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ هَٰ أُولَٰئِكَ

هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرْتُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ط

(اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں رکوع سے وقت سے بے وقت

نہیں ہونے دیتے) وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)

(۴) وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ هَٰ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ ط

(اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں، وہ جنتوں میں باعزت جائیں گے)

(۵) وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ط

(اور جنہیں آخرت پر یقین ہے، وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں) (کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں)

(۶) ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ ط

(پھر ان کے بعد کچھ پس ماندے (ناخلف) پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کر دیں)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَخْرَوْهَا عَنْ مَوَاقِفِهَا وَصَلُّوْهَا بِغَيْرِ وَقْتِهَا ط

وہ لوگ جن کی مذمت اس آیتِ کریمہ میں فرمائی گئی، وہ ہیں جو نمازوں

کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں۔

(۷) قَوْلٍ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ط

(خرابی ہے، ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں کہ وقت نکال کر

پڑھتے ہیں)

الغرض یہ آیاتِ کریمہ اور ان کے علاوہ احادیث متکاثرہ و متواترہ ہر نماز کے لیے

جدا وقت بتا رہی ہیں۔ محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرما رہی ہیں۔ وقت

ضائع کرنے کو گناہِ عظیم و موجب عذابِ الیم مٹھرا رہی ہیں۔

احادیث و آثارِ کریمہ

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے (اے محبوب) میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے پاس عہد مقرر کر لیا کہ جو ان کے وقتوں پر ان کی محافظت کرتا آئے گا، اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا، اس کے لیے میرے پاس کچھ عہد نہیں (البرد اؤد)

(۲) جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر نہ پڑھے، ان کا وضو و قیام و خشوع و رکوع و سجد پورا نہ کرے، وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا، یہاں تک جب اس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزوجل چاہے پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جائے۔
(والعیاذ باللہ تعالیٰ) (طبرانی)

(۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے

لے یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کے عہد کو لازم نیکو (ترمدی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حدیث رضی اللہ تعالیٰ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بے شک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں (بخاری و ترمذی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المومنین حضرت فائق اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کُنِيفٌ مِّلِيًّا عَلِيمًا اِيكُ كَمَطْرِي هِي عَلْمٌ سَمِي بِهْرِي هِي نِهَائِيْتٌ يِه كَه حَضْرُو اَقْدَسِ سَيِّدِ الْمَرْسَلِيْنِ صَلِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِي فَرَمَايَا: مِي نِي اِنِي اَمْتِ كِي لِي سِنْدُ فَرَمَايَا جُو كُجُو عَبْدِ اللّٰهِ

بن مسعود اس کے لیے پسند کرے (حاکم) یہ وہی عبداللہ بن مسعود ہیں کہ بوجہ کمال قرب اہل بیت عظام رسالت میں سے سمجھے جاتے اور سفر و حضر میں خدمت والا منزلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معزز

(بقیہ، ۲۰۰ پر)

کبھی نہ دیکھا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو، مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشا کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی۔

(بخاری و مسلم)

تنبیہ : یہ حدیث سنن نسائی میں یوں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے، مگر مزدلفہ و عرفات میں۔ تو مراد یہ ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں یعنی عرفہ کی عصر اور مزدلفہ کی مغرب کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت ہے، انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا، انہیں دو کو صلاتین (دو نمازیں) کہہ کر یہاں شمار فرمایا۔ اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام نہ لیا، صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا اور ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع ہے۔

رہی نماز فجر کہ وہ مذکور ہوئی، وہ دوسری نماز کا بیان نہیں، وہ مسئلہ جداگانہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں، اور اس پر اجماع امت ہے کہ فجر حقیقتاً وقت سے پہلے نہ تھی۔ نہ ہرگز کہیں اس کا جواز، بلکہ صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ نماز فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶)

دو نماز رہتے یعنی آپ سے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین مبارک اٹھا کر رکھیں، اٹھتے وقت سامنے رکھ دیں، سوتے وقت بچھونا بچھائیں اور اوقات نماز پر پانی لائیں (بخاری) لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

غرض یہ حدیث کہ اوقات مختلفہ میں بقدر حاجت پارہ پارہ کر کے بیان کی گئی، تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں، کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو، مگر صرف دو۔ عصر عرفہ کہ وقتِ ظہر میں ادا کی اور مغرب مزدلفہ کہ وقتِ عشا پڑھی اور اس دن فجر کو بھی مسنون و معمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا۔ اس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔

(۴) نماز کے لیے اول آخر ہے۔ اول وقت ظہر کا اس وقت ہے جب کہ آفتاب ڈھل جائے اور آخر اس وقت کہ عصر کا وقت آجائے اور آخر وقت عصر کا اس وقت کہ آفتاب کا قرص زرد ہو جائے اور اول وقت مغرب کا اس وقت کہ آفتاب ڈوب جائے اور اس کا آخر وقت جب شفق ڈوب جائے اور اول وقت عشا جب شفق ڈوب جائے اور آخر وقت (یعنی وقت مباح بلا کراہت) جب آدھی رات ہو جائے۔ (امام احمد و ترمذی)

(۵) حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: فجر دو ہیں، ایک وہ جس میں کھانا حرام، یعنی روزے دار کے لیے اور نماز حلال، دوسری وہ کہ اس میں نماز (فجر) حرام اور کھانا حلال۔

(۶) فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے (ترمذی، ابوداؤد)
 (۷) جو فجر کو روشن کر کے پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور قلب کو منور کرے گا اور اس کی نماز قبول فرمائے گا (دیلمی)

(۸) میری امت ہمیشہ فطرت یعنی دین حق پر رہے گی، جب تک فجر کو اجالے میں پڑھے گی۔ (طبرانی)

(۹) امام طحاوی بطریق داؤد بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں کہ

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم ہمیں نمازِ صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف
دیکھا کرتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ ہو گیا ہو۔

(۱۰) حضرت ابوذر بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم ایک سفر میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رقابِ اقدس تھے۔ مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا:
أَبْرِدُ وَقْتُ تَهْنِئَةِ الْوَجْهِ دِيرِكَةَ بَعْدَ بَعْدِ مَوْزِنَ نَسَبِ بَارِهَ اَذَانَ كَا اِرَادَهَ كَمَا فَرَمَايَا: اَبْرِدُ
وَقْتُ تَهْنِئَةِ الْوَجْهِ اَوْ رِيُوْنِي تَاخِيْرًا حَاكِمًا فَرَمَاتِي رَسِيًّا۔ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر
ہو گیا۔ اس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے
ہے، توجہ گرمی سخت ہو، ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو (بخاری شریف)

(۱۱) حاکم و دارقطنی نے زیاد بن عبد اللہ نخعی سے روایت کی کہ ہم امیر المومنین
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجدِ جامع میں بیٹھے تھے، مؤذن نے آکر عرض
کی یا امیر المومنین نماز "امیر المومنین نے فرمایا: بیٹھو۔ وہ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد
پھر حاضر ہوا اور نماز کے لیے عرض کی۔ امیر المومنین نے فرمایا: هَذَا الْكَلْبُ
يُعَلِّمُنَا السُّنَّةَ (کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نمازِ عصر پڑھائی
جب ہم نماز پڑھ کر وہاں واپس آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے، تو ہم زانوؤں
پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لیے نیچے اتر گیا تھا

یعنی دیواریں اس زمانے میں نیچی نیچی ہوتیں، آفتاب ڈھلک گیا تھا، بیٹھے
سے نظر نہ آیا۔ دیوار کے نیچے اتر چکا تھا، گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا۔

(افاداتِ رضویہ)

تنبیہ: اگر یہ صرف مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا اپنا فعل ہوتا، جب بھی حجت
شرعی تھا کہ وہ اسے صراحتاً سنت بتا رہے ہیں اور مؤذن پڑ جو جلدی کا تقاضا
کرتا ہے، ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں۔

(۱۲) امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصفانی کے ساتھ نمازِ عصر پڑھ کر مسجدِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گیا۔ امام نے اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خدشہ ہوا کہ وقت جاتا رہے گا۔ پھر میں مسجدِ امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھا کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی ہی نہیں۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحمت فرمائے انہوں نے اتنی تاخیر نہیں کی جتنی سفیان رضی اللہ تعالیٰ نے کی۔

(۱۳) میری اُمت ہمیشہ فطرت پر رہے گی، جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کریں کہ ستارے گتھ جائیں۔ (امام احمد و ابوداؤد)

(۱۴) دن کی نماز یعنی عصر ابر کے دن میں جلدی پڑھو اور مغرب میں تاخیر کرو۔ (ابوداؤد)

(۱۵) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری اُمت پر مشقت ہو جائے گی، تو میں ان کو حکم فرماتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں اور عشاء کی نماز تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کر دیتا کہ رب تبارک تعالیٰ آسمان پر خاص تجلی رحمت فرماتا ہے اور صبح تک فرماتا رہتا ہے کہ کوئی سائل ہے اُسے دوں۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کروں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ قبول کروں۔ (امام احمد)

(۱۶) جب فجر طلوع کر آئے، تو کوئی (نفل) نماز نہیں ہوتی، سوائے دو رکعت فجر کے (طبرانی)

(۱۷) بعد صبح نماز نہیں تا وقتیکہ آفتاب بلند نہ ہو جائے اور عصر کے بعد نماز نہیں، یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۸) آفتاب شیطان کے سینگ کے ساتھ طلوع کرتا ہے جب بلند ہو جاتا ہے تو جدا

ہو جاتا ہے، پھر جب سر کی سیدھ پر آتا ہے، تو شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈھل جاتا ہے، تو ہٹ جاتا ہے، پھر جب غروب ہونا چاہتا ہے، شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈوب جاتا ہے، جدا ہو جاتا ہے، تو ان تین وقتوں میں نماز نہ پڑھو۔ (بخاری و مسلم)

اوقاتِ نماز کی حد بندی

تمام لوگوں کو ایک ہی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دینا کہ نہ اس سے پہلے پڑھنے کی اجازت ہو نہ اس سے مؤخر کرنا جائز و روا ہو، بندوں پر جبرِ عظیم کا موجب تھا، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے اوقاتِ نماز میں کسی قدر توسیع فرمادی اور اوقات کے حدود مقرر فرمادی تاکہ بندہ بسہولت و اطمینان اس فریضہ سے سبکدوش ہو سکے اور ان اوقات کی حدود بندی سے چار قسم کے اوقات حاصل ہوئے =

(۱) وقتِ اختیاری : یہ وہ وقت ہے کہ نماز بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے۔
 (۲) وقتِ استحبابی : یہ وہ وقت ہے جس میں نماز ادا کر لینا اولیٰ و بہتر ہے، تو اگر یہ وقت گزر گیا اور نماز ادا نہ کی تو اس پر گناہ نہیں، وقت کے دوسرے حصے میں بلا تردد نماز ادا کرے۔

(۳) وقتِ کراہت : یہ وہ وقت ہے جس میں نماز ادا کرنا شرعِ مطہرہ کو پسند نہیں۔ بلا وجہ شرعی اتنا مؤخر کرنا نماز کی نوزائیت کو ختم کر دیتا ہے اور اگر پڑھ لی تو فرض ساقط ہو گیا۔ مواخذہ شرعی ذمہ پر باقی رہا۔

(۴) وقتِ قضا : یہ وہ وقت ہے جس میں انسان اُس نماز کو ادا کرتا ہے، جسے وہ بھول یا نیند یا غفلت کے باعث وقتِ مقررہ میں ادا نہ کر سکا ہو۔ یہاں تک کہ وہ وقت از اول تا آخر بالکل گزر گیا اور دوسرا وقت آ گیا۔

اجمالی اشائے

وقت فجر

نماز فجر کا وقت طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔

فائدہ: صبح صادق ایک روشنی ہے کہ پورب کی جانب جہاں سے آفتاب طلوع ہونے والا ہے، اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اُجالا ہو جاتا ہے اور اس سے قبل پچ آسمان میں ایک دراز سفیدی ظاہر ہوتی ہے جس کے باعث نیچے سے سارا افق سیاہ ہوتا ہے۔ صبح صادق اس کے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلوؤں پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے، یہ دراز سفیدی اس میں فائز ہو جاتی ہے۔ اس کو صبح کاذب کی سفیدی کہتے ہیں، اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا۔ یہ جو بعض نے لکھا ہے کہ صبح کاذب کی سفیدی جا کر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے، محض غلط ہے۔ صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ (مبار شریعت)

تنبیہ: صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ پینتیس منٹ نہ اُس سے کم ہو گا نہ اس سے زیادہ۔

اکیس مارچ کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بائیس جون کو پورا ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہو جاتا ہے، پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک بائیس ستمبر کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ رہ جاتا ہے۔ پھر ٹھہرتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ چوبیس منٹ ہوتا ہے۔ پھر کم ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ۲۱ مارچ کو وہی ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہو جاتا ہے۔

جو شخص صبح وقت نہ جانتا ہو، اسے چاہیے کہ گرمیوں میں طلوع آفتاب میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے۔ خصوصاً جون، جولائی اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹہ رہنے پر۔ خصوصاً دسمبر، جنوری اور مارچ، دسمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے، تو سحری ایک گھنٹہ چوبیس منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا ہے، اُس کے آٹھ دس منٹ بعد اذان کہی جائے تاکہ سحری اور اذان دونوں طرف احتیاط رہے۔ ابتدائے وقت فجر کی شناخت دشوار ہے خصوصاً جبکہ گردوغبار ہو یا چاندنی رات ہو، لہذا ہمیشہ طلوع آفتاب کا خیال رکھیے کہ آج جس وقت طلوع ہوا، دوسرے دن اُسی حساب سے وقت مذکورہ بالا کے اندر اندر اذان و نماز فجر ادا کی جائے۔ (افاداتِ رضویہ)

وقتِ ظہر

آفتاب ڈھلنے سے اُس وقت تک ظہر کا وقت ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دوچند یعنی دوگنا ہو جائے۔

فائدہ : ہر دن کا سایہ اصلی وہ سایہ ہے کہ اس دن آفتاب کے خطِ نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔ دن جتنا گھٹتا ہے، سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے، سایہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی جاڑوں میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم اور ان شہروں میں کہ خط استوار کے قرب میں واقع ہیں، کم ہوتا ہے، بلکہ بعض جگہ بعض موسم میں بالکل ہوتا ہی نہیں، جب آفتاب بالکل سمتِ راس پر ہوتا ہے۔ (افاداتِ رضویہ)

وقتِ عصر

ظہر کا وقت ختم ہونے یعنی سایہِ اصلی کے سوا دو مثل سایہ ہونے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہِ ظلّ اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقتِ عصر نہیں آتا امام الائمہ سراج الامۃ کا قول ہی احوط و اصح اور از روئے دلیل ارجح ہے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اسی پر متون مذہب ہیں اسی پر اکثر مشائخ ہیں۔ جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی، اسی کو شارحین نے پسندیدہ رکھا اور اسی میں احتیاط ہے کہ اگر مثل ثانی میں عصر پڑھی، تو ایک مذہبِ جلیل پر کہ مذہبِ امام اعظم ہے۔ فرضِ ذمہ سے ساقط نہ ہوا، پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور مثل ثانی کے بعد (کہ ہر شے کا سایہ اصلی سایہ کے سوا اس کا دو چند ہو جائے) پڑھی، تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی۔ (فتاویٰ رضویہ) قنبدیہ: بعض صاحبوں نے یہ گمان کیا کہ احادیث، مذہبِ صاحبین میں نص ہیں، یعنی احادیث کریمہ صراحتاً یہ بتاتی ہیں کہ ایک ہی مثل کے بعد وقتِ عصر آجاتا ہے اور یہی مذہبِ صاحبین ہے اور مذہبِ امام اعظم احادیث سے منصوص معلوم نہیں ہوتا حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں طرف موجود ہیں، ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ صاحبین کے مذہب پر کوئی صحیح صریح کہ تعارض سے سالم و محفوظ ہو، ناطق ہے اور وہ حدیث جس سے اس مسئلہ پر استناد کیا جاتا اور اسے بطور سند لایا جاتا ہے یا تو حدیث صحیح نہیں یا صحیح ہے تو مذہبِ صاحبین پر صراحتاً دلالت نہیں کرتی، ورنہ کم از کم اس کے معارض دوسری صحیح حدیث ضرور موجود ہے اور جب احادیث اس باب میں مختلف و معارض ہیں تو اس تعارض میں مذہبِ صاحبین کی احادیث کو منسوخ ماننا ہی اصول کے مطابق و موافق ہے کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا

کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا، تو اب شک کے سبب یقین زائل نہ ہوگا، بلکہ وقت ظہر باقی رہے گا۔ یونہی وقت عصر بالیقین نہ تھا شک کے سبب داخل نہ ہوگا، والحمد للہ۔ (افادات رضویہ)

پھر ابھی حدیث گزری کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی اذان کی اجازت اس وقت دی کہ سایہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ اس پر امام ابن اثیر حنبلی شافعی نے نہایہ میں فرمایا کہ ٹیلوں کا سایہ اس وقت آغاز ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب آغاز اس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا، مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں۔ اس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی، تو نماز یقیناً اور بھی بعد، مگر اپنے وقت میں ہوئی، تو ثابت ہو کہ مثل ثانی میں ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ عصر کا شروع نہیں ہوتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابراد کا حکم دے رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے گھنٹے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے۔ وہو تعالیٰ اعلم! (افادات رضویہ)

فائدہ جلیلہ

ان بلاد میں وقت عصر کم از کم ایک گھنٹہ پینتیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے چھ منٹ رہتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے :

۲۲، اکتوبر تا تحویل عقرب سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ چھتیس منٹ، پھر یکم نومبر سے ۱۸ فروری یعنی پونے چار مہینے تک تقریباً ایک گھنٹہ پینتیس منٹ۔

سال میں یہ سب سے چھوٹا وقت ہے، عصر کا وقت کبھی اس سے کم نہیں ہوتا۔

پھر ۱۹ فروری تحویل حوت سے ختم ماہ تک ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ۔
 پھر مارچ کے اول ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۳ منٹ، ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۳۸ منٹ۔
 ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۶ منٹ، پھر ۲۱ مارچ کو تحویل حمل سے آخر ماہ تک
 ایک گھنٹہ ۱ منٹ۔

پھر اپریل کے اول ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۳ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ
 ۴ منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۸ منٹ۔ پھر ۲۰، ۲۱، ۲۲ اپریل تحویل ثور سے
 آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۵ منٹ۔

پھر مئی کے اول ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۳ منٹ، ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۵ منٹ
 منٹ، ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۸ منٹ۔ پھر ۲۲، ۲۳ مئی تحویل جوزا سے آخر ماہ
 تک دو گھنٹے ایک منٹ۔

پھر جون کے پہلے ہفتہ میں دو گھنٹے تین منٹ۔ ہفتہ دوم میں دو گھنٹے چار منٹ،
 ہفتہ سوم میں دو گھنٹے ۵ منٹ۔ پھر ۲۲ جون تحویل سرطان سے آخر ماہ تک دو گھنٹے
 ۶ منٹ۔

پھر ہفتہ اول جولائی میں دو گھنٹے ۵ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں دو گھنٹے ۴ منٹ۔
 تیسرے ہفتہ میں دو گھنٹے ۲ منٹ۔ پھر ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹے ایک منٹ۔
 اس کے بعد آخر ماہ تک دو گھنٹے۔

پھر اگست کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ
 ۵ منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۱ منٹ۔ پھر ۲۳، ۲۴ اگست تحویل سنبلہ
 کو ایک گھنٹہ پچاس منٹ۔ پھر اس کے بعد سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۸ منٹ۔
 پھر اول ستمبر میں ایک گھنٹہ ۶ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴ منٹ۔
 تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۲ منٹ۔ پھر ۲۳، ۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ایک گھنٹہ

۱۴ منٹ۔ پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۱۴ منٹ۔

پھر ہفتہ اول اکتوبر میں ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ۔ ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۳۸ منٹ۔

ہفتہ سوم میں ۲۳ اکتوبر تک ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ۔

غروب آفتاب سے پیشتر وقت عصر شروع ہوتا ہے۔

وقتِ مغرب

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن غروب ہو اور جب آفتاب ڈوبنے پر یقین ہو جائے، تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔ اور شفق ہمارے نزدیک مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے جو جانب مغرب میں سُرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی رہتی ہے اور یہ وقت ان شہروں میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔

(افاداتِ رضویہ)

وقتِ عشاء و وتر

سپیدی مذکور کے غروب ہو جانے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا اور طلوع فجر تک رہتا ہے کہ فجر طلوع ہوئی اور عشاء کا وقت چلا گیا۔

فائدہ : اس جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی سپیدی کے بعد جو سپیدی شرقاً غرباً طویل باقی رہتی ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں، وہ جانب مشرق میں صبح کاذب کی مشعل ہے۔

(بہارِ شریعت)

اوقاتِ مستحب

فجر: ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو ہمیشہ ہر زمان ہر مکان میں اسفارِ فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے، سو ایوم النحر کے کہ حاجیوں کو اس روز مزدلفہ میں تغلیس یعنی نہایت اول وقت فجر پڑھنا مستحب ہے۔

طبرانی و ابن عدی نے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: "اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو، جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہ بسبب روشنی کے دیکھ لیں۔"

ظاہر ہے کہ یہ بات اُس وقت حاصل ہوگی، جب صبح خوب روشن ہو جائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی، تو نماز اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی۔ اور حکمتِ فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں جماعت کثیر ہو جاتی ہے اور تکثیر جماعت شرعاً مطہر کو مطلوب و محبوب، اور تغلیس میں جماعت میں قلیل آدمی ہوتے ہیں۔ پھر اس میں لوگوں کو مشقت میں ڈالنا ہے اور یہ دونوں باتیں ناپسند و مکروہ۔ لہذا نماز فجر کے بعد اشراق تک ذکرِ الہی میں بیٹھے رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان ہے تغلیس میں دشوار۔

غرض فجر میں تاخیر مستحب ہے اور عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ نماز بقراتِ سنوز یعنی چالیس سے ساٹھ آیات تک ترتیل و اطمینان سے پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو وضو کر کے پھر اسی طرح پڑھ سکے اور سنوز آفتاب طلوع نہ ہو۔ ہاں ایسے وقت تک تاخیر مکروہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کا شک ہو جائے۔

(در المختار، رد المحتار)

ظہر: موسم گرما میں ظہر کا ابراہ یعنی تاخیر مستحب ہے، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ۔ اور جاڑوں کی ظہر میں جلدی کرنا مستحب ہے اور گرمیوں میں ظہر کی جماعت

اول وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لیے جماعت کا ترک کرنا جائز نہیں۔ موسم ربیع
جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں۔ (در مختار)
اور بہتر یہ ہے کہ ظہر مثل اول میں پڑھیں (غنیہ)

عصر: نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی کرنا چاہیے، مگر نہ اتنی کہ وقت سے پہلے
ہو جائے۔ باقی اس میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے۔ (عالمگیری - در مختار)

اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لَانَّهَا تُحْصَرُ یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی
ہے، مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ خود آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے، اس پر زروی آجائے
کہ بے تکلف بے غبار و نگاہ قائم ہو جانے لگے۔ تجربے سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ
ثابت ہوا ہے، تو جب غروب کو بیس منٹ رہیں، تو وقت کراہت آجائے گا۔ یونہی جب
سے آفتاب کی کرن چمکے، اس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت
کراہت ہوا۔

تنبیہ: یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا
میلا ہونا ہے۔ یہ ہرگز صحیح نہیں۔ جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد
کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالا جماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے۔ یقیناً آفتاب بہت
متغیر ہو جاتا ہے اور بیتن طور پر دھوپ میں زروی پیدا ہو جاتی ہے، تو چاہیے کہ عصر کا وقت
آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور صریح
باطل و محال ہے (فتاویٰ رضویہ)

مغرب: روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت
سے زائد کی تاخیر مکروہ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے
گتھ گتھ گئے، تو مکروہ تحریمی۔ (در مختار - عالمگیری)

عشاء: عشاء میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر

سباح یعنی جبکہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کی کہ رات ڈھل گئی
مکروہ ہے کہ باعثِ تقیلِ جماعت ہے۔ (درمختار)

تنبیہ : ان بلاد میں اذانِ مغرب و عشاء کا فاصلہ کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ
ہے۔ بعض جلد باز تو اذان گھنٹے بلکہ بعض اوقات خصوصاً ماہِ مبارک رمضان المبارک میں
یوں گھنٹے اذانِ مغرب کے بعد عشاء کی اذان کہہ دیتے ہیں، انہیں یہ مسئلہ خوب ذہن نشین
کر لینا چاہیے۔ اذان، دخولِ وقتِ نماز کا اعلان ہے اور دخولِ وقت سے پہلے اذان دی
گئی، تو وہ اذان کہاں ہوتی؟ بلکہ لوگوں کو مغالطہ ڈال کر ان کی نمازوں کی بربادی کا گناہ نقد
وقت رہا۔ اللہ تعالیٰ جہل خصوصاً جہلِ مرتب سے بچائے کہ یہ بد بلا ہے۔

مسائل متفرقہ

۱۔ عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز غس یعنی اول وقت میں مستحب ہے اور باقی
نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ جب جماعت ہو چکے تو
پڑھیں۔ (درمختار)

۲۔ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقتِ مستحب کے دو حصے کیے جائیں اور پچھلے حصے میں
نماز ادا کریں۔ (بجرا لائق)

۳۔ عصر کی نماز وقتِ مستحب میں شروع کی تھی، مگر اتنا طول دیا کہ وقتِ مکروہ آگیا تو
اس میں کراہت نہیں۔ (درمختار۔ عالمگیری)

۴۔ جمعہ کا وقتِ مستحب وہی ہے جو ظہر کے لیے ہے۔ (بجرا لائق)

۵۔ ابر کے دن عصر و عشاء میں تعجیلِ مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر (عاکتب)

۶۔ نمازوں کے لیے اگر گھنٹہ وغیرہ گھڑی کے حساب سے کوئی وقت مقرر کر لیا جائے

جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقتِ معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا کہ اب عموماً

معمول ہے۔ اس میں حرج نہیں، جبکہ ضعیفوں اور کمزوروں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، مگر وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے۔ پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں، تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو، ہاں کسی خاص شخص کے انتظار کے لیے تاخیر نہ کرنا چاہیے، مگر چند صورتوں میں:

اول: وہ کہ امام معین ہو، دوم: عالم دین ہو۔ سوم: حاکم اسلام۔ چہارم: پابند جماعت ہو کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر کی وجہ سے اُسے دیر ہو جائے۔ پنجم: سر پر آوردہ شریعہ جس کے انتظار نہ کرنے سے ایذا کا اندیشہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ)

اوقات مکروہہ

تین وقت وہ ہیں جن میں کوئی بھی نماز جائز نہیں، نہ فرض، نہ نفل، نہ واجب نہ ادا، نہ قضا۔ یونہی سجدہ سہو و سجدہ تلاوت ان اوقات میں جائز نہیں۔

۱۔ طلوع آفتاب یعنی آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک کہ اُس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے اور اس کی مقدار کنارہ چمکنے سے بیس منٹ تک ہے۔

۲۔ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلنے تک جس کو ضحوة کبریٰ کہتے ہیں۔

فائدہ: نہار یعنی دن دو ہیں =

ایک نہار عرفی یعنی جسے عرفاً عوام و خواص میں دن کہا جاتا ہے۔ یہ آفتاب کی پہلی کرن چمکنے سے شروع ہو کر اس وقت ختم ہوتا ہے کہ آفتاب کی پھلی کرن نظر سے غائب ہو جائے، تو نہار عرفی طلوع کنارہ شمس سے قرص آفتاب کے ڈوبنے تک ہے۔ دوسرا نہار شرعی ہے جسے شریعت مطہرہ نے دن کا حکم دیا۔ یہ نہار شرعی صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی شروع ہوتا اور غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

تو نہارِ عرفی سے نہارِ شرعی بمقدارِ مدتِ فجر زیادہ ہوتا ہے، یعنی جس جگہ جس فصل جس مہینے، بلکہ جس دن میں طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک جتنی مدت ہوگی، اس دن کا نہارِ شرعی اس کے نہارِ عرفی سے اسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو بڑی چیز کا نصف، چھوٹی کے نصف سے بقدر نصف زیادتی کے پہلے ہوگا، لہذا ہمیشہ نہارِ شرعی کا نصف، نہارِ عرفی کے نصف سے بقدر نصف مقدارِ فجر کے پیشتر ہوتا ہے۔

پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے، آج کی فجر دریافت کر لی کہ کس مقدار کی ہوئی، اس کے دو برابر برابر حصے کر دیے اس میں جتنے منٹ، سیکنڈ آئے، ٹھیک دو پہر یعنی کیلی کا سایہ گھڑی میں خطِ نصفِ النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اتنے منٹ، سیکنڈ لے لیے، وہی وقت حقیقی نصفِ النہارِ شرعی کا ہوا، اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک ہر نماز کی مکانت کا وقت ہے، اسی کو وقتِ استواء کہا جاتا ہے۔

فرض کیجئے آج آفتاب جب گھڑی سے ۶ بج پر، منٹ پر چمکا اور ۶ بج کر ۱۴ منٹ پر ڈوبا اور ۴ بج کر ۴۸ منٹ پر صبح ہوئی، تو اس دن نہارِ شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۳۳ منٹ ہوا، اسے ۴ گھنٹے ۴۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۳۱ منٹ کا وقت آیا اور نصفِ النہارِ شرعی وقتِ استوائی حقیقی سے کہ آج ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہے، ۴ منٹ پیشتر ہوا۔ اسی کو ضخوۃ کبریٰ کہتے ہیں۔ یہ سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز اور ممنوع ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقدار اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی۔ ہاں ہمارے شہروں میں یہ وقت انتہا درجے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے۔ یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دو پہر سے اتنے منٹ پیشتر نصفِ النہارِ شرعی ہو جاتا ہے اور کم از کم یہ وقت ۳۹ منٹ ہے یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو اتنے منٹ پہلے نصفِ النہارِ شرعی ہو جاتا ہے، نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑھے۔ باقی ایام میں انہیں کے بیچ میں دورہ کرتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۳۔ غروبِ آفتاب، یعنی اس وقت سے کہ آفتاب پرنگاہ ٹھہرنے لگے قرصِ آفتاب
ڈوب جانے تک، یہ وقت بھی بیس منٹ ہے۔

مسائل متعلقہ

- ۱۔ عوام اگر صبح کی نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں، تو منع نہ کیا جائے۔ (درمختار)
اور حکمت اس میں یہ ہے کہ وہ کہیں بالکل ہی نہ ترک کر دیں، اسی لیے حکم ہے کہ بعد نماز کہہ
دیا جائے کہ نماز نہ ہوتی، آفتاب ہونے کے بعد پھر پڑھیں۔
- ۲۔ جنازہ اگر اوقاتِ ممنوعہ میں لایا گیا، تو اسی وقت پڑھیں، کوئی کراہت نہیں۔
کراہت اس صورت میں ہے کہ پہلے سے تیار موجود ہے اور تاخیر کی، یہاں تک کہ وقت
کراہت آگیا۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار)
- ۳۔ ان اوقات میں قضا نماز ناجائز ہے اور اگر قضا شروع کر لی تو واجب ہے کہ
توڑ دے اور وقتِ غیر مکروہ میں پڑھے۔
- ۴۔ ان وقتوں میں نفل نماز شروع کی تو وہ نماز واجب ہو گئی، مگر اس وقت پڑھنا
جائز نہیں، لہذا واجب ہے کہ توڑ دے اور وقتِ کامل میں قضا کرے اور اگر پوری کر لی
تو گناہ گار ہوا اور اب قضا واجب نہیں۔ (درمختار)
- ۵۔ ان اوقات میں تلاوتِ قرآن مجید بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف
میں مشغول رہے۔ (درمختار)
- ۶۔ ان اوقات میں آیتِ سجدہ پڑھی جائے تو بہتر یہ ہے کہ سجدے میں تاخیر کرے
یہاں تک وقت کراہت جاتا رہے اور اگر وقت مکروہ ہی میں کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر
وقت غیر مکروہ میں آیتِ سجدہ پڑھی تھی، تو وقتِ مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
(عالمگیری)

۷۔ اس روز کی عصر کی نماز نہیں پڑھی، تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو، پڑھ لے، مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا، تو اگر گزرے ہوئے وقت کی نماز عصر اس وقت قضا کرے گا، صحیح نہ ہوگی۔

اوقات ممنوعہ نفل

یعنی وہ اوقات جن میں نوافل پڑھنا منع ہے، بارہ ہیں، بلکہ ان کے چھ اور بارہیں فرائض و واجبات و نماز جنازہ و سجدہ تلاوت کی بھی اجازت نہیں ہے۔

۱۔ اپنے مذہب کی جماعت کے لیے اقامت ہوئی، تو اقامت سے ختم جماعت تک نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز فجر نہیں اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا، جب بھی جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ میں شرکت ہوگی، تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ سنت فجر پڑھ کر شریک ہو اور سنت کے خیال سے اگر جماعت ترک کر دی، تو یہ ناجائز و گناہ ہے اور باقی نمازوں میں اتنی بھی اجازت نہیں۔

۲۔ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل جائز نہیں، یونہی نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وقت وسیع باقی ہو۔ اگرچہ سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہو تو جائز نہیں۔

۳۔ عصر کی نماز کے بعد۔

۴۔ غروب آفتاب سے فرض مغرب تک۔

۵۔ جس وقت امام اپنی جگہ سے خطبہ جمعہ کے لیے کھڑا ہو اس وقت سے فرض جمعہ ختم ہونے تک۔ یہاں تک کہ جمعہ کی سنتیں بھی نہیں پڑھ سکتا۔

۶۔ عین خطبہ کے وقت اگرچہ وہ عیدین بلکہ استسقا۔ بلکہ نکاح کا ہو، بلکہ اس وقت قضا بھی ناجائز ہے، مگر صاحب ترتیب کے لیے خطبہ جمعہ کے وقت قضا کی

اجازت ہے۔ (در مختار) ہاں جمعہ کی سنتیں شروع کی تھیں کہ امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا، تو چاروں رکعتیں پوری کر لے۔ (عالمگیری)

۷۔ نماز عیدین سے پیشتر خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ و مسجد میں۔

۸۔ نماز عیدین کے بعد عید گاہ یا مسجد میں، البتہ گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔

۹۔ عرفات میں جو ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں، اُن کے درمیان میں اور بعد میں۔

۱۰۔ مزدلفہ میں جو مغرب اور عشاء جمع کیے جاتے ہیں، فقط ان کے درمیان میں ہاں

بعد میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ نہیں۔

۱۱۔ فرض کا وقت تنگ ہو، تو ہر نماز یہاں تک کہ سنت فجر و ظہر مکروہ ہے۔

۱۲۔ جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو، اُسے بے دفع کیے۔ ہر نماز مکروہ ہے

مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریح کے غلبہ کے وقت۔ ہاں اگر وقت جاتا دیکھے، تو پڑھ لے

مگر پھر پھیرے (عالمگیری)

یونہی کھانا سامنے آگیا اور اس کی خواہش ہو۔ غرض کوئی ایسا امر درپیش ہو جس

سے دل بٹے، تو بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (نور الایضاح - در مختار - عالمگیری)

جمع بین الصلوٰتین

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے ہر نماز فرض

کا ایک خاص وقت جدا گانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے

تاخیر کی اجازت۔ ظہرین عرفہ اور عشاءتین مزدلفہ (یعنی عرفہ کی ظہر و عصر اور مزدلفہ کی مغرب

و عشاء) کے سوا دو نمازوں کا قصد ایک وقت میں جمع کرنا سفر و حضر میں ہرگز کسی طرح

جائز نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث صحاح سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ممانعت

پر شاہد عدل ہیں اور یہی مذہب ہے۔ اعظم صحابہ کرام و اجداد ائمہ تابعین و اکابر تبع تابعین

وغیر ہم ائمہ دین کا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلوٰتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے؛ جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع، مگر ادا میں مل جائیں، جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت عصر آگیا۔ اب فوراً عصر اول وقت میں پڑھ لی، تو ہوتیں، تو دونوں اپنے اپنے وقت میں مگر فعلاً و صورتاً مل گئیں، اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی۔ اس وقت پڑھی اور فارغ ہوتے کہ شفق ڈوب گئی، عشا کا وقت ہو گیا، وہ پڑھ لی۔ ایسا ملا با بعد مرض و ضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے۔ ہمارے علماء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں، بلکہ جمع صوری کا جواز صرف مرض و سفر پر مقصور نہیں، بلکہ بعض ضرورت شدت بارش میں بھی اجازت ہے۔ مثلاً ظہر کے وقت بارش ہو رہی ہو تو انتظار کر کے آخر وقت میں حاضر مسجد ہوں۔ جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پڑھتے ہی جماعت عصر کر لیں کہ شاید بارش کی شدت اور بڑھ جائے اور مسجد میں حاضری سے مانع آئے، تو اس صورت میں جماعت و مسجد دونوں کی محافظت ہے۔ واللہ اعلم!

۲۔ دوسری قسم جمع وقتی جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔

اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے، اس کی

دو صورتیں ہیں؛

جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اس کے ساتھ ہی متصلاً

بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشا پیشگی پڑھ لی۔

اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو یا وصف قدرت و اختیار اٹھا رکھیں

کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا۔ پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشا کے وقت میں پڑھ کر اس

وقت کی ادا کریں گے۔ یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حاجیوں کو صرف عصر و

مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں۔ اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر یا ظہر عصر وغیرہ کسی شے کی تخصیص نہیں، جتنی نمازوں تک جہاد میں مشغولی یا مرض کی شدت یا غشی وغیرہ کے سبب قدرت نہ ملے، ناچار سب موخر رہیں گی اور وقت قدرت جبکہ ساقط نہ ہوتی ہوں، ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوة خندق میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء کے وقت پڑھیں۔ ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں۔ اگر جمع تقدیم کرے گا، نماز اخیر محض باطل و ضائع و ناکارہ رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا، تو گناہ گار ہو گیا۔ عمدًا نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا، اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اتر جائے گا۔ احادیث اس باب میں مذکور ہیں، وہ جمع صوری پر محمول ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ) مسئلہ کی تفصیل کے لیے فتاویٰ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں۔

اذان و اقامت

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جب یہ معلوم ہوا کہ جماعت پنجگانہ شرعاً مطلوب و مقصود ہے اور شریعت اسلامیہ اہل اسلام کا کم از کم پنجوقتہ اجتماع چاہتی ہے اور ایک وقت اور ایک جگہ میں بغیر اعلام و اطلاع تام یہ اجتماع دشوار اور باعث حرج موجب انتشار ہے تو باہم اس امر میں گفتگو میں ہوئیں کہ اعلام و اعلان جماعت کے لیے کونسا طریقہ بروئے کار لایا جائے۔ بعض نے آگ جلانے کا مشورہ دیا، جو اس لیے د کر دیا گیا کہ اس میں مشابہت مجوس پائی جاتی ہے۔ بعض نے ترسنگھا اور ناقوس بجانے کے لیے کہا، یہ بھی یہود و نصاریٰ سے مشابہت کے باعث بارگاہ نبوی میں قبول نہ ہوا۔ اسی اثنار میں حضرت عمر فاروق اعظم اور عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو

خواب میں اذانِ تعلیم ہوتی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب حق ہے اور
عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ بلال کو تلقین کرو، وہ اذان کہیں کہ وہ تم
سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ (ابوداؤد و ترمذی وغیرہما)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اذان
کے وقت کانوں میں انگلیاں کر لو کہ اس کے سبب آواز زیادہ بلند ہوگی۔ (ابن ماجہ)
پھر حکمتِ الہی کا اقتضایہ ہوا کہ اذان میں صرف اعلام و تنبیہ ہی نہ ہو، بلکہ اس کا
شعائرِ دین میں بھی شمار ہو اور وہ یوں کہ بے خبر لوگوں کے کانوں تک اس آواز و اعلان کا
پہنچنا، نماز و جماعت کا اعلام ہو جائے اور لوگوں کا اس کو قبول کر لینا ان کے دین الہی
کے تابع ہونے کی دلیل ہو، اس لیے اذان میں اقرار توحید و رسالت و ادائے شہادتین کو
شامل کر دیا گیا تاکہ اذان ذکرِ الہی میں بھی شمار ہو اور مقصود بھی ہاتھ سے نہ جاتے۔

بعض احادیثِ کریمہ

۱۔ جب اذان کہی جاتی ہے، شیطان گوزارتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان کی
آواز اُسے نہ پہنچے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے، آجاتا ہے اور خطرہ ڈالتا ہے کہتا ہے فلاں
بات یاد کرو وہ جو پہلے یاد نہ تھی، یہاں تک کہ آدمی کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کتنی پڑھی (بخاری و مسلم)،
۲۔ جس بستی میں اذان کہی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے اس دن اُسے
امن دیتا ہے۔ (طبرانی)

۳۔ جس قوم میں صبح کو اذان ہوتی، ان کے لیے اللہ کے عذاب سے شام تک
امان ہے اور جن میں شام کو اذان ہوتی، ان کے لیے صبح تک امان ہے۔ (طبرانی)
۴۔ جب اذان کہی جاتی ہے، آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور
دُعا قبول ہوتی ہے۔ (ابوالشیخ) اور ابوداؤد و ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اذان و اقامت کے درمیان دُعا رد نہیں کی جاتی۔

۵۔ میں جنت میں گیا اس میں موتی کے گنبد دیکھے، اس کی خاک مشک کی ہے۔ فرمایا اسے جبریل یہ کس کے لیے ہے۔ عرض کی حضور کی امت کے مؤذنون اور اماموں کے لیے۔
(ابو یعلیٰ)

۶۔ جو سال بھر اذان کہے اور اس پر اُجرت طلب نہ کرے۔ قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازہ پر کھڑا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جس کے لیے تو چاہے، شفاعت کر۔ (ابن عساکر)

۷۔ مؤذنون کا حشر یوں ہوگا کہ جنت کی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے۔ ان کے آگے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ سب کے سب بلند آواز سے اذان کہتے ہوئے آئیں گے، لوگ ان کی طرف نظر کریں گے۔ پوچھیں گے، یہ کون لوگ ہیں؟ کہا جائے گا یہ امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں۔ لوگ خوف میں ہیں اور ان کو خوف نہیں۔ لوگ غم میں ہیں اور انہیں غم نہیں۔ (خطیب و ابن عساکر)

۸۔ جس نے سات برس ثواب کے لیے اذان کہی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے برأت (آزادی) لکھ دے گا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۹۔ مؤذنون کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی (مسلم)

لہ اذان دینے والے چونکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا بول بالا کرنے اور اس عظمت والے پروردگار کا نام بلند کرنے کے لیے پانچ وقت اونچے مقام پر کھڑا ہو کر اذان کہتا ہے، اس لیے رب کریم اور اس کے رسول کریم رؤف و رحیم کی جانب سے قیامت کے روز جبکہ ہفت اقلیم کے جبار و صاحب اقتدار بادشاہ بھی سرنگوں کھڑے ہوں گے۔ مؤذن کی عزت و وقار کا اظہار کرنے کے لیے خدائی انتظام یہ ہوگا کہ ان کی گردن اس روز بھی اور لوگوں سے بلند رہے گی۔ باعزت و ممتاز افراد میں ان کا شمار ہوگا، اور دنیا دیکھے گی کہ سر بلندی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو احکام خداوندی کے حضور سز بسجود رہتے ہیں۔

علماء اس حدیث کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ مؤذن رحمت الہی کے بہت سے امیدوار ہوں گے کہ جس چیز کی امید ہوتی ہے، اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ کنا یہ ہے، اس سے کہ وہ شرمندہ نہ ہوں گے۔ اس لیے کہ جو شرمندہ ہوتا ہے، اس کی گردن جھک جاتی ہے۔

۱۰۔ مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے، اس کے لیے مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر خشک وتر جس نے اس کی آواز سنی، اس کی تصدیق کرتا ہے۔ (احمد)
پھر اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دُعا کرنے کا حکم دیا تاکہ بندہ مزید رحمت الہی کا مستحق ہو جائے۔

احادیثِ کریمہ

۱۔ جب مؤذن کو اذان کہتے سناؤ، تو جو وہ کہتا ہے، تم بھی کہو۔ (ابن ماجہ)
۲۔ اے گروہِ زماں جب تم بلال کی اذان اقامت سناؤ، تو جس طرح وہ کہتا ہے، تم بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ہر کلمہ کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا اور ہزار درجے بلند کرے گا اور ہزار گناہ محو فرمائے گا۔ عورتوں نے عرض کیا: یہ عورتوں کے لیے ہے، مردوں کے لیے کیا ہے؟ فرمایا: مردوں کے لیے دو گنا۔ (ابن عساکر)
۳۔ جب مؤذن اذان دے تو جو شخص اس کی مثل کہے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہے تو یہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے، تو جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم شریف)

۴۔ مومن کو بدبختی و نامرادی کے لیے کافی ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور اجابت نہ کرے۔ (طبرانی)

۵۔ جو اذان سن کر یہ دُعا پڑھے:

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اتِّ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدًا إِنَّ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَالذَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ وَالْبَعَثَةَ
مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ وَاجْعَلْنَا فِي شَفَاعَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ ط

(اے اللہ! اس دُعا کے نام کے مالک اور برپا ہونے والی نماز کے، تو عطا کر،
ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجہ اور ان کو مقام محمود
میں کھڑا کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر روز قیامت
بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔)

اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (بخاری شریف)

لے صحیح بخاری و جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت
سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا، مقام محمود کیا ہے۔ ارشاد فرمایا، شفاعت اور
شفاعت کی حدیثیں، خود متواتر و مشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی و مسطور، اس دن آدم صغی اللہ سے عیسیٰ
کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
انا لہا انا لہا (میں ہوں شفاعت کے لیے میں ہوں، شفاعت کے لیے) انبیاء و مرسلین و
ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ مشکلم سب سر بگریباں اور وہ ساجد و قائم سب محل خوف میں امن و ناعم
سب اپنی اپنی فکر میں انہیں فکر عوالم، سب زیر حکومت وہ مالک و حاکم، بارگاہ الہی میں سجدہ کریں گے، اُن کا
رب انہیں فرمائے گا، اے محمد! اپنا سراٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرضی سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا
ہوگا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اُس وقت اولین و آخرین میں حضور کی حمد و ثناء
کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست دشمن موافق مخالف ہر شخص حضور کی افضلیت کبریٰ و سیادت عظمیٰ پر
ایمان لائے گا۔

مقام محمود و نامت محمد بدنیساں مقامے و نامے کہ دارد

کلمات اذان پر ایک نظر

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ۝ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ۝ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۝ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ۝ أَشْهَدُ أَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ۝ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ ۝ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ ۝ حَتَّى عَلَى
 الْفَلَاحِ ۝ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ ۝ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۝
 مؤذن چار مرتبہ خدائے تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعلان کرتا اور لوگوں کو بتاتا
 ہے کہ اے لوگو! یہ تمہاری دنیاوی یا اخروی، حسی یا معنوی مرغوبات جن میں تم منہمک ہو
 کہیں تمہیں یادِ الہی سے محروم و غافل نہ کر دیں۔ ان نعمتوں کی عظمت اور تمہاری نظروں
 میں ان کی جو قدر و منزلت ہے، وہ کہیں مہجوری کا باعث نہ ہو جائے۔ دیکھو میں تمہیں
 جس ذاتِ کریم کی جانب بلارہا ہوں، وہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس کے لیے تمام
 مرغوبات کو چھوڑ دو اور اس کی جانب قدم بہت بڑھاؤ اور اسی کی طرف راغب ہو جاؤ۔
 اس کے بعد دوسرے مرتبہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی کی گواہی دیتا اور لوگوں کو بتاتا ہے کہ دنیا
 کی وہ عظیم شخصیتیں جن کے روبرو تم دست بستہ کھڑے ہوتے اور جن کی خدمت کرنا تم اپنی
 سعادت کی موجب سمجھتے ہو، ان میں کوئی اس قابل نہیں کہ تمہاری ساری حاجتیں پوری
 کر سکیں اور تم جب ان کے روبرو سرنگوں ہو تو وہ تمہیں حسب منشاء تمہاری مرادوں کے
 عروج تک پہنچا سکیں۔ ہاں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے کہ تم اس کے حضور اپنے
 سر جھکاؤ، تو وہ تمہیں رفعت و بلندی عطا فرمائے۔ وہی ذات عبادت کے قابل ہے،
 وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لیکن عبادتِ خداوندی کی سعادت
 حاصل کرنا، وہ تمہاری رائے پر موقوف نہیں۔ تمہاری دنیاوی و اخروی حاجتیں
 اسی وقت پوری ہو سکتی ہیں، جب تم اس کی بارگاہ میں اس کے سچے اور برگزیدہ رسول

کے فرمان کے مطابق سرعبودیت جھکاؤ، اسی لیے وہ دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کرتا اور لوگوں کو سناتا ہے کہ یہی وہ ہیں جو تمہارے اور تمہارے پڑوسار کے درمیان واسطہ ہیں، انہیں کی بدولت تمہیں دینی اور دنیاوی مصلحتوں کی اطلاع ملتی ہے، یہی صراطِ مستقیم پر ہیں، یہی صراطِ مستقیم کی طرف تمہیں دعوت دیتے ہیں، یہی راہِ ہدایت کی طرف تمہیں بلاتے ہیں، لہذا خدا کی عبادت کے جو طریقے رائج اور حدودیہ تعلیم فرمائیں، اسی کی تعمیل میں منہمک رہو۔

اس کے بعد وہ لوگوں کو نماز کی طرف دعوت دیتا اور اعلان کرتا ہے کہ وہ تمام عبادتیں جو رسول کے واسطے سے تم پر فرض کی گئی ہیں، ان میں اہم تر نماز ہے، لہذا اس کی طرف سے غافل نہ رہو، آؤ اور ذکرِ الہی کی طرف دوڑو، پھر نماز کے فوائد و ثمرات کیا ہیں۔ مؤذن اجمالی طور پر لوگوں کو بتاتا ہے کہ حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ یعنی کامیابی و رستگاری کی طرف دوڑو، نماز ہی ہر قسم کی فلاح کا ذمہ لیتی ہے، تمہارے اخلاق تمہارے اعمال تمہاری سیرتیں تمہارے کاروبار تمہارے معاملات سب سدھ جائیں گے، اگر تم نے نماز کو اپنا لیا۔

اور آخر کار وہ تمام لوگوں کو پھر ایک بار اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی جانب متوجہ کرتا اور انہیں یاد دلاتا ہے کہ تمہاری منزل مقصود اسی کی بارگاہ میں تقرب و رسائی ہے، لہذا ہر کام میں اسی کا تقرب مد نظر رکھو، تمہاری مشتاق نگاہوں میں صرف اسی کے جلوے ہوں۔ تمہارا سر صرف اسی کی بارگاہ میں جھکے، اس لیے کہ وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں۔

مسائل متعلقہ

۱۔ قرآن پڑھنا کہ انہی میں جمعہ بھی ہے جب جماعتِ مستحبہ کے ساتھ مسجد

میں وقت پر ادا کیے جائیں، تو ان کے لیے اذان سنتِ موکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذان نہ کہی، تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔ یہاں تک کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر کسی شہر کے سب لوگ اذان ترک کر دیں تو میں ان سے قتال کروں گا اور اگر ایک شخص چھوڑ دے، تو اسے ماروں گا اور قید کروں گا۔ (در مختار - رد المحتار)

۲۔ مسجد میں بلا اذان و اقامت جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

۳۔ وقت ہو جانے کے بعد اذان کہی جائے، قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے

پہلے شروع ہوئی اور اثنائے اذان میں وقت آگیا، تو اعادہ کی جائے۔ (در مختار)

۴۔ خنثے و فاسق اگرچہ عالم ہو اور نشہ والے اور پاگل اور نا سمجھ بچے اور جنب کی

اذان مکروہ ہے، ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ (در مختار)

۵۔ بے وضو کی اذان صحیح ہے۔ (در مختار) مگر بے وضو اذان کہنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح)

۶۔ اذان کہنے کا اہل وہ ہے جو اوقات نماز پہنچتا ہو اور وقت نہ پہنچتا ہو تو اس

ثواب کا مستحق نہیں جو مؤذن کے لیے ہے۔ (عالمگیری)

۷۔ کلمات اذان میں لحن حرام ہے، مثلاً اللہ یا اکبر کے ہمزہ کو مد کے ساتھ اللہ یا

اکبر پڑھنا یونہی اکبر میں ب کے بعد الف پڑھنا حرام ہے۔ (در مختار) یونہی کلمات

اذان کو قواعدِ موسیقی پر گانا بھی لحن ناجائز ہے۔ (رد المحتار)

۸۔ جس مسجد میں منارہ بنا ہو تو اذان منارہ پر دینا چاہیے خواہ وہ کسی جانب ہو اور

جہاں نہ ہو تو بیرون مسجد اور نظر فقہی میں النسب یہ کہ جس طرف حاجت زیادہ ہو، اسی جانب

کو اختیار کرے، مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اس طرف مسلمانوں کی آبادی

دور تک ہے، تو وہی جانب اذان کے لیے النسب ہے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام

لہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مَوْثِقٌ** (امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امین)

(البوداؤد - ترمذی) ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا، لہذا مقصود اذان کہ اعلام باوقات نماز و سحری و افطار کے

فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جائے، وہی افضل ہے، باقی واسطے باتیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

۹۔ جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے، یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے، یونہی اقامت میں (در مختار۔ عالمگیری)

۱۰۔ جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۱۔ صبح کی اذان میں فلاح کے بعد الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ (نماز سونے سے بہتر ہے) کہنا مستحب ہے اور اس کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَوَدْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ (تو سچا اور نیکو کار ہے اور تو نے حق کہا) کہنا۔ (در مختار)

۱۲۔ افضل یہی ہے کہ حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ کے جواب میں کہے حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ لَأَحْوَلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اور حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں کہے حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ لَأَحْوَلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ (جو اللہ نے چاہا ہوا اور چاہنا نہ ہوا) (فتاویٰ رضویہ)

۱۳۔ اقامت کا جواب مستحب ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح ہے جیسے اذان کا، البتہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ (کہ یہ کلمہ اقامت میں فلاح کے دوبارہ بڑھایا جاتا ہے) کے جواب میں اَقَامَهَا اللَّهُ تَعَالَىٰ وَادَامَهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ (اللہ تعالیٰ اسے قائم و ہمیشہ رکھے، جب تک آسمان و زمین ہیں) کہے۔ (عالمگیری) یا یہ کہے: اَقَامَهَا اللَّهُ تَعَالَىٰ وَادَامَهَا وَجَعَلْنَا مِنْ صَالِحِي أَهْلِهَا أَحْيَاءَ وَأَمَاتَنَا اللَّهُ تَعَالَىٰ اسے قائم و دائم رکھے اور ہم کو زندگی میں مرنے کے بعد اس کے نیک اہل سے بنائے،

۱۴۔ درود شریف قبل از اقامت پڑھنے میں حرج نہیں، مگر اقامت سے فصل (فاسل) چاہیے یا درود شریف کی آواز، آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزیر اقامت نہ معلوم ہو۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۵۔ اقامتِ امام کی محاذات میں کہی جاتے، یہی سنت ہے۔ وہاں جگہ نہ ملے، تو دائیں طرف لفضل الیمین علی الشمال ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود (فتاویٰ رضویہ)

۱۶۔ شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دوکان یا میدان میں نماز پڑھیں اور اذان نہ کہیں، تو حرج نہیں کہ وہاں کی مسجد کی اذان اس کے لیے کافی ہے اور کہہ لینا مستحب ہے (ردالمحتار) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اَذَانُ الْحَيِّ يَكْفِيْنَا مَحَلَّةَ كِي اذان ہمیں کفایت کرتی ہے، یونہی مسافر کو ترکِ اذان کی اجازت ہے، لیکن اگر اقامت بھی ترک کرے گا، تو مکروہ ہو گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۷۔ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔ (فتح القدیر غایۃ البیان)

مسجد میں اذان دینا مسجد و دربارِ الہی کی گستاخی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۸۔ اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کرنا سنت ہے۔ اذان کہتے ہی اقامت کہہ دینا

مکروہ ہے، مگر مغرب میں وقفہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی کے برابر ہو (جیسا کہ عموماً معمول ہے)

باقی نمازوں میں اذان و اقامت کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے کہ جو لوگ پابندِ جماعت

ہیں، آجائیں، مگر اتنا انتظار نہ کیا جائے کہ وقت کراہت آجائے۔ (درمختار)

۱۹۔ رئیس محلہ کا اس کی ریاست کے سبب انتظار مکروہ ہے۔ ہاں! اگر وہ شریعہ

اور وقت میں کچھ گنجائش ہے، تو انتظار کر سکتا ہے۔ (درمختار)

۲۰۔ جس نے اذان کہی۔ اگر موجود نہیں، تو جو چاہے، اقامت کہہ لے اور بہتر امام ہے۔

اگر مؤذن موجود ہو تو اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اگر بے اجازت

کہی اور مؤذن کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ تقبیل امہایین

جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ پہلی بار کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے تو یہ کہے: قُوَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور ہر بار آنکھوں سے انگوٹھوں کے ناخن لگاتے اور کہے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَابْصِرِ رَاۤءِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی شِنُوَانِيْ اور بینائی سے مجھے متمتع فرما (ردالمحتار)

علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الجبیب الکریم وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں نقل فرمائیں اور جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و ردالمحتار وغیرہما کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب و استحسان پر صاف تصریح آئی اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں روشنائی چشم کے لیے مجرب و معمول ہے۔ ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی، بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ دانی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثانیہ کا خلاف اور نفع حاصل تو منع باطل۔

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں فرمایا:

واذ ثبت رفعه الى الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیکفی للعامل

لہ مقاصد حسنة۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح۔

به لقوله عليه الصلوة والسلام عليكم بسنتي وسنتا الخلفاء الراشدين۔
یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں تم پر لازم کرتا ہوں، اپنی سنت اور اپنے
خلفاء راشدین کی سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثبوت ہے اور وہابی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ جب اس جناب نے توذن کو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔
کہتے سنا، یہ دعا پڑھی: رضیت باللہ دبا و بالاسلام دنیا و بحمد صلی اللہ
علیہ وسلم نبیاً، اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زبیریں سے چوم کر
آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایسا کرے جیسا
میرے پیارے نے کیا، اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے۔

اور حضرت ابوالعباس احمد بن ابی بکر نے اپنی کتاب موجبات الرحمة میں حضرت سیدنا
حضرت علیہ السلام سے روایت کی کہ جو شخص توذن سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ،
سن کر مر جا بچھڑی و قَرَّةٌ عَيْنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہے۔ پھر دونوں انگوٹھے
چوم کر آنکھوں پر رکھے، اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

شرع نقایہ میں ہے: خبر دار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ سَلَّمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ط اور دوسری بار
قَرَّةٌ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے: اللّٰهُمَّ
مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصْرِ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی
کنز العباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاویٰ
الصوفیۃ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سمرقندی
تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المصنعات شرح قدوری قدس سرہما نے
فتاویٰ صوفیہ میں نقل فرمایا۔ بہر حال ان مباحث جلیلہ سے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی
قدس سرہ العزیز نے اپنے فتاویٰ میں افادہ فرمائے۔ اذان کے وقت نام پاک سن کر انگوٹھے
چومنے سے حسب ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ودیگر اکابر دین و سلف صالحین کا اتباع کہ
بجائے خود سعادتِ عظمیٰ ہے۔

۲۔ اس کا فاعل شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

۳۔ اس پر عامل آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنت میں جاتے گا۔

فرض کیجیے وہ شخص جس کے دھرم میں اس موقع پر انگوٹھوں کو بوسہ دینا ناجائز و
بدعت ہے، وہ اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کاشیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے
اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ و آیت الکرسی و اسم الہی نوذ و صلوة نوذ سے علاج کرتا ہے
تو اس کے ناپاک دھرم میں دونوں برابر ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں۔ طاعت
نہ نہ وہ۔ مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس اور ابن سینا پر بھروسہ اور کہاں
کلام اللہ نور و ہدیٰ و شفا و اسمائے الہیہ سے توسل و التجا۔ یہ صرف طاعت ہے اور
مسلمان کے حسن ایمان کی علامت۔

انگوٹھے چومنا اگرچہ جائز بلکہ مستحب ہے، لیکن اس وقت جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو،
مثلاً حالتِ خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے، ایسی حالتوں میں اجازت
نہیں۔ باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ بہ نیتِ محبت و تعظیم ہو۔ (افاداتِ ضویہ)

قبر پر اذان کی بحث

اس مسئلہ پر ہم فتاویٰ رضویہ شریف سے ایک فتویٰ کا خلاصہ نقل کرتے ہیں :
سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا و توجروا۔

جواب : حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السؤال کا جواز یقینی ہے۔ بہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے، اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا۔ قائلان جو ان کے لیے اسی قدر کافی، جو مدعی ممانعت ہو، دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ پھر بھی فقیر عنقریب اللہ تعالیٰ لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے۔ فاقول :

دلیل اول : نوادر الاصول میں امام اجل حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ "جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف یہ اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لیے حکم آیا کہ میت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔"

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان بیٹھ پھیر کر گوزناں بھاگتا ہے (بخاری و مسلم) اور خود حدیث میں حکم آیا کہ جب شیطان کا کھسکا ہو فوراً اذان دو، وہ دفع ہو جائے گا۔ (طبرانی)

تو یہ اذان ارشاد شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی امداد و اعانت ہوتی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال۔

دلیل دوم : امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہے کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی۔ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر حضور اکرم اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اول تسبیح تک پیر کیوں فرماتے رہے۔ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر قبر تنگ ہو گئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمائی۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے، تو عین سنت ہوا۔

دلیل سوم: حدیث متواتر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔ (مسلم، ترمذی وغیرہما)

اب جو نزع میں ہے، وہ مجازاً مُردہ ہے اور اسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک کلمہ پر ہو اور شیطان رجیم کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقتاً مُردہ ہے اور اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالیٰ جو یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود ہو، بلکہ اس کے تمام کلمات جواب ٹھیکریں بتاتے ہیں۔ سوال تین ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو اس مرد یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کی ابتدا اور آخر میں سوال مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے، کا جواب سکھائیں گے، اُن کے سننے سے یاد آجائے گا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، اور اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ سے سوال مَا كُنْتُ تَقُوْلُ فِيْ هَذَا الرَّجُلِ (تو ان کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا، کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا رسول جانتا تھا اور حَتَّى عَلَي الصَّلٰوۃِ - حَتَّى عَلَي الْفَلَاحِ سے جواب مَا دِيْنُكَ (تیرا دین کیا ہے، کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا

دین وہ تھا جس میں نماز رکن و ستون ہے کہ الصلوٰۃ عماد الدین۔ تو بعد ازاں
اذان دینے میں ارشاد کی تعمیل ہے جو حدیث مذکور میں فرمایا۔

دلیل چہارم : اذان ذکر الہی و ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور خدا اور
جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دافع عذاب و باعث نزول رحمت ہے کہ حضور کا ذکر عین
ذکر خدا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب
خدا سے نجات بخشنے والی نہیں۔"

امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عند ذکر الصالحین تنزل
الرحمة (نیکیوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی نازل ہوتی ہے) ابو جعفر بن حمدان نے
ابو بکر بن بخید سے اسے بیان کر کے فرمایا فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
راس الصالحین۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)
پس بلاشبہ جہاں اذان ہوگی، رحمت الہی اترے گی اور مسلمان بھائی کے لیے
وہ فعل جو باعث نزول رحمت ہو، شرع کو پسند ہے نہ کہ ممنوع۔

دلیل پنجم : خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ مردے کو اس نئے
مکان تنگ و تاریک و سخت و وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے (الَامَادِحِمَ رَبِّي اِنَّ
رَبِّيَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اذان دافع وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکر خدا
ہے اور اللہ عز و جل فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سن لو خدا کے ذکر سے
دل چین پاتے ہیں) ابو نعیم و ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان آئے
انہیں گھبراہٹ ہوئی، تو جبرائیل علیہ السلام نے اتر کر اذان دی۔ پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر
دفع تو وحشت کو اذان دیں، تو کیا بُرا کریں۔ عا شا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بیس کی اعانت حضرت
حق عز و جل کو نہایت پسند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد

میں ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے (مسلم)۔
 اذان ذکر الہی ہے اور ذکر الہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب و مرغوب و مطلوب و مندوب ہے،
 جس سے ہرگز ممانعت نہیں ہو سکتی، جب تک کسی خصوصیت خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آتی
 ہو پھر خدا جانے کہ ذکر خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ و درخت
 کے پاس ذکر الہی کریں۔ قبر مومن کے پتھر کیا اس حکم سے خارج ہیں، یا ان حضرات مانعین
 نے میت و احیاء کو ان فوائد جلیلہ سے محروم رکھنے میں کوئی نفع سمجھا ہے۔ ہمیں تو مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان
 کو کوئی نفع پہنچائے، تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔ (احمد و مسلم)

پھر خدا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہی
 نہ ہو، ممانعت کہاں سے کی جاتی ہے۔ واللہ الموفق۔

تنبیہ: اور جو لوگ یہ شبہ وارد کرتے کہ اذان تو اعلام نماز کے لیے ہے،
 یہاں کونسی نماز ہوگی جس کے لیے یہ اذان کہی جاتی ہے؟

غالباً وہ نہیں جانتے کہ اذان میں اہل اسلام کے احیاء و اموات کے لیے کیا کیا
 اغراض و منافع اور کتنے شرعی مصالح ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں
 اذان مستحب فرماتی ہے۔

مسند الفردوس میں حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم
 سے مروی ہے کہ مجھے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمگین دیکھا اور ارشاد فرمایا:
 اے علی! میں تجھے نمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھروالے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے۔
 اذان غم و پریشانی کو دور کرتی ہے۔ "مولا علی او مولا علی" تک جس قدر اس حدیث کے ادوی
 ہیں، سب نے فرمایا: فخر بئہ فوجدتہ کذالک (ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا)
 کہیے یہاں کونسی نماز کا اعلام مقصود ہے کہ اذان کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔

الغرض شریعتِ مطہرہ نے جن مواضع پر اذان مستحب فرمائی ہے ان میں سے بعض

مواضع یہ ہیں:

بچے اور معموّم کے کان میں اور مرگی والے کے اور غضب ناک اور بد مزاج آدمی یا جانور کے کان میں اور لڑائی کی شدت اور آتش زدگی کے وقت (خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اطفوا الحریق بالتکبیر) آگ کو تکبیر سے بجھاؤ۔ (ابولعیالی) اور جن کی سرکشی کے وقت اور مسافر کے پیچھے اور جنگل میں جب راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے

والا نہ ہو (ردالمحتار)

دفع بلا اور طلب باران کے لیے بھی اذان کہنا جائز و مستحب ہے۔ یہ اذان چونکہ نیت

اعلان و طلب مردمان نہیں، اس لیے اولیٰ تو یہی ہے کہ بیرون مسجد فیصل وغیرہ پر ہو اور اگر مسجد میں کہی جائے تو بھی مضائقہ نہیں کہ یہ نیت ذکر الہی ہے اور ذکر الہی مسجد میں جائز و درست ہے۔ بہر حال دفع و بلا و طلب باران کے لیے اذان کہنے میں اصل کوئی حرج نہیں۔

یونہی یہ طریقہ کہ امام سورۃ یسین پڑھے اور ہر مہین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں از قبیل اعمال ہے جس کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شرع سے اس کی ممانعت نہیں۔ یسین شریف کے لیے حدیث میں آیا یسین لما قرء آله سورۃ یسین اس کام کے لیے ہے جس لیے یہ پڑھی جائے، یعنی جس نیت سے یہ پڑھی جائے، اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ)

تشویب کا بیان

فقہ میں تشویب کے معنی ہیں، مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر

دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو، وہی تشویب ہے، خواہ عام طور پر ہو جیسے صلوٰۃ کہی جاتی ہے (یعنی الصلوٰۃ یوحکم اللہ الصلوٰۃ یا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) یا خاص طریقے پر مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوگئی ہے یا امام صاحب آگئے یا کوئی اور فعل و قول ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا مقصود ہو، وہ سب تشویب ہے اور اس کا اور صلوٰۃ کا ایک حکم ہے، یعنی جائز جس کی اجازت سے عامہ کتب متون مثل تنزیہ البصاٰ وقایہ، کنز و شروح مانند درمختار، ردالمحتار، غنیۃ شرح منیہ، بحر الرائق و قنوی مثل ظہیریہ، خانہ وغنائمگیری وغیرہ بالامال ہیں اور ماہ مبارک رمضان سے اس کی تخصیص نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں، لہذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوتی۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ بعد اذان سلطان اسلام وقاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مؤذبانہ حاضر ہو، یہی سنت ہے۔ باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ یا جماعت تیار ہے یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں، انہیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا۔ اور یہ سب اُس آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ۔ اس سے کسی کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو کسی نیک بات کی طرف بلائے، اُس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں، ان سب کا ثواب ہے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی واقع نہ ہو۔ اور زعم بدعت کا رویہ ہے کہ ہر نوپید بات ناجائز نہیں، ورنہ خود مدرسے بنا کر کتابیں تصنیف کرنا صرف و نحو وغیرہما علوم کہ نہانہ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے، پڑھنا پڑھانا سب حرام ہو جاتے اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا۔ وہ خود اہل بدعت دکہ بات

بات پر مسلمانوں پر بدعت کا فتویٰ جڑتے ہیں، ہزار ہا جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانہ رسالت میں اس بہتیت کذاتی سے موجود نہ تھیں، بعد کو حادث ہوئیں، مگر اپنے لیے جو چاہیں حلال کر لیتے ہیں۔

مسئلہ ضروریہ

نمازیوں کی حالت و مصلحت پر نظر کی جائے۔ اگر وہ لوگ ان سن کر خود جمع ہو جاتے ہیں، تو تثنویب ہرگز نہ کہی جائے کہ ان سے یہ عادت حسنہ چھڑا کر انتظار تثنویب کا خوگر کر دینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اس کی حاجت اور اس کے فعل میں مصلحت ہے، وہاں کہی جائے، پھر یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں مسلمانوں میں نزاع کیا جائے اور فتنہ انگیزی کر کے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے۔ (افادات رضویہ)

شروط، ارکان اور مکملات

نماز اور نماز کے علاوہ دوسری عبادات کی جس حقیقت کا شریعت اسلامیہ نے اعتبار کیا، اُس کے لیے کچھ داخلی و خارجی لوازمات اور اس کی پاکیزگی و نفاست کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ اور امور مقرر فرماتے اور ان کے کچھ جداگانہ نام تجویز کیے تو وہ امور جو شئی کی حقیقت میں داخل ہوتے ہیں اور جن کا وجود شے کا وجود مانا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا فوت ہو جانا اصل حقیقت ہی فوت ہو جانے کے برابر ہے۔ گویا یہ اجزاء ہیں اور ان کا مجموعہ کل اصطلاح شرع میں فرائض کے نام سے موسوم ہیں اور فرائض ہی کا دوسرا نام ارکان ہے۔

کبھی ایک حقیقت کا وجود کسی دوسری حقیقت کے وجود پر موقوف ہوتا ہے کہ جب

تک اس دوسری حقیقت کا خارج وجود نہ ہوگا۔ اس پہلی حقیقت کا وجود عدم برابر ہوگا اور اس موقوف علیہ کے وجود خارجی کے بغیر اس کا نظر شرع میں کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اسی موقوف علیہ کا نام شرط ہے اور اسی کو کبھی فرض خارجی بھی کہا جاتا ہے اور فقہاء کرام رکن اور شرط دونوں پر فرض کا اطلاق جائز مانتے ہیں۔

پھر اسی حقیقت مطلوبہ کی تکمیل اور تحسین کے لیے شریعتِ مطہرہ نے کچھ اور امور تجویز فرمائے کہ ان امور کا اس حقیقت سے اتصال اور اس حقیقت کا ان امور سے موصوف و مزین ہو جانا مزید قربتِ خداوندی کا موجب اور ثوابِ عظیم کا باعث ہے۔ یہ امور مکملات یا متممات کہلاتے ہیں اور یہ تین قسم پر ہیں:

ان میں پہلی قسم وہ ہے کہ بغیر اس کے ادا کیے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے تو جس عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہے عبادت بغیر اس کے ناقص رہے، مگر ادا ہو جائے۔

ان مکملات کو واجبات کہا جاتا ہے، ان مکملات کے فوت ہو جانے سے اصل حقیقت فوت نہ ہوگی۔ ہاں خود ان کے ترک پر بندہ گناہگار و نافرمان قرار دیا جائے گا۔ ان متممات یا مکملات کی دوسری قسم وہ ہے جن کے باعث بارگاہِ مولیٰ میں بلندی درجات اور قرب خاص حاصل ہوتا ہے اور جس عبادت میں یہ درکار ہیں، اس میں ان کی رعایت شریعتِ مطہرہ کو مطلوب ہے بلکہ اس کی تاکید فرمائی گئی ہے، اسی لیے اس کا ترک کر دینا بڑا بلکہ ترک کی عادت پر استحقاقِ عذاب وارد ہے۔ انہیں سنن مؤکدہ اور کبھی سنن ہدیٰ بھی کہتے ہیں۔ ان میں تیسری قسم وہ امور ہیں جنہیں شریعتِ مطہرہ بنظرِ استحسان دیکھتی اور ان کا ترک پسند نہیں فرماتی۔

انہیں سنن غیر مؤکدہ یا سنن زوائر بھی کہا جاتا ہے۔ ہم ترتیب وار ان امور کا بیان کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

نماز کی شرطوں کا بیان

صحتِ نماز کی چھ شرطیں ہیں،
 طہارت، ستر عورت، استقبالِ قبلہ، وقت، نیت، تکبیر تحریمہ

۱۔ طہارت،

یعنی مُصلیٰ کے بدن کا حدثِ اکبر (یعنی موجباتِ غسل) اور حدثِ اصغر (یعنی نواقضِ وضو) اور نجاستِ حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا، نیز اس کے کپڑے اور اس جگہ کا جس پر نماز پڑھے، نجاستِ حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا ہے کہ بغیر پاک کیے نماز ہوگی ہی نہیں، مثلاً نجاستِ غلیظہ درہم سے زائد اور خفیفہ کپڑے یا بدن کے اس حصہ کی چوتھائی سے زیادہ جس میں لگی ہو اسی کا نام قدر مانع ہے۔

حدثِ اکبر حدثِ اصغر اور نجاستِ حقیقیہ سے متعلق احکام ابواب گزشتہ میں بیان کیے جا چکے ہیں، یہاں چند مسائل اور بیان کیے جاتے ہیں:

مسائل متعلقہ

۱۔ کسی شخص نے اپنے آپ کو بے وضو گمان کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، بعد کو ظاہر ہوا کہ بے وضو نہ تھا، نماز نہ ہوئی۔ (در مختار)

۲۔ مُصلیٰ اگر ایسی چیز کو اٹھائے ہو کہ رکوع و سجود و قیام و قعود میں اس کی حرکت سے وہ بھی حرکت کرے، اگر اس میں نجاستِ قدر مانع ہو تو نماز جائز نہیں، ورنہ ہو جائیگی (در مختار عالمگیری)

۳۔ اگر نجاستِ قدر مانع سے کم ہے، جب بھی مکروہ ہے، پھر نجاستِ غلیظہ بقدر

درہم ہے، تو مکڑہ تحریمی اور اس سے کم ہے تو خلاف سنت ہے۔ (درمختار)

۴۔ کپڑا یا بدن اثنائے نماز میں بقدر مانع ناپاک ہو گیا اور تین تسبیح کا وقفہ ہوا، نماز نہ

ہوتی (ردالمحتار)

۵۔ جس جگہ نماز پڑھے اس کے طاہر ہونے سے مراد موضع سجود و موضع قدم کا پاک ہونا ہے، جس چیز پر نماز پڑھتا ہے، اس کے سبب حصہ کا پاک ہونا شرط صحت نماز نہیں۔ (ردالمختار) ۶۔ پیشانی پاک جگہ ہے اور ناک نجس جگہ تو نماز ہو جاتے گی کہ ناک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے اور بلا ضرورت یہ بھی مکروہ اور سجدے میں ہاتھ یا گھٹنا نجس جگہ ہونے سے صحیح مذہب میں نماز نہ ہوگی (ردالمختار)

۷۔ دبیز کپڑے کو نجس جگہ بچھا کر نماز پڑھی اور اس کی رنگت یا بومحسوس نہ ہو تو نماز ہو جاتے گی کہ یہ کپڑا نجاست و مصلیٰ میں فاصل ہو جاتے گا۔ یونہی اگر چوڑی آستین کا خالی حصہ سجدہ کرنے میں نجاست کی جگہ پڑے اور وہاں نہ ہاتھ ہو، نہ پیشانی تو نماز ہو جاتے گی، اگرچہ آستین باریک ہو کہ اب اس نجاست کو بدن مصلیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ (افادات رضویہ)

ہاں آستین کے نیچے نجاست ہے اور اسی آستین پر سجدہ کیا نماز نہ ہوگی۔ (ردالمختار)

۸۔ اگر سجدہ کرنے میں دامن وغیرہ نجس زمین پر پڑتے ہوں، تو مضر نہیں (ردالمختار)

۹۔ اگر نجس جگہ پر اتنا باریک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جو ستر کے کام میں نہیں آسکتا، یعنی

اس کے نیچے کی چیز جھلکتی ہو، نماز نہ ہوتی اور اگر شیشہ پر نماز پڑھی اور اس کے نیچے

نجاست نمایاں ہے، نماز ہوگئی۔ (ردالمختار)

۱۰۔ اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون، یا

شراب ہے، تو نماز نہ ہوگی اور اگر جیب میں انڈا ہے اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے،

تو نماز ہو جائے گی۔

سترِ عورت

یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے اس کو چھپانا۔ لباس وہ چیز ہے جس کا استعمال انسان کو دوسرے حیوانات و بہائم سے ممتاز کرتا اور دوسری تمام جاندار مخلوق سے شرف امتیاز بخشا ہے، اور آج یہ حقیقت کس پر روشن نہیں کہ لباس کی جانب سے بے احتیاطی و لاپرواہی نے آج اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کرنے والے انسان کو کس ذلت و رسوائی بلکہ بدشرمی و بے حیائی کی پستی میں لا ڈالا ہے۔

ہاں ہاں! یہ اغوا کی وارداتیں، یہ زنا بالجبر کے حادثے، یہ زن و شوہر میں نا اتفاقی کے آنے دن کے واقعات، یہ ہوس رانیوں کے حیا سوز مناظر، یہ عشق و ہوائے نفس کی پرورش کرنے والے مشاہدات، یہ اخلاق کو تباہ کرنے والے حالات کیا ہمیں یہ سبق نہیں دیتے کہ آج کے "ننگے لباس" نے انسان سے شرفِ انسانیت چھین کر انہیں "ننگ و ناموس بدر" کر دیا ہے۔ انسان سے شرم و حیا لے کر اسے بے شرم و بے حیا بنا دیا ہے۔ غرض یہ کہ ستر کا منشا حیا ہے تاکہ نفس کی غلط روی سے انسان بہک نہ جائے۔

بالفاظِ دیگر سترِ عورت یعنی ان اعضاء کا چھپانا جن کے کھلنے پر عام حالات میں متمدن قومیں عار و شرم محسوس کریں، وہ چیز ہے جسے ہر ملک میں، ہر قوم میں، ہر مذہب و ملت میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے لباس کی دو حدیں مقرر فرمائی ہیں۔ ایک تو وہ حد ہے جو ضروری و لازم ہے اور یہی وہ لباس ہے جس کو نماز میں پہننے ہونا شرط قرار دیا گیا اور دوسری حد وہ ہے جو لازم و ضرور نہیں، ہاں لباس کا پہننے رہنا مناسب و بہتر ہے۔ اس سے اخلاق میں بلندی اور عادات و خصائل میں عالی ہمتی پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سِوَاتِكُمْ وَرِيشًا ط وَ لِبَاسًا الثَّقَوٰی

ذَلِكَ خَيْرٌ

رہے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتے
اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور تقویٰ کا لباس اس سے بھی بڑھ کر ہے)

اسی رکوع میں فرمایا:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

(اے آدم کی اولاد جب تم مسجد میں جاؤ تو لباس زینت اختیار کرو)

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ لباس و حجاب مقاصد شرعیہ سے ہیں۔

لباس کی غرض و غایت جس طرح ستر جسم ہے، اسی طرح زینت و آرائش بھی اس کی
غایت ہے، مگر دینداری و پرہیزگاری، اطاعت و تقویٰ شعاری کا معنوی لباس، اونی
سوتی یا بیش قیمت ریشمی ظاہری لباس سے کہیں بڑھ کر ضروری و لازم ہے، بالخصوص
جبکہ نماز کا وقت آئے، تو ستر پوشی کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ مشرکین عرب
کی مانند طوافِ کعبہ کے لیے برہنہ ہو جانے کو داخل عبادت سمجھتے تھے، ننگ دھڑنگ
بارگاہِ الہی میں کھڑا ہو جانا ننگِ انسانیت و گناہِ عظیم ہے۔

اللہ اللہ! قرآن کریم آج سے چودہ سو سال پیشتر اس حقیقت کو واضح فرما رہا ہے کہ شرم
و حجاب انسان کے لیے بالکل فطری و طبعی چیز ہے۔ بے ستری و بے حجابی کی سرکوشش
برہنگی و نیم برہنگی کی ہر ادا و روش خواہ وہ ظلمت کدہ یورپ سے پھوٹے یا امریکی تبلیغی اداروں
سے پھیلے بہر حال وحشی اور غیر مہذب قوموں اور ایام جاہلیت کے خانہ بدوشوں کی وحشت
و خانہ بدوشی کا مظاہرہ ہے جو انہیں آدمیت کے بلند مقام سے شیطینت اور ابلیسیت
کی پستی کی طرف لے جا رہا ہے اور ان کی انسانیت کو زندگی میں تبدیل کر رہا ہے۔ اعادنا
اللہ منہا۔

بہر حال ان آیات سے فقہاء و مفتیین نے نماز میں ستر پوشی کی فرضیت پر استدلال کیا ہے

احادیثِ کرمیہ بھی اس باب میں بکثرت وارد ہیں، چنانچہ:

۱- ابن عدی کامل میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہے کہ فرماتے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھو، تہہ بند باندھ لو اور چادر اوڑھ لو اور یہودیوں کی مشابہت نہ کرو۔

۲- دارقطنی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے۔

۳- بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی ایک کپڑا پہن کر اس طرح ہرگز نماز نہ پڑھے کہ مونڈھوں پر کچھ نہ ہو۔

۴- عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کی کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت

نافع کو دو کپڑے پہننے کے لیے دیے۔ یہ اس وقت لڑکے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں گئے

اور ان کو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس پر فرمایا: تمہارے پاس دو

کپڑے نہیں کہ انہیں پہنتے۔ عرض کیا: ہاں ہیں؟ فرمایا: تو کیا اللہ عزوجل کے دربار میں

زینت زیادہ مناسب ہے یا آدمیوں کے لیے۔ عرض کیا: اللہ کے لیے۔ موعظ الذکر

دونوں حدیثیں ستر پوشی کے علاوہ لباسِ زینت کی اہمیت واضح کر رہی ہیں، بالخصوص

نماز میں۔ چنانچہ آئندہ حدیث اس کی اور تاکید کرتی ہے۔

۵- امام احمد کی روایت ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک

کپڑے میں نماز سنت ہے۔ یعنی جائز ہے، کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے

میں ایسا کرتے اور ہم پر عیب نہ لگایا جاتا۔ اس بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: یہ اس وقت ہے کہ کپڑوں میں کمی ہو اور جو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو تو

دو کپڑوں میں نماز زیادہ پاکیزہ ہے۔

خاص عورتوں سے متعلق بھی بعض احادیث سن لیجیے اور اندازہ لگائیے کہ اس صنفِ نازک کے لیے ستر پوشی بلکہ حجاب کس حد تک اہم و ضروری ہے۔

۶۔ ابوداؤد، ترمذی، حاکم حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

۷۔ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عورت، عورت ہے، یعنی چھپانے کی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے (گویا مردوں کی نظروں میں جاذبِ نظر بنا دیتا ہے، اسی لیے مردوں کی نگاہیں اس طرف اٹھتی اور اس کے گوشوں کو جھانکتی ہیں)

۸۔ ابوداؤد میں مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت

کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا تہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

۹۔ صحیح مسلم شریف میں مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دوزخیوں میں ایسی جماعتیں ہوں گی جنہیں میں نے (اپنے اس عہدِ مبارک میں) نہیں دیکھا (آئندہ پیدا ہونے والی ہیں) ان میں پہلی وہ عورتیں ہیں جو بظاہر پوشاک پہنتی ہیں، مگر ننگی ہیں (کہ ایسی باریک پوشاک پہننا جس سے بدن کی رنگت جھلکے، نہ پہننے کے برابر ہے) لوگوں کو (سرِ راہ چل پھر کر) اپنی جانب راغب کرتی ہیں اور خود بھی ان کی طرف جھکتی ہیں۔ ان کے سر (ان کے ناز و ادا کے باعث) ایسے جھکے ہوتے ہوں گے، جیسی سختی اونٹوں کے کوبان۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہو سکیں گی نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی۔

حدیث شریف کے الفاظِ مبارکہ بھی محفوظ کر لیجیے:

وَلَسَاءُ كَأَسِيَّاتٍ عَارِيَّاتٍ مُّحِيلَاتٍ مَّا تَلَدَّتْ دُرُوسُهُنَّ كَأَسْمَةِ
الْحُجَّتِ الْمَائِلَةِ لَدَيْدُ خَلْسِ الْجَنَّةِ وَلَا يَجِدَنَّ رِيْعَهَا۔

۱۔ اسی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر فاروق
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو ملاحظہ
فرماتے جو اب عورتوں نے ایجاد کی ہیں، تو آپ انہیں مسجدوں میں آنے سے روک
دیتے چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم نے جو ان عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا۔

لطیف

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے نکاح میں آئیں، تو چونکہ ان عابدہ زاہدہ صالحہ پاک بی بی کو مسجد کریم مدینہ طیبہ سے عشق
تھا، اس لیے قبل نکاح امیر المومنین سے یہ شرط کرائی کہ آپ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اس
زمانے میں عورتوں کو حاضری مسجد کی قطعی ممانعت نہ تھی۔ اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔
غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے شرط قبول فرمائی، پھر بھی چاہتے کہ یہ مسجد نہ جائیں۔ یہ
کہتیں آپ منع فرمادیں، میں نہ جاؤں گی۔ امیر المومنین یہ پابندی شرط منع نہ فرماتے۔
امیر المومنین کے بعد حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا۔ آپ
منع فرماتے وہ نہ مانتیں اور مسجد کریم کا عشق انہیں کشاں کشاں وہاں لے جاتا۔
ایک روز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری
رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے اور مقصود
ان تقیہ نقیہ کو عملی طور پر اس معنی پر متنبہ کرنا تھا کہ فتنہ وہی نہیں جو عورت کی طرف سے
پیدا ہو۔ وہ بھی ہے اور اس سے سخت تر وہ جس کا فساق و فجار سے عورت پر اندیشہ ہو۔
تو یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔ اگرچہ وہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ غرض جب

یہ آئیں، اس دوزوانے سے آگے بڑھی تھیں کہ انہوں نے نکل کر پیچھے سے ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عائشہ نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ فَسَدَ النَّاسُ بِہِمَّ اللّٰہِ کے لیے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

يَا لَلعَجَبُ

یہ ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکال رہے ہیں اور یہ ہیں حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الائمۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات سے روک رہے ہیں۔ نہیں نہیں! بلکہ یہ ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ عورتوں کو مسجد آنے سے منع فرما رہے ہیں کہ خبردار عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھنے نہ آئیں اور یہ ہیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ عورتیں آپ کے پاس امیر المومنین کی شکایت کرتی ہیں اور آپ فرما رہی ہیں کہ زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی جو آج عورتوں میں پائی جاتی ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ غرض صحابہ و تابعین ہی کے زمانے سے ممانعت شروع ہو چکی تھی۔ جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا، ائمہ دین نے جو ان عورتوں کو ممانعت فرمادی۔ جب اور فساد پھیلا علماء نے جو ان وغیر جو ان کسی کے لیے بھی اجازت نہ رکھی۔ پہلے دن میں پھر رات کو بھی بڑھیوں کے لیے بھی نکلنا ممنوع رہا۔ یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔

تو جب اس زمانہ خیر میں ان صحابیات و تابعیات کے دور میں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے مسجدوں میں حاضری اور جماعتوں کی شرکت سے، تو کیا اس زمانہ شرف و فساد میں عورتوں کو اجازت دی جائے گی کہ وہ گھروں سے باہر نکلیں۔

اور وہ بھی کس لیے تاکہ عورتیں ان میلوں ٹھیلوں میں جائیں جو ناخدا ترسوں نے
 مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں اور جہاں آئے دن مردوں کی بھی پگڑیاں اُچھالی جاتی ہیں یا
 بازاروں میں بن سنور کر چھرنے پھرانے کے لیے جہاں آنکھوں آنکھوں میں ہجو وصال
 کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں یا سینماؤں اور تفریح گاہوں میں مٹر گشت کرنے کے لیے
 جہاں اشاروں اشاروں میں عصمت و آبرو کی قیمتیں ٹھہرائی جاتی ہیں یا پارکوں اور ہوٹلوں
 میں سیر و سیاحت کے لیے جہاں حیا و شرم کی بھینٹیں چڑھائی جاتی ہیں یا نمائشوں اور
 نمائشہ گاہوں میں اپنی ادا و ناز کی نمائش کے لیے جہاں نظریں لڑائی جاتی ہیں۔ ع۔

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی است !

اللہ اللہ کہاں تو یہ حکم کہ عورت اگر ضرورت شرعیہ و اذن شرعی کے ماتحت گھر سے
 باہر نکلے، تو وسط راہ کو چھوڑ کر سڑک کے کناروں پر چلے تاکہ اس کا جسم کسی اجنبی جسم سے مس
 نہ ہو اور کہاں یہ شہوت انگیزی کی خاطر بن سنور کر مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بیباکانہ
 شاپراہوں پر پھرنا۔

کہاں تو یہ حکم کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی غیر کو عورت گھر میں نہ آنے دے
 یا آج یہ نوبت کہ دوستوں اور کلب ممبروں کے ہمراہ مخلوط جلسوں میں اجنبیوں کی موجودگی
 کے باوجود ہنسی مذاق، دل لگی چھیڑ چھاڑ کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ کہاں تو یہ حکم کہ عورت تیز
 خوشبو استعمال نہ کرے کہ لوگوں کی نگاہیں خواہ مخواہ اس پر اٹھیں گی اور کہاں یہ عالم کہ
 مست خوشبوؤں میں بس کر جوان و منجلی نظروں کو دعوتِ نظارہ دی جاتی ہے اور ان سے
 دادِ حسن چاہی جاتی ہے۔

کہاں تو یہ حکم عورتیں ڈھیلے ڈھالے لباس اور چادروں کے نیچے برقعوں میں لپٹ
 کر بھی بلا ضرورت گھر سے قدم باہر نہ نکالیں اور کہاں یہ حالت کہ بیباکی و خود نمائی کے وہ لباس
 استعمال کیے جاتے ہیں کہ آدھے سر کے بال اور کلا تیاں اور کچھ حصہ گلے یا پنڈلی کا کھلا رہنا

تو کسی گنتی میں شمار ہی نہیں اور زیادہ بانگین ہوا، تو دوپٹہ شانوں سے ڈھلکا ہوا، کرسیب یا جال یا گھاس ململ یا نازک دائل یا ایسے ہی کسی اور باریک کپڑے کے کرتے، فرائی، جمپہر، قمیص جن سے بدن کی رنگت صاف چمکے اور اسی حالت میں ان کا غیروں میں جانا، اجنبیوں میں پھرنے وغیر مردوں کے ساتھ بازاروں اور عام گزرگاہوں میں خرید و فروخت کرنا۔

کہاں تو عورتوں کا گھر کے دروازے پر مسجد صالحین میں ادا تے عبادت کے لیے جانا اور ادائیگی نماز کے بعد دو قدم چل کر واپس گھر میں آجانا ممنوع و ناجائز، حرام و گناہ، حالانکہ نہ یہاں کسی فتنہ کا احتمال نہ کسی آوارگی کا اندیشہ و وبال اور کہاں یہ سیر تماشے، باجے گاجے کی یہ نبت نئی بڑھتی ہوئی آدایاں اور آوارگیاں۔

کہاں تو حدیث شریف میں غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر اپنے مکانوں کے لیے آیا کہ لَا تَسْكُنُوهُنَّ اَلْخُرُفَ عَوْرَتُوْنَ كُوْبَالَاْخَانُوْنَ پر نہ رکھو اور کہاں یہ فریح گاہوں عام راہوں میں بے باکانہ سیر و گشت۔ سچ ہے ے

خیالی روشنی، روشن خیالی، آج کل کی ہے

دلوں سے سلب اس نے کر لیا ہے نور ایمانی

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسائل متعلقہ

۱۔ ستر عورت بہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہ ہو، تنہا ہو یا کسی کے سامنے۔ اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں بالاجماع فرض۔ یہاں تک کہ اگر اس کے پاس اتنا پاک کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام دے اور اندھیرے مکان یا گوشہ تنہائی میں نماز پڑھی، بالاجماع نہ ہوگی۔ (در مختار)

۲۔ مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھنٹوں کے نیچے تک عورت ہے، یعنی اس کا

چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ (درمختار)
 ۳۔ آزاد عورتوں کے لیے سارا بدن عورت ہے، سوامنہ کی ٹکڑی اور ہتھیلیوں اور
 پاؤں کے تلوؤں کے۔ سر کے لٹکتے ہوتے بال اور گردن اور کلاسیاں بھی عورت ہیں، ان
 کا چھپانا فرض ہے۔

۴۔ جن اعضاء کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز
 ہوگئی اور اگر چوتھائی عضو کھلا اور فوراً چھپا لیا، جب بھی نماز ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن
 یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا یا بالقصد کھولا، اگرچہ فوراً چھپا لیا تو نماز
 جاتی رہی۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار)

۵۔ اگر کسی مرد کے پاس ستر کے لیے جائز کپڑا نہ ہو اور ریشمی کپڑا موجود ہے، تو فرض ہے
 کہ اسی سے ستر کرے اور اسی میں نماز پڑھے، البتہ اور کپڑا ہوتے ہوتے مرد کو ریشمی کپڑا
 پہننا حرام ہے اور اس میں نماز مکروہ تحریمی (ردالمحتار)

۶۔ اگر پورے ستر کے لیے کپڑا نہیں اور اتنا ہے کہ بعض اعضاء کا ستر ہو جائے
 گا، تو اسی سے ستر واجب ہے اور اس کپڑے سے قبل و دبر کو چھپائے (درمختار)
 ۷۔ جس نے ایسی مجبوری میں نماز پڑھی کہ ستر کو کپڑا میسر نہیں، تو بعد نماز کپڑا ملنے پر
 اعادہ نہیں، نماز ہوگئی۔ (درمختار)

۸۔ برہنہ آدمی کو کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا، تو آخر وقت تک انتظار کرے،
 جب دیکھے کہ نماز جاتی رہے گی، تو برہنہ ہی پڑھے (ردالمحتار)

۹۔ کپڑا پورا نجس ہے اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ کپڑا پاک کر سکے یا اس کی نجاست
 قدر مانع سے کم کر سکے تو نماز میں اُسے نہ پہنے اور اگر ایک چوتھائی پاک ہے، تو اسے پہن
 کر نماز پڑھنا واجب ہے۔ برہنہ پڑھی تو نہ ہوگی۔ (درمختار)

۱۰۔ اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے کی چیز کا نہ ملنا بندوں کی طرف سے ہو، تو نماز

پڑھے، پھر اعادہ کرے۔ (درمختار)

- ۱۱۔ کسی کے پاس بالکل کپڑا نہیں، تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ دن میں ہو یا رات میں، گھر میں ہو یا میدان میں، خواہ ویسے بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں یا پاؤں پھیدا کر اور عورت غلیظہ پہن کر۔ اور بہتر یہ ہے کہ رکوع و سجود کی جگہ اشارہ کرے اور یہ اشارہ اس کے لیے رکوع سے بہتر ہے اور بیٹھ کر پڑھنا کھڑے ہو کر پڑھنے سے افضل ہے (ردالمحتار)
- ۱۲۔ ایسا شخص جو برہنہ نماز پڑھ رہا تھا، کسی نے عاریتاً اس کو کپڑا دے دیا یا مباح کر دیا، نماز جاتی رہی، کپڑا پہن کرنے سے پڑھے (درمختار)

تنبیہات

- ۱۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لیے کافی نہیں، اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوتی۔ یونہی اتنا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے، عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی، نماز نہ ہوگی، جب تک اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔ (عالمگیری)
- ۲۔ بعض لوگ باریک تہ بند اور ساڑھیاں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے، ان کی نماز نہیں ہوتی اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے، علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔ (ردالمختار)
- ۳۔ بعض لوگ تہ بند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ پیڑوں کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے۔ اگر کرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نہ چمکے، تو خیر ورنہ حرام ہے۔ اور نماز میں چوتھائی کی مقدار کھلا رہا، تو نماز نہ ہوگی۔ (بہار شریعت)
- بعض ایسے بے باک ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں، یہ بھی حرام ہے اور اس کی عادت ہو تو فاسق ہیں۔ ایک بلا یہ بھی ہے کہ بدن پر پاجامہ

یا تہ بند باندھے گھر سے باہر راہ میں نکلتے اور بے تکلف چلتے پھرتے ہیں، حالانکہ تنہا
 یا جامہ یا تہ بند پہنے راہ میں نکلنے والا مرد و الشہادت خفیف الحركات ہے (افاداتِ ضروریہ)
 ۴۔ عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں، مگر لوجہ قطنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع
 ہے۔ (در مختار)

۵۔ اگر کسی کو گھٹنے کھولے دیکھے، تو نرمی کے ساتھ منع کرے۔ اگر باز نہ آئے تو اس
 سے جھگڑانہ کرے اور اگر ران کھولے ہوئے دیکھے، تو سختی سے منع کرے اگر باز نہ آیا، تو مارے
 نہیں، اور اگر عورت غلیظہ کھولے ہوئے ہے، تو جو مارنے پر قادر ہو، مثلاً باپ یا حاکم وہ
 مارے (ردالمحتار)

۳۔ استقبالِ قبلہ،

مسلمانوں کا ہر کام، ہر عبادت تنظیم ملت و اجتماع امت پر مبنی ہے، ان کے ہر
 قول و فعل، کردار و گفتار میں یہی روح موجزن ہے، ان کی حرکات و سکنات اسی مرکز
 سے وابستہ ہیں۔ ان کے حال و قال میں یہی حقیقت کار فرما ہے۔ تمام افراد امت ایک ہی
 نقطہ پر مجتمع ہو جائیں اور ان سب کی توجہات ایک ہی مرکز پر مرکوز ہو جائیں، یہی عین مقصود
 شرع ہے، شرعاً یہی مقصود و ملحوظ ہے۔ اس یکسوئی و یک جہتی کا ہر مقام پر لحاظ رکھا
 گیا ہے۔

انتشار سے اجتماع اور افتراق سے اتحاد ہر عقل سلیم کو پسند ہے۔ اسی اجتماع کے لیے
 جماعت واجب قرار دی گئی۔ اسی اجتماع کی خاطر جمعہ و عیدین فرض ٹھہرائے گئے۔
 اسی اجتماع کے مد نظر ہاں ہاں اسی مجموعی وارفنگی کے پیش نظر عرفات کے میدان میں صفا
 و مروہ کی وادیوں میں منیٰ کے بازاروں میں تمام افراد امت کو طلب کیا گیا۔
 غرض ایک ہی نقطہ پر سب کی نگاہیں مرکوز ہوں، ایک ہی مرکز پر سب لوگوں کا،

توجہات قائم ہوں، تو انجامِ خوش گوار رہتا ہے اور آثارِ خاطر پسند۔ نماز میں استقبالِ قبلہ شرط ہے، تو اسی لیے کہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے گوشوں میں آباد ہونے والے بندگانِ خدا کی توجہ صرف ایک ہی طرف رہے۔ وہ مغرب و مشرق کو بھول کر ربِ مشرقین و المغربین کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ مغربی و مشرقی، شمالی و جنوبی گوشہ ہائے عالم میں بسنے والے بارگاہِ الہی میں سر جھکانے اور لذتِ عبودیت حاصل کرنے کے لیے ایک مرکز پر جمع ہو جائیں، ایک ہی جہت کو اختیار کر لیں، ایک ہی جانب سر جھکائیں۔ یک جہتی و یکسوئی ان کا شعار ہو جائے اور اجتماع و اتحاد و صوری و معنوی میں ان کا وتیرہ۔ ہاں ہاں! ان کا پروردگار جسے وہ سجدہ کر رہے ہیں، بیت المقدس یا کعبہ میں محصور نہیں، کسی عبادت گاہ کی چار دیواری اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ مکان و زمان سے پاک ہے کسی جہت کا پابند نہیں، کسی مکان سے محدود نہیں، یہ کعبہ تو اس کی خاص تجلی گاہ ہے، اس کی تجلیاتِ کمال کا آئینہ دار ہے۔ اس کی کبریائی و جلال کا منظر ہے، اسی لیے قبلہ بنائے کعبہ کا نام نہیں، بلکہ وہ فصنا ہے جو اس بنا کی محاذات میں ساتویں زمین سے عرشِ الہی تک بسیط ہے، تو اگر وہ عمارت وہاں سے ہٹا کر کسی اور جگہ رکھ دی جائے اور اب اس عمارت کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے، نماز نہ ہوگی، ہاں اسی فضا کی طرف متوجہ ہو کر سجدہ ریزیاں کی جائیں، تو یہ سجدے اسی کے لیے ہوں گے جس کے لیے کتے گتے، یعنی رب کعبہ کے لیے۔ کعبہ آدم علیہ السلام کا قبلہ تھا، ابراہیمی قبلہ تھا۔ آدم و ابراہیم علیہم السلام نے یہیں اپنے رب کی خاص تجلیاں دیکھیں، اسی طرف سجدہ میں گر گئے۔ انبیائے بنی اسرائیل نے بیت المقدس میں تجلیاں پائیں، وہ ادھر متوجہ رہے، ان کا قبلہ کعبہ تھا، ان کا بیت المقدس۔ اور میرے آقا حضور نبی کریم تو سرورِ انبیاء ہیں، ہاں ہاں میرے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو خود قبلہ ہیں۔ یہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور بن کر آدم و عالم کو جگمگا رہے تھے۔ فرشتوں نے رب کو سجدہ کیا تو اسی نور کو قبلہ بنایا۔ حضرت

آدم علیہ السلام کی اس وقت وہی حیثیت تھی جو آج قبلہ رُوی کے لیے ہماری مسجدوں کی قبلہ والی دیواروں کی، یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام قبلہ نما تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ اور آج جبکہ

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک نل
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

کعبہ بھی انہیں کے نور سے بنا انہیں کے جلوہ نے کعبہ کو کعبہ بنا دیا، تو حقیقت کعبہ وہ جلوہ محمدیہ ہے جو اس میں تجلی فرما ہے، وہی روح قبلہ ہے اور اسی کی طرف حقیقتاً سجدہ ہے، وہی ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے۔

ہاں تو کہنا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیر مقامات انبیائے بنی اسرائیل فرماتے رہے، تو بیت المقدس قبلہ رہا اور مولیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مکہ کے زمانہ میں اسی رخ پر نماز جاری رکھی۔ جب مقام ابراہیم کی سیر منظور ہوئی تو کعبہ قبلہ بنا دیا گیا اور جب یہی قبلہ پسند خاطر آیا، تو رضائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر یہی قبلہ بنا دیا گیا۔ اب کعبہ قبلہ ابراہیمی نہیں، قبلہ محمدی ہے، اب یہاں محمدیت و محمودیت کی بارشیں ہیں، اور رب محمد کی خاص تجلیاں، جل و علاؤ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرما رہا ہے: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔

”ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔“

ہمیں تو تمہاری خاطر منظور اور تمہاری رضا ملحوظ ہے جو تم چاہو، وہ ہم چاہیں

ہم کو وہ ہے پسند جسے تم کرو پسند

یہاں براہ راست یہ ارشاد فرمانے کے بجائے کہ ہم کعبہ کی طرف آپ کو پھیر دیں

گے۔ ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ ہم اسے آپ کا قبلہ قرار دیں گے جسے آپ خود قبلہ بنانا

چاہتے ہیں۔

اور یہ صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ ہم تحویل قبلہ کا حکم صادر فرماتے ہیں، لہذا آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیں اور اے مسلمانو! میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تم بھی اپنا منہ اسی طرف کر کے ادا کیا کرو۔ اللہ اللہ! یہ شانیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال بلندی مراتب کی اور رفعت درجہ قبولیت کی کہ مولا تعالیٰ خود طالبِ رضائے محمدی کیا اس سے بلند اور کوئی مرتبہ بھی تصور میں آسکتا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم)

مسائل متعلقہ

- ۱۔ نماز اللہ ہی کے لیے پڑھی جائے اور اسی کے لیے سجدہ ہونہ کہ کعبہ کو اگر کسی نے معاذ اللہ کعبہ کے لیے سجدہ کیا حرام و گناہ کبیرہ کیا اور اگر عبادت کعبہ کی نیت کی، جب تو کھلا کافر ہے کہ غیر خدا کی عبادت کفر ہے۔ (در مختار و افادات رضویہ)
- ۲۔ جو بعینہ کعبہ معظمہ کی سمت خاص تحقیق کر سکتا ہے، اگرچہ کعبہ کی سطحیں ہو جیسے مکہ معظمہ کے مکانوں میں جبکہ چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں، تو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے، جہت کافی نہیں اور جسے یہ تحقیق ناممکن ہو، اگرچہ خاص مکہ معظمہ میں ہو، اس کے لیے جہت کعبہ کو منہ کرنا کافی ہے (افادات رضویہ)
- ۳۔ جہت کعبہ کو منہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے، مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو جائے گی۔ اس کی مقدار ۴۵ درجے رکھی گئی ہے۔ (در مختار، وغیرہ)
- ۴۔ چلتی کشتی میں نماز پڑھے، تو بوقت تحریمہ قبلہ کو منہ کرے اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے یہ بھی قبلہ کو منہ پھیرتا رہے، اگرچہ نفل نماز ہو (غنیہ)

۵۔ کوئی شخص قید میں ہے اور وہ لوگ اسے استقبالِ قبلہ سے روکتے ہیں، تو جیسے بھی ہو سکے، نماز پڑھ لے۔ پھر جب موقع ملے، تو اس نماز کا اعادہ کرے۔ (ردالمحتار)

۶۔ استقبالِ قبلہ معاف ہے جبکہ:

(۱) کوئی شخص اس سے عاجز ہو، مثلاً مریض ہے کہ اس میں اتنی قوت نہیں کہ ادھر رخ بدلے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جو متوجہ کر دے۔

(۲) یا اس کے پاس اپنا یا امانت کا مال ہے جس کے چوری ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہے۔

(۳) یا شہر یا جانور پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا۔

(۴) یا اتر تو جائے گا، مگر بے مددگار سوار نہ ہونے دے گا۔

(۵) یا یہ بوڑھا ہے کہ پھر خود سوار نہ ہو سکے گا اور کوئی ایسا نہیں جو سوار کرادے، تو ان سب

صورتوں میں جس رخ نماز پڑھ سکے، پڑھ لے اور اعادہ بھی نہیں (ردالمحتار)

۷۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو اسے بتا دے

نہ وہاں مسجدیں محرابیں ہیں، نہ چاند سورج ستارے نکلے ہوں یا ہوں، مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے تو ایسے کے لیے حکم ہے کہ تحری کرے (سوچے جدھر قبلہ ہونے پر دل

جھے، ادھر ہی منہ کرے) اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ (عامۃ کتب)

۸۔ اگر سوچا اور دل میں کسی طرف قبلہ ہونا ثابت ہوا، اگرچہ اس کے خلاف دوسری

طرف منہ کیا نماز نہ ہوئی۔ اگرچہ واقع میں قبلہ تھا جدھر منہ کیا، اگرچہ بعد کو یقین کے ساتھ

اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہو۔ (ردالمحتار)

۹۔ اگر کوئی جاننے والا موجود ہے، اس سے دریافت نہیں کیا، خود غور کر کے کسی طرف

کو پڑھ لی، تو اگر قبلہ ہی کی طرف منہ تھا ہو گئی، ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار)

۱۰۔ جاننے والے سے پوچھا، اس نے نہیں بتایا۔ اس نے تحری کر کے نماز پڑھ لی،

اب بعد نماز اس نے بتایا، نماز ہو گئی، اعادہ کی حاجت نہیں۔ (مُنْیَہ)

۱۱۔ ایک شخص تخری کر کے ایک طرف پڑھ رہا ہے، تو دوسرے کو اس کا اتباع جائز نہیں، بلکہ اسے بھی تخری کا حکم ہے۔ اگر بغیر تخری کیے اس کی اتباع میں نماز پڑھ لی تو نہ ہوتی۔ (ردالمحتار)

۱۲۔ اگر تخری کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور اثنائے نماز میں اگرچہ سجدہ سہو میں رائے بدل گئی یا غلطی معلوم ہوئی، تو فرض ہے کہ فوراً گھوم جائے اور پہلے جو پڑھ چکا ہے، اس میں خرابی نہ آئے گی۔ اسی طرح اگر چاروں رکعتیں چار جہات میں پڑھیں جائز ہے اور اگر فوراً نہ پھرا، یہاں تک کہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کا وقفہ ہوا، تو نماز نہ ہوتی۔ (ردالمحتار۔ درمختار)

۱۳۔ مصلیٰ نے قبلہ سے بلا عذر قصداً سینہ پھیر دیا، اگرچہ فوراً ہی قبلہ کی طرف ہو گیا، نماز فاسد ہو گئی اور اگر بلا قصد پھیر گیا اور بقدر تین تسبیح کے وقفہ نہ ہوا، تو ہو گئی (منیہ)۔

۱۴۔ اگر صرف منہ قبلہ سے پھیرا، تو اس پر واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف منہ کر لے اور نماز نہ جائے گی، مگر بلا عذر مکروہ ہے (منیہ بھر)

۴۔ وقت،

اس کے مسائل اور احوال گزشتہ میں بیان ہوئے، وہاں سے معلوم کیے جائیں۔

تنبیہات

۱۔ بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دوپونے دو گھنٹے پہلے یعنی طلوع صبح صادق سے پہلے اذان کہہ دیتے ہیں، پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں، حالانکہ نہ یہ اذان ہوتی، نہ نماز، بلکہ قبل از وقت جو اذان کہی گئی، اس کا اعادہ کیا جائے۔

۲- مرغ کی بانگ سن کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ صبح ہو گئی، بلکہ رمضان المبارک میں اس کی بانگ سن کر سحری کھانا، بلکہ یہ سمجھ کر کہ ہم نے سحری صبح ہونے کے بعد کھائی روزہ بھی پھوڑ دیتے ہیں، یہ محض جہالت ہے، مرغ کی اذان کا کیا اعتبار۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صبح سے بہت پہلے بلکہ جاڑوں کے دنوں میں بعض مرغ دو بجے سے اذان کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ یونہی بول چال سن کر اور روشنی دیکھ کر بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ غرض اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

۳- عوام اگر صبح کی نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں، اگرچہ اس وقت کوئی نماز جائز نہیں مگر انہیں منع نہ کیا جائے۔ (در مختار) مگر بعد نماز کہہ دیا جائے کہ نماز نہیں ہوتی، آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھیں۔

۴- نماز عشر سے پہلے سونا اور بعد عشر دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی سننا کہنا مکروہ ہے۔

مسائل اور ضروری باتیں اور صالحین کے قصے یا مہمان سے بات چیت میں حرج نہیں۔ یونہی طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ذکر الہی کے سوا سہرات مکروہ ہے۔

۵- نیت: قصد اور ارادہ کا دوسرا نام نیت ہے، یعنی کسی فعل کی علت فاترہ جو انسان کے خیال میں آنے کے بعد اسے کسی کام پر آمادہ کرتی ہے، مثلاً تقرب باری و رضائے الہی کا طلب کرنا، نفس کی تہذیب اور اس کی کجی کی اصلاح جن اعمال پر موقوف ہے، جب تک وہ اعمال اسی قصد اور ارادے سے وقوع میں نہ آتیں، نفس پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے اور جب وہ اعمال اس مقصد و نیت سے صادر ہوں گے، نفس کی تہذیب پر ضرور اثر ڈالیں گے۔

اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا، اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (یعنی اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے) تو جب عمل جذبہ عبودیت و طلب رضائے الہی کی نیت سے کیا جائے۔

گا تو تقرب خداوندی یا بالفاذا دیگر ثواب اخروی اس پر ضرور مرتب ہوگا، ورنہ جب کوئی عمل عادت یا لوگوں کی موافقت یا اقتضا مجبلی کے ماتحت وقوع پذیر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس پر ثواب اخروی کی امید رکھنا فضول ہے، بالخصوص جبکہ شریعتِ مطہرہ کی جانب سے اس کا مطالبہ بھی ہو۔ اس لیے نمازِ مطہرہ میں نیت شرط قرار دی گئی، یعنی نمازی اپنی نماز اس جذبہ عبودیت کے ساتھ ادا کرے، اس کا ہر فعل ہر کن ہر عمل دل کے قصد و ارادے سے متعلق ہو، انسان از اول تا آخر اسی جذبے کے ماتحت نماز کے ارکان ادا کرے کہ قلب حاضر ہو اور انسان اس حضوری کی لذت میں مستغرق۔

غرض یہ کہ کسی فعل کو وجود میں لانے کا جذبہ دل میں موجود ہونا اور اس فعل کا صحیح شعور کے بعد قوتِ ازادی کے ساتھ ساتھ پایا جانا یہی وہ چیز ہے جسے شریعتِ مطہرہ میں نیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور چونکہ نیت میں اخلاص، عمل میں خلوص اور عبادت کی بجا آوری میں حضور قلب ضروری ہے۔ ضروری اس لیے ہے کہ نیت و قصد کو ریا و سمعہ اور نمود و نمائش سے پاک صاف رکھا جائے۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا أَمْرُو إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ه

(اور انہیں سوا اس کے اور کیا حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں، یوں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کریں) اور فرماتا ہے:

فَاعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۗ إِلَّا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ط

(اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ دین کو اس کے لیے خالص کر لے اور آگاہ ہو جاؤ کہ دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے) اور فرماتا ہے:

قَوْلٍ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۗ الَّذِينَ هُمْ يَرَاءُونَ وَيَسْتَعِينُونَ السَّاعُونَ ط

.. (خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو نماز سے غفلت کرتے ہیں۔ ریاکاری میں مصروف رہتے ہیں اور برتنے کی چیزیں کسی کو مانگے نہیں دیتے۔)

مختصر یہ کہ عبادت کوئی بھی ہو، اس میں اخلاص نہایت ضروری ہے، یعنی یہ کہ جو کام کیا جائے، اس کا محرک اصلی محض رضائے الہی ہو، نہ کہ نمود و نمائش اور مخلوق کی نگاہوں میں اپنی شہرت و خود نمائی کہ دکھاوے کے طور پر عمل کرنا بالاجماع حرام ہے، بلکہ حدیث میں لے ریا کو شرک لے ریا کی تین قسمیں ہیں، جلی و خفی و اخفی، مثلاً ایک شخص صرف لوگوں کے دکھانے کی غرض سے عبادت کرتا ہے، یہ ریتے جلی ہے۔ ایک اور شخص ہے جو دکھانے کی غرض سے عبادت نہیں کرتا، بلکہ گھر میں جب تنہا رہتا ہے اور کسی کو خبر بھی نہیں ہو سکتی، تب بھی اس کی عبادت قضا نہیں ہوتی، لیکن جب اتفاقاً گھر میں کوئی مہمان آجاتا ہے، تو ادا سے عبادت میں جس قدر اس کا دل لگتا ہے اور جس آسانی سے خود بخود اس سے عبادت ادا ہوتی ہے، تنہائی کی حالت میں نہیں ہوتی تھی۔ یہ ریا تے خفی ہے۔ ایک اور شخص ہے جو کسی کے دکھانے کے لیے عبادت نہیں کرتا، نہ کسی مہمان وغیرہ کے آنے سے اس کی حالت میں کچھ فرق ہوتا ہے لیکن جب کسی کو اس کی عبادت گزار کی اطلاع ہوتی ہے، تو اس کے دل میں آپ سے آپ ایک خوشی کی لہر پیدا ہوتی ہے، یہ ریا اخفی ہے، چونکہ اس خوشی کا اصل سبب یہ ہے کہ دل میں ریا کی کیفیت موجود تھی، موقع پا کر ظاہر ہو گئی۔ جس طرح پتھر میں آگ چھپی ہوتی ہے اور چقماق کے اشارے سے باہر نکل آتی ہے، یہ بھی ایسی ریا کا اثر ہے کہ باوجود اس کے کہ انسان لوگوں سے چھپا کر عبادت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے، تاہم اس بات کا توقع رہتا ہے کہ لوگ اس سے ادب و تعظیم سے پیش آئیں۔ اگر کسی موقع پر اس کی مرضی کے خلاف کوئی پیش آتا ہے، تو اس کو گراں گزرتا ہے اور رنج ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں ریا کا اثر ہے، کیونکہ بالفرض اگر وہ عبادت گزار نہ ہوتا، تو لوگوں سے اس کو ادب و تعظیم کی توقع نہ ہوتی، اس سے معلوم ہوا درحقیقت یہی توقع تھی جس نے اس سے عبادت کرائی تھی۔

ریا تے اخفی کی اور بھی صورتیں ہیں، مثلاً ایک عالم تنہا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس اثناء میں اور لوگ آگئے، عالم کو خیال آیا کہ چونکہ لوگ مجھ کو مقتدا سمجھتے ہیں اور ہر بات میں میری تقلید کرتے ہیں، اس لیے میں (باقی ص ۲۷۲ پر)

اصغر فرمایا ہے۔

اخلاص ہی وہ چیز ہے کہ اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عمل صحیح نہ ہو، مگر جب اخلاص کے ساتھ کیا گیا ہو تو اس پر ثواب مترتب ہو، مثلاً لاعلمی میں کسی نے نجس پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھ لی، تو اگرچہ یہ نماز صحیح نہ ہوئی کہ صحت کی شرط طہارت تھی، وہ نہیں پائی گئی، مگر اس نے صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ پڑھی ہے، تو اس پر ثواب پائے گا جبکہ بعد کو معلوم ہو گیا کہ ناپاک پانی سے وضو کیا تھا، تو وہ مطالبہ جو اس کے ذمہ ہے ساقط نہ ہوگا، وہ بدستور قائم رہے گا، اس کو ادا کرنا ہوگا اور کبھی شرائط صحت پائے جائیں گے، مگر ثواب نہ ملے گا، مگر ریا کے ساتھ پڑھی، تو اگرچہ اس نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا، مگر چونکہ اخلاص نہیں ہے، ثواب نہیں۔

ریا و نمائش کی مذمت میں بعض احادیث کریمہ بھی سننے چلیے:

۱۔ جس چیز کا تم پر زیادہ خوف ہے، وہ شرک اصغر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: شرک اصغر کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ریا ہے (احمد) بیہقی نے اس روایت میں اتنا اور زیادہ کیا کہ جس دن بندوں کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ ریا کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

(بقیہ ص ۲۶۹ سے)

اگر زیادہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھوں گا، تو لوگوں پر اس کا اثر اچھا ہوگا اور وہ بھی خشوع و خضوع کے پابند ہوں گے اس خیال سے اس نے نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھنا شروع کر دی۔

اس سے دقیق تر صورت یہ ہے کہ اس عالم کو اس عیب پر اطلاع ہو گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ میرا خشوع و خضوع

درحقیقت لوگوں کو دکھانے کے لیے ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب میں مجمع میں ہوتا ہوں، اسی وقت مجھ پر

خشوع و خضوع ظاہر ہوتا ہے، اس خیال سے اس نے خلوت و تنہائی میں بھی خشوع و خضوع سے نماز پڑھنی شروع کی،

یہ بھی یا ہے، کیونکہ اصل میں جو چیز خشوع و خضوع کی محرک ہوتی، وہ ریا ہے، صرف اس قدر فرق ہے کہ جلوت و خلوت دونوں

کی حالت یکساں ہو گئی، بلکہ خلوت کی درستی کا اصلی محرک بھی یہی جلوت کی حالت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (امام غزالی،

ان کے پاس جاؤ جن کے دکھاوے کے لیے کام کرتے تھے، جا کر دیکھو کہ وہاں تمہیں کوئی بدلہ اور خیر ملتا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نظر نہیں فرماتا، وہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال کی طرف نظر کرتا ہے۔ (مسلم)

۳- جس نے ریا کے ساتھ نماز پڑھی، اس نے شرک کیا اور جس نے ریا کے ساتھ روزہ رکھا، اس نے شرک کیا اور جس نے ریا کے ساتھ صدقہ دیا، اس نے شرک کیا (احمد)

۴- جو شخص آخرت کے عمل سے آراستہ ہو اور وہ نہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، نہ آخرت کا طالب ہے۔ اُس پر زمین و آسمان میں لعنت ہے۔ (طبرانی)

۵- میری امت میں شرک جیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے جو چکنے پتھر چلتی ہے

(حکیم)

۶- کچھ لوگوں کو جنت کا حکم ہوگا۔ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور محل اور جو کچھ جنت اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے سامان تیار کر رکھا ہے، دیکھیں گے، پکارا جائے گا، انہیں واپس کر دو۔ جنت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ یہ لوگ حسرت کے ساتھ واپس ہوں گے کہ ایسی حسرت کسی کو نہیں ہوتی اور یہ لوگ کہیں گے کہ اے رب! اگر تو نے پہلے ہی ہمیں جہنم میں داخل کر دیا ہوتا اور ہمیں تو نے ثواب اور جو کچھ اپنے اولیاء کے لیے جنت میں مہیا کیا ہے نہ دکھایا ہوتا، تو یہ ہم پر آسان ہوتا۔ ارشاد فرماتے گا، ہمارا مقصد

ہی یہ تھا۔ اے بد بختو! جب تم تنہا ہوتے تھے، تو بڑے بڑے گناہوں سے میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے، تو خشوع کے ساتھ ملتے، جو کچھ دل میں میری تعظیم کرتے، اس کے خلاف لوگوں پر ظاہر کرتے۔ لوگوں سے تم ڈرتے اور مجھ سے نہ ڈرے، لوگوں کی تعظیم کی اور میری تعظیم نہ کی۔ لوگوں کے لیے گناہ چھوڑے، میرے لیے گناہ نہ چھوڑے لہذا آج تم کو عذاب کا مزہ چکھاؤں گا اور ثواب سے محروم رکھوں گا۔ (طبرانی)

۱۔ جس کی نیت طلبِ آخرت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا پیدا کر دے گا اور اس کی حاجتیں جمع کر دے گا اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آئے گی اور طلبِ دنیا بس کی نیت ہو، اللہ تعالیٰ فقر و محتاجی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور اس کے کاموں کو متفرق کر دے گا اور ملے گا، وہی جو اس کے لیے لکھا جا چکا۔ (ترمذی)

اللَّهُمَّ وَفَقْنَا لِمَا تَحِبُّ تَرْضَىٰ

مسائل متعلقہ

۱۔ نیت چونکہ دل کے پختے ارادے کو کہتے ہیں، اس لیے اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر اس وقت کوئی پوچھے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے، تو فوراً بتا ملے، اگر حالت ایسی ہے کہ سوچ کر بتائے گا، تو نماز نہ ہوگی۔ (در مختار)

۲۔ نیت میں زبان کا اعتبار نہیں، یعنی اگر دل میں مثلاً ظہر کا قصد کیا اور زبان سے لفظ عصر نکلا، ظہر کی نماز ہوگی۔ (در مختار)

۳۔ زبان سے کہہ لینا مستحب ہے اور اس میں کچھ عربی کی تخصیص نہیں، فارسی وغیرہ میں بھی ہو سکتی ہے اور زبان سے ادا کرنے میں ماضی کا صیغہ ہو، مثلاً نَوَيْتُ یا نَيْتُ کی میں نے (در مختار)

۴۔ اگر شروع کے بعد نیت پائی گئی، تو اس کا اعتبار نہیں، یہاں تک کہ اگر تکبیر تحریمیہ میں اللہ کہنے کے بعد اکبر سے پہلے نیت کی نماز نہ ہوگی۔ (در مختار)

۵۔ فرض نمازوں میں نیت فرض بھی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس خاص نماز مثلاً ظہر یا عصر کی نیت کرے۔ (تنویر الالبصار)

اور نماز فرض میں یہ نیت کہ آج کے فرض پڑھتا ہوں، کافی نہیں، جبکہ کسی نماز کو معین نہ کیا ہو، مثلاً آج کی ظہر یا آج کی عشاء۔ (رد المحتار)

۶۔ احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح یا سنت وقت یا قیام اللیل کی نیت کرے اور باقی سنتوں میں سنت یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت کرے، اس لیے کہ بعض مشائخ ان میں مطلق نیت کو نا کافی قرار دیتے ہیں، اگرچہ اصح یہ ہے کہ نفل سنت و تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے۔ (منیۃ المصلیٰ)

۷۔ نیت میں تعداد رکعات کی ضرورت نہیں ہے، البتہ افضل ہے تو اگر تعداد رکعات میں خطا واقع ہوئی، مثلاً تین رکعتیں ظہر یا چار رکعت مغرب کی نیت کی، تو نماز ہو جائے گی۔ (در مختار)

۸۔ فرض قضا ہو گئے ہوں، تو ان میں تعین یوم اور تعین نماز ضروری ہے، مثلاً فلاں دن کی فلاں نماز۔ (در مختار)

۹۔ جمعہ میں فرض وقت کی نیت کافی نہیں، خصوصیت جمعہ کی نیت ضروری ہے تو یہیں ۱۰۔ نماز واجب میں واجب کی نیت کرے، اسے معتن بھی کرے، مثلاً نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ یا نذر۔ اور وتر میں فقط وتر کی نیت کافی ہے، اگرچہ اس کے ساتھ نیت واجب نہ ہو۔ ہاں نیت واجب اولیٰ ہے، البتہ اگر نیت عدم واجب ہے تو کافی نہیں۔ (رد المحتار)

۱۱۔ یہ نیت کہ منہ میرا قبلہ کی طرف ہے شرط نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قبلہ سے اعراض کی نیت نہ ہو۔ (در مختار)

۱۲۔ ایک نماز شروع کرنے کے بعد دوسری کی نیت کی، تو اگر تکبیر جدید کے ساتھ ہے، تو پہلی جاتی رہی، دوسری شروع ہو گئی، ورنہ وہی پہلی ہے۔ خواہ دونوں فرض ہوں یا پہلی فرض دوسری نفل یا پہلی نفل دوسری فرض۔ (عالمگیری)

اور یہ اس وقت ہے کہ دوبارہ نیت نہ بان سے نہ کرے، ورنہ پہلی بہر حال جاتی

رہی۔ (دہندیہ)

۱۳۔ نماز بہ نیتِ فرض شروع ہوگئی، پھر درمیان میں یہ گمان کیا کہ نفل ہے اور نیتِ نفل نماز پوری کی تو فرض ادا ہوئے اور اگر نماز بہ نیتِ فرض شروع کی اور درمیان میں نفل کا گمان کیا اور اسی گمان کے ساتھ پوری کی تو نفل ہوئی۔ (عالمگیری)

۱۴۔ اگر دل میں نماز توڑنے کی نیت کی، مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو وہ بدستور نماز میں ہے (درمختار) جب تک کوئی فعل منافی نماز نہ کرے۔

۱۵۔ مقتدی کو اقتدا کی نیت بھی ضروری ہے اور امام کو نیتِ امامت مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری نہیں۔ یہاں تک کہ اگر امام نے یہ قصد کر لیا کہ میں فلاں کا امام نہیں ہوں اور اس نے اس کی اقتدا کی نماز ہوگئی، مگر امام نے امامت کی نیت نہ کی تو ثوابِ جماعت نہ پائے گا اور ثوابِ جماعت حاصل ہونے کے لیے مقتدی کی شرکت سے پیشتر نیت کر لینا ضروری نہیں، بلکہ وقتِ شرکت بھی نیت کر سکتا ہے۔ (درمختار)

۱۶۔ مقتدی نے اگر صرف نماز امام یا فرض امام کی نیت کی اور اقتداء کا قصد نہ کیا، تو نماز نہ ہوئی۔ (عالمگیری)

۱۷۔ مقتدی نے بہ نیتِ اقتدا یہ نیت کی کہ جو نماز امام کی، وہی نماز میری تو جائز ہے۔ (عالمگیری)

۱۸۔ نماز جنازہ کی نیت یہ ہے کہ نماز اللہ کے لیے اور دعا اس میت کے لیے (درمختار)

۱۹۔ سجدہ تلاوت میں نیتِ تعیین ضروری ہے، مگر جبکہ نماز میں فوراً کیا جائے اور سجدہ شکر اگرچہ نفل ہے، مگر اس میں بھی نیتِ تعیین درکار ہے یعنی یہ نیت کہ شکر کا سجدہ کرتا ہوں (درمختار)

۲۰۔ سجدہ سہو کو درمختار میں لکھا کہ اس میں نیتِ تعیین ضروری نہیں، مگر نہر الفائق

میں ضروری سمجھی اور یہی ظاہر تر ہے۔ (ردالمحتار)

۲۱۔ نماز خالصتاً اللہ شروع کی، پھر معاذ اللہ ریاضی آمیزش ہوگئی تو شروع کا اعتبار

کیا جائے گا۔ (عالمگیری، درمختار)

پورا ریا یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ہے، اس لیے پڑھتا ہے، ورنہ پڑھتا ہی نہیں اور اگر یہ صورت ہے کہ تنہائی میں پڑھتا تو، مگر اچھی طرح نہ پڑھتا اور لوگوں کے سامنے خوبی کے ساتھ پڑھتا ہے، تو اس کو اصل نماز کا ثواب ملے گا اور اس خوبی کا نہیں۔ (درمختار)

۲۲۔ نماز خلوص کے ساتھ پڑھ رہا تھا، لوگوں کو دیکھ کر یہ خیالی ہوا کہ ریا کی مداخلت ہو جائے گی یا شروع کرنا چاہتا تھا کہ ریا کی مداخلت کا اندیشہ ہوا تو اس کی وجہ سے ترک نہ کرے، نماز پڑھے اور استغفار کر لے۔ (ردالمحتار)

نیت یوں کرنا چاہیے:

نیت کی میں نے آج کی دو رکعت نماز فرض، واسطے اللہ تعالیٰ کے وقت فجر، منہ کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔

امام اس پر اتنا لفظ اور زائد کرے؟ میں امام اس جماعت کا اور مقتدی یہ الفاظ بڑھائے: "میں پیچھے اس امام کے" اسی طرح وقت اور نماز کو تبدیل کر کے نیت کرے، مثلاً سنت پڑھتا تو سنت کا نام لے اور عصر کی نماز پڑھنی ہے تو عصر کا وقت کہے۔

۶۔ تکبیر تحریمہ

رب عزوجل فرماتا ہے:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔ (اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی)

نیاز مندی و عبودیت کا وہ جذبہ جس کے تحت ایک بندہ خدا ہر قسم کی نجاستوں اور حدیث اصغر و حدیث اکبر کی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو کر صاف ستھرے لباس سے مزین ہو کر کعبہ معظمہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے، اسی جذبہ نیاز مندی کی تکمیل کی پہلی سیڑھی

یہ ہے کہ اب وہ دنیاوی تاثرات جو ہمہ اوقات اس کے دل و دماغ پر چھاتے رہتے ہیں، انسان ان سے خالی الذہن ہو کر بڑی سے بڑی طاقت سے منہ موڑ کر تمام علاقوں اور تعلقوں کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے اور اپنی زبان و لسان مقال سے رب العالمین کی کبریائی و بڑائی کا اعلان کرے۔ رب قدوس جل و علا کی کبریائی و بزرگی ہی وہ چیز ہے جس کے آگے ہر بڑی سے بڑی طاقت کی بڑائی لاشعہ محض بلکہ معدوم ہے۔ کائنات ہستی میں صرف اللہ ہی ہے جس کی کبریائی و عظمت کے سامنے کسی کی بڑائی اور عظمت تصور میں نہیں آسکتی۔

ہاں ہاں! اسی کی کبریائی کا اعلان پنجوقتہ مسجد کے گوشوں سے ہوتا ہے اور جب تک زمین و آسمان قائم ہیں ہوتا رہے گا۔ اذان میں کلمۃ اللہ اکبر کی چار مرتبہ تکرار بساطِ عالم کے مشرقی مغربی شمالی و جنوبی گوشوں میں بسنے والے انسانوں کو آگاہ کر رہی ہے کہ وہ ہے جس کی کبریائی کی شانیں ہر چہار طرف اپنا رنگ جماتے ہوئے ہیں۔ زمین و آسمان میں کوئی بڑا بڑا نہیں، کبریائی اسی کے لیے اور اسی کو زیبا۔

تکبیر تحریمیہ میں زبان سے ان کلمات کو ادا کرنا اسی لیے شرط ہے کہ دل و دماغ میں اس کی کبریائی کی جو شہادتیں پائی جا رہی ہیں، اسے زبان سے بھی ادا کر دتا کہ دل و زبان ہم رنگ رہیں جو دل میں ہے، وہ زبان پر آئے، جو زبان پر ہے، وہ دل میں سمائے۔

مسائل متعلقہ

احادیث اس بارے میں بہت ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر سے نماز شروع فرماتے۔ جیسا کہ حضرت امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت امام بخاری نے حضرت نافع سے اور حضرت ابن ماجہ نے حضرت ابی حمید الساعدی سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہاں چند مسائل محفوظ رکھیے:

۱۔ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمیہ رکن ہے، باقی نمازوں میں شرط۔ (در مختار)

۲۔ فرض کی تحریمہ پر نفل نماز کی بنا کر سکتا ہے، مثلاً عشاء کی چاروں رکعتیں پوری کر کے بغیر سلام پھیرے سنتوں کے لیے کھڑا ہو گیا، تو سنتیں ہو جائیں گی، لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر قصداً نہ ہو، تو حرج نہیں۔ مثلاً ظہر کی نماز چار رکعت پڑھ کر قعدہ اخیرہ کر چکا تھا، اب خیال ہوا کہ دو ہی پڑھیں، اٹھ کھڑا ہوا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا۔ اب معلوم ہوا کہ چار ہو چکی تھیں، تو یہ رکعت نفل ہوئی، اب ایک اور پڑھ لے کہ دو رکعتیں ہو جائیں، تو یہ بنا بقصد نہ ہوئی، لہذا اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (در مختار۔ ردالمحتار)

۳۔ ایک نفل پر دوسرے نفل کی بنا کر سکتا ہے اور ایک فرض کی دوسرے فرض پر بنا نہیں ہو سکتی۔ (در مختار)

۴۔ غیر نماز جنازہ میں اگر کوئی نجاست لیے ہوئے تحریمہ باندھے اور اللہ اکبر ختم کرنے سے پہلے پھینک دے، تو نماز منعقد ہو جائے گی۔ یونہی بروقت ابتدائے تحریمہ ستر کھلا ہوا تھا یا قبلہ سے منحرف تھا اور تکبیر سے فارغ ہونے سے پہلے عمل قلیل کے ساتھ ستر چھپا لیا یا قبلہ کو منہ کر لیا، تو نماز منعقد ہو گئی۔ (ردالمحتار)

فرائض نماز

جن افعال سے تعظیم ظاہر ہوتی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی کسی کے روبرو دست بستہ کھڑا ہو جائے، اس کی تمام تر توجہ جاسی کی جانب مرکوز ہو اور کسی اور طرف قطعاً التفات نہ کرے۔ بیٹے کا باپ کے روبرو، شاگرد کا استاد کی حضوری میں غلام آقا کی موجودگی میں رعایا کا بادشاہ کی اطاعت گزاری میں ہاتھ باندھے کھڑے رہنا اور ہمہ تن ہو کر قیام کرنا ہمارا رات دن کا یہ مشاہدہ اور آئے دن کا تجربہ ہے اور ہم میں سے جو عقل و فہم سے بہرہ ور ہیں اور ہوش و حواس سے بیگانے نہیں ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ نیاز مندی اور خضوع

کے اظہار کے لیے اس سے بہتر و برتر کوئی صورت نہیں کہ انسان کے سامنے کھڑے ہو کر دست بستہ ہو جائے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ ایک غلام ایک بندۂ بے دام کو اپنے آقا و مولیٰ کے روبرو کچھ عرض معروض کرنا ہو، اپنی کچھ التجائیں زبان پر لانا ہوں، اپنی حاجت روائیوں کے لیے آقا کی چشم عنایت کی درخواست کرنی ہو، فرمانبرداری و اطاعت گزاری کا عہد و پیمان کرنا یا گزشتہ عہد و پیمان کو دہرانا ہو تو اس وقت وہ باسلیقہ غلام ہی کرتا ہے کہ آقا کے روبرو دست بستہ نظر میں نیچے جمائے، ہر طرف سے توجہ ہٹائے کھڑا ہو جائے اور یہی کھڑا ہونا، اس کی نیاز مندی و فرمانبرداری کی علامت ہے اور یہی جذبہ نیاز مندی جب انسان کو کسی کی مزید تعظیم اور اپنی کامل اطاعت کے اعلان پر ابھارتا ہے تو وہی دست بستہ قیام اب انسان کو اس پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے معظم کے روبرو تسلیم خم کر دے، چنانچہ وہی نیاز مندی کا داعیہ اُسے کمان کی صورت میں معظم کے سامنے جھکا دیتا ہے اور فی الواقع یہ ایک ایسی حالت ہے کہ آدمی تو آدمی، جانور اور چوپائے بھی اپنی کامل اطاعت و فرماں برداری یا تسلیم و نیاز مندی کا اعلان اسی سے کرتے ہیں۔

اور اس سے بھی زیادہ جسے انتہائی تعظیم کہنا چاہیے، یہ ہے کہ آدمی اپنے چہرے کو جو اُس کے جسم کا شریف ترین حصہ ہے۔ اپنے معظم کے روبرو فرش خاک پر رکھ دے اور انتہائی عاجزی کے اظہار کے لیے اپنی پیشانی خاک آلود کر لے۔

جملہ اقوام عالم کے عقلاء۔ ان افعال کو اسی ترتیب کے ساتھ تعظیمی افعال تسلیم کرتے ہیں اور اپنے معظمین کی انتہائی تعظیم ظاہر کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

نماز کے بنیادی ارکان تین ہیں:

۱۔ انسان کا دل اپنے مالک و مولیٰ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کے سامنے جھک جائے اور اس کی بزرگی و جلال کا قلب معترف ہو۔

۲۔ زبان پر اس کی تقدیس و ثنا کے ترانے ہوں، اپنی قلبی کیفیات کا زبان سے اعتراف کرے۔

۳۔ اس کے اعضاء و جوارح پر بندگی و نیاز کے آثار نمایاں ہوں اور اب دیکھ جائیے کہ مسلمان کی نماز از اول تا آخر اسی نیاز مندی کا مرقع اور اسی اعتراف عجز و انکسار کی تصویر ہے۔ نمازی آدمی تکبیر تحریمہ کہتے ہی تمام تعلقات سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور سارے علاقوں کے دروازے اپنے اوپر بند کر لیتا ہے اور سب سے روگرداں ہو کر ایک باہمیقتہ اور فرمانبردار غلام کی طرح اپنے مالک و مولا کے حضور دست بستہ کھڑے ہو کر بارگاہِ الہی میں عرض معروض کرتا اور اپنی التجائیں زبان پر لاتا ہے۔ مناجات و سرگوشی کی لذتوں میں سرشار ہو کر اس کی قدوسیت و کبریائی، عظمت و جلال کا اقرار کرتے ہوئے حمد و ثنا کے ترانے، تعریف و تحمید کے نغمے گاتا ہوا اپنی آرزوں اور تمناؤں کو بار آور پاتا ہوا دل کے تقاضوں، رُوح کی آمادگیوں، عقل و فہم کے صحیح شعوروں کے ساتھ کمر خم کر دیتا اور رکوع میں جا کر اس سبحان و عظیم کی کبریائی و عظمت کا اعلان اپنی زبان سے بھی کرتا ہے، اپنے عمل سے بھی کرتا ہے اور پھر یہ دیکھ کر کہ اس کی آرزوئیں اور التجائیں شرف قبولیت پا چکی ہیں، قلبی مسترتوں سے لبریز ہو کر حمدِ الہی بجالاتا اور مزید عزتوں اور سر بلندیوں کے حصول کی خاطر اس بے نیاز کی بارگاہ میں نیاز مندانہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے اور خوجہ پسندی و خودنمائی کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور اب اس کا دل اور دل کے ساتھ اس کی زبان دونوں ہی اس پروردگارِ اعلیٰ کی علو و کبریائی کا اعلان کرتے ہیں اور روحانی لذتوں سے سرشار ہو کر نیاز مندانہ کیفیتوں کو قوی تر بنانے کے لیے دوبارہ التجائیں کرتا اور خواہشیں دیتا باوقار طریقے پر بارگاہِ الہی سے رخصت ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ رب تبارک و تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے اعلان کا جو طریقہ نماز میں پایا جاتا ہے، اس کی مثال کہیں اور نہیں مل سکتی۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ اظہارِ تعظیم جو بتدریج ظہور میں آتے، اس تعظیم سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے جسے یک بارگی ظہور میں لانے کی کوشش کی جائے۔

فرضوں کا بیان

بلبات چیزیں نماز میں فرض ہیں:

تکبیرِ تحریمیہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، قعدۂ اخیرہ، خروجِ بطن

تکبیرِ تحریمیہ حقیقتہً یہ شرائطِ نماز سے ہے، مگر چونکہ افعالِ نماز سے اسے

بہت زیادہ اتصال ہے۔ اس وجہ سے فرائضِ نماز میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے اسے

ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی شرطیں، یعنی طہارت، استقبالِ قبلہ، سترِ عورت اور

وقتِ تکبیرِ تحریمیہ کے لیے شرطیں ہیں، یعنی تکبیر ختم ہونے سے قبل ان شرطوں کا پایا جانا

ضروری ہے۔ اگر اللہ اکبر کہہ چکا اور کوئی شرط نہ پائی گئی، تو نماز نہ ہوگی۔ (درمختار ردالمحتار)

مسائل متعلقہ

۱۔ جن نمازوں میں قیام فرض ہے، ان میں تکبیرِ تحریمیہ کے لیے قیام فرض ہے، تو

اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا، پھر کھڑا ہو گیا، نماز شروع ہی نہ ہوتی۔ (درمختار)

۲۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ تکبیر کہتا ہوا رکوع میں گیا، یعنی تکبیر اس وقت ختم کی

کہ ہاتھ بڑھائے، تو گھٹنے تک پہنچ جائے، نماز نہ ہوتی۔ (ردالمحتار)

۳۔ مقتدی نے لفظ اللہ، امام کے ساتھ کہا، مگر اکبر کو امام سے پہلے ختم کر چکا تو

نماز نہ ہوتی۔ (درمختار)

۴۔ جو شخص تکبیر کے تلفظ پر قادر نہ ہو، مثلاً گونگا ہو یا کسی اور وجہ سے زبان بند ہو،

اس پر لفظ واجب نہیں۔ دل میں ارادہ کافی ہے (در مختار)

۵۔ اگر بطور تعجب اللہ اکبر کہا یا مؤذن کے جواب میں کہا اور اسی تکبیر سے نماز شروع کر دی،

نماز نہ ہوئی۔ (در مختار)

۶۔ اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ جو خاص تعظیم الہی کے الفاظ ہوں، مثلاً اللہ اجل،

یا اللہ اعظم، یا اللہ کبیر، یا اللہ الرحمن اکبر یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ وغیرہ الفاظ تعظیمی کہے تو ان سے بھی ابتدا ہو جائے گی، مگر یہ تبدیلی مکروہ تحریمی ہے۔

(عالمگیری، ردالمحتار)

۷۔ اور اگر دعا یا طلب حاجت کے لفظ ہوں، مثلاً اللھم اغفر لی تو نماز منعقد نہ ہوئی۔

یونہی اگر صرف لفظ اللہ یا اجل کہا، اس کے ساتھ لفظ اللہ نہ ملایا جب بھی نہ ہوئی۔

اور اگر صرف اللہ یا یا اللہ یا اللھم کہا ہو جائے گی۔ (ردالمحتار۔ عالمگیری)

۸۔ لفظ اللہ کو اللہ یا اکبر کو اکبر یا اکبر کہا نماز نہ ہوگی، بلکہ ان کے معانی

فاسدہ سمجھ کر قصداً کہے تو کافر ہے۔ (در مختار)

۹۔ نفل کے لیے تکبیر تحریمیہ رکوع میں کہی، نماز نہ ہوئی اور بیٹھ کر کہتا تو ہو جاتی (ردالمحتار)

۱۰۔ پہلی رکعت کا رکوع مل گیا، تو تکبیر اولیٰ کی فضیلت پا گیا۔ (عالمگیری)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس دن

باجماعت نماز پڑھے اور تکبیر اولیٰ پاتے، اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جاتیں گی،

ایک دوزخ سے، دوسری نفاق سے۔ (ترمذی)

دوسرا فرض قیام

مسائل متعلقہ

- ۱۔ کمی کی جانب اس کی حد یہ ہے کہ ہاتھ پھیلائے، تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں اور پورا قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو۔ (در مختار۔ ردالمحتار)
- ۲۔ قیام اتنی دیر تک ہے جتنی دیر تک قرأت ہے، یعنی قرأت فرض کے بقدر قیام فرض ہے اور بقدر قرأت واجب، قیام واجب ہے اور بقدر قرأت مسنونہ قیام مسنون ہے۔ (در مختار) اور پہلی رکعت میں قیام فرض میں تکبیر تحریمیہ کی مقدار بھی شامل ہوگی اور قیام مسنون میں ثنا تعوذ اور تسمیہ کی مقدار بھی۔ (افادات رضویہ)
- ۳۔ فرض، وتر، عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ اگر بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا، نہ ہوں گی۔ (در مختار)
- ۴۔ اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑے ہو کر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے، پھر بیٹھ جائے۔ (غنیہ)
- ۵۔ ایک پاؤں پر کھڑا ہونا، یعنی دوسرے کو زمین سے اٹھا لینا مکروہ تحریمی ہے اور اگر عذر کی وجہ سے ایسا کیا، تو عرج نہیں۔ (عالمگیری)
- ۶۔ اگر اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے جائے، تو وہاں کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا۔ گھر میں پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے۔ جماعت میسر ہو تو جماعت سے، ورنہ تنہا (در مختار)

- ۶۔ جس شخص کو کھڑے ہونے سے قطرہ آتا ہے یا زخم بہتا ہے اور بیٹھنے سے نہیں اور کسی طور پر اس کی روک بھی نہیں کر سکتا، تو اس پر فرض ہے کہ بیٹھ کر پڑھے۔ (در مختار)
- ۸۔ کشتی پر سوار ہے اور وہ چل رہی ہے، تو بیٹھ کر اس پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ (غنیہ)
- یعنی جبکہ چکر آنے کا گمان غالب ہو اور کنارے پر نہ اتر سکتا ہو۔
- ۹۔ نفل نماز میں تھک گیا، تو دیوار یا عصا پر ٹیک لگانے میں عرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں کچھ عرج نہیں۔ (در مختار)
- ۱۰۔ کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں، بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ:
- ا) کھڑا نہ ہو سکے۔
- ب: یا سجدہ نہ کر سکے۔
- ج: یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے۔
- د: یا چوتھائی ستر کھلتا ہے۔
- س: یا قرأت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔
- ص: یا کھڑے ہونے سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے۔
- ط: یا دیر میں اچھا ہوگا۔
- ع: یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی۔ (غنیہ)

تنبیہ ضروری

آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا، خفیف سی تکلیف ہوتی تو بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھی ہوں، ان کا اعادہ کریں کہ فرض ہے۔

یونہی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا، مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا اور اس نے بیٹھ کر پڑھیں، تو وہ نمازیں بھی نہ ہوتیں۔ ان کا پھیرنا بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یونہی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا، مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا اور اس نے بیٹھ کر پڑھیں، تو وہ نمازیں بھی نہ ہوتیں، ان کا پھیرنا بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یونہی آجکل جو بڑے نمازی کہلاتے ہیں، ان کی حالت یہ دیکھی جا رہی ہے کہ بخار آیا ذرا شدت ہوئی، نماز چھوڑ دی، کوئی پھڑبانکل آئی، نماز چھوڑ دی، بلکہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ درد سر اور زکام میں بھی نمازوں کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسے لوگوں کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ شریعتِ مطہرہ نے بعض نادر صورتوں کے سوا کسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں فرماتی، بلکہ یہ حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ادا کرے۔ جب تک اشارے سے بھی پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے، تو انہیں وعیدوں کا مستحق ہے جو بے نمازیوں کے لیے وارد ہیں۔

اللَّهُمَّ وَقِفْنَا لِمَا يُحِبُّ وَتَوَضَّئِ

تیسرا فرض قرأت قرآن

یعنی

جتنا میسر آئے قرآن عظیم پڑھنا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بموجب کہ ”بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس کے لیے جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کے اوپر دروگاہ کے درمیان حجابات ہٹا دیے جاتے ہیں۔“ مسلمان بندہ اپنے رب سے جس ہم کلامی اور سرگوشی مناجات و راز و نیاز کی لذتوں کی خاطر جسم کی پاکی بدن کی طہارت، جگہ کی صفائی کی منزلیں طے کرتا، ہر علاقہ اور تعلق سے منہ موڑتا، ہر رشتہ اور رابطہ کے دروازے اپنے اوپر بند کرتا، اللہ تبارک و تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کا اعلان کرتا، ساری دنیا سے روگردانی کرتا سلیقہ شعار غلام کی مانند دست بستہ نظر میں جھکائے کھڑا ہوا تھا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اپنی معروضات بارگاہِ الہی میں پیش لائے۔ ادب کے ساتھ قانونِ شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے، اپنی درخواست دربارِ خداوندی میں حاضر کرے، لیکن درخواست انہیں الفاظ و عبارات کے ساتھ مقبول ہوگی جو اس کے دربار میں مقبول ہیں۔ ہاں ہاں! وہی عبادتیں جو ادب و تہذیب کے اعلیٰ نمونے ہیں جن پر فصاحت و بلاغت کو ناز ہے۔ وہی الفاظ جو ہیرے اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہیں۔ نہیں نہیں، بلکہ ہیرے جواہرات کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں اور یہ ہیں قرآنی عبارتیں، کلامِ الہی کی آیتیں، جنہیں ہم اس کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، انہیں میں حمد و ثنا بھی ہے، انہیں میں عرض و دعا بھی۔

رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے :

فَاقْرَأْهُ وَمَا تَلَيْمَر مِنَ الْقُرْآنِ - (قرآن سے جو میسر آئے پڑھو)

اور فرماتا ہے :

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ط

(جب قرآن کریم پڑھا جائے، تو اسے سنو اور چپ رہو، اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ)

ان آیات کریمہ سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ نماز میں مطلق قرأت فرض ہے، کسی خاص سورۃ یا آیت کا پڑھنا نماز کے ارکان میں

داخل نہیں، ”ورنہ جتنا آسان ہو، اتنا پڑھو“ پر عمل باقی نہیں رہتا۔

۲۔ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے نماز میں، خواہ نماز کے علاوہ اس وقت سننا اور

خاموش رہنا واجب و لازم ہے۔

اب جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور

خاموش رہنے کے باب میں ہے، یعنی یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم امام کے پیچھے ہو تو قرأت نہ کرو،

بلکہ خاموش رہو اور اگر امام کی آواز بھی تم تک آرہی ہے، تو پوری توجہ اور انہماک سے قرآن سنو۔

تفسیر خزان العرفان میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے

کہ آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ نماز میں امام کے ساتھ قرأت کرتے ہیں، تو نماز سے فارغ ہو کر

فرمایا، کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کے معنی سمجھو۔

غرض اس آیت سے قرأت خلف امام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور حدیث کوئی

ایسی نہیں ہے جس کو اس کے مقابل حجت قرار دیا جاسکے۔ قرأت خلف امام کی تائید میں

سب سے زیادہ اعتماد جس حدیث پر کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ لا صلوة الا لفاتحة الكتاب

(جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں، مگر اس حدیث سے قرأت خلف امام کا وجوب

تو ثابت نہیں ہوتا، صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز کامل نہیں ہوتی۔

تو جبکہ حدیث قراءۃ الامام لہ قراءۃ (امام کی قرأت اس کی قرأت ہے) سے ثابت ہے کہ امام کا قرأت کرنا ہی مقتدی کا قرأت کرنا ہے، تو جب امام نے قرأت کی اور مقتدی ساکت رہا، تو اس کی قرأت حکمیہ ہوتی، اس کی نماز بے قرأت کہاں رہی، یہ قرأت حکمیہ ہوگی۔ تو امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے سے قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور قرأت کرنے سے آیت کا اتباع ترک ہوتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

احادیثِ کریمہ

۱۔ امام بخاری و مسلم نے عبادہ بن ثابت رضی تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں، یعنی نماز کامل نہیں ہے۔

۲۔ چنانچہ دوسری روایت صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے فہی خداح وہ نماز ناقص ہے۔

۳۔ امام محمد و ترمذی و حاکم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ اسی کے مثل امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی اور امام حلی نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۴۔ امام ابو جعفر شرح معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے (تراپ خلف امام، یعنی امام کے پیچھے تراپ پڑھنے کے متعلق) سوال ہوا ان سب حضرات نے فرمایا، امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے۔

۵۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے موطا میں روایت کی کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا: خاموش رہ کہ نماز میں شغل ہے، اور امام کی قرأت تجھے کافی ہے۔

۶۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں درست رکھتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں انگارا ہو۔ (موطا امام محمد عبدالرزاق، دارقطنی)۔
۷۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں جو کوئی امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (عبدالرزاق، موطا امام محمد)

۸۔ حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی، اس نے فطرت سے خطا کی۔ (ابن ابی شیبہ - عبدالرزاق - دارقطنی)

ایک علمی لطیفہ

ہمارے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کچھ لوگ اس نیت سے جمع ہو کر آئے کہ قرأتِ خلفِ امام کے مسئلہ کے بارے میں امام صاحب سے گفتگو کریں۔

۱۔ اقوال صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ملک شام گیا دو رکعت نماز پڑھ کر دعائے الہی مجھے کوئی نیک ہمنشین میسر نہ آیا۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا، ان کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے اور میرے برابر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ کوئی نیک ہمنشین مجھے میسر کرے، اللہ تعالیٰ نے آپ سے ملا یا۔ فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا اہل کوفہ سے فرمایا کیا تمہارے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود نہیں ہیں، وہ نعلین و مسندِ خواب و ظروف و وضو و طہارت، یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں، نعلین مبارک اٹھا کر رکھیں، اٹھتے وقت سامنے حاضر کریں، سوتے وقت بچھونا بچھائیں۔ اوقاتِ نماز پر پانی حاضر لائیں۔ ظاہر ہے کہ انہیں خلوت و جلوت ہر حالت میں کسی ملازمت دائمی کی دولت نصیب ہوئی، پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے؟ قال القاضی کما نقلہ فی الموقاة۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے آدمیوں سے میں تنہا کیونکر بحث کر سکتا ہوں کہ ہر طرف سے سوالات ہوں گے، تو سب کو ایک دم جواب نہ دے سکوں گا اور یوں یہ بحث ہی ناقص رہے گی، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں جو کہ سب کا نمائندہ ہو اور سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل۔ اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے۔ لوگوں نے آپ کی اس شرط کو بلا تامل ہنسسی خوشی منظور کر لیا۔ اب امام صاحب نے فرمایا کہ جب تم نے تسلیم کر لیا کہ اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر ہے، تو بحث کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کر دیا، اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کا کفیل ہے۔ لوگ اس جواب کو سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور خاموشی واپس لوٹ گئے۔

یہاں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شرعی مسئلے کو صرف عقلی طور پر طے کر دیا، بلکہ حقیقت یہ اس حدیث کی توثیح ہے جو بسند صحیح رسول اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے،

مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَرَأَ الْإِمَامِ قِرَاءَةً لَهُ -

(جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرات اس کی قرات ہے)

ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے، تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے، تم چپ رہو۔

یونہی صحیح مسلم میں ابوہریرہ وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جب امام قرأت کرے، تو تم چپ رہو۔

فائدہ جلیلہ

مناقب حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عقل وراثت، فراست و تدبیر، تیزی ذہن، قوتِ حافظہ، ذہانت و طباعی، دقیقہ سنجی و نکتہ آفرینی، دقتِ نظر اور وسعتِ معلومات امام صاحب کے وہ مشہور و معروف اوصاف ہیں جن کو موافقین تو موافقین، مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے اور اسلام و مسلمین میں جو مرتبہ آپ کو حاصل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جس کثرت سے آپ کی سوانح عمریاں لکھی گئیں کسی اور کی نہیں لکھی گئیں۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں ہی میں نہیں، یورپ کی زبانوں میں بھی آپ کی متعدد سوانح عمریاں تصنیف ہوئیں اور فقہاء و مجتہدین و ائمہ دین میں امامِ اعظم وہ بزرگ ہیں جن کے واقعات زندگی کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتنا کیا گیا اور آپ کی علمی تحقیقات و اجتہادات کے روبرو عوام و خواص اہل اسلام نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

امام باللہ سیدی حضرت عبدالوہاب شمرانی قدس سرہ کہ جو اکابر علمائے شافعیہ سے ہیں، میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار حضرت علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ بھی شافعی ہیں، فرماتے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کے کشف کے سوا وہاں کسی کے علم کی رسائی نہیں۔

استاذ المحدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، استاد امامِ اعظم نے فرمایا کہ اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار۔ اور اے ابوحنیفہ تم نے دونوں کٹائے لیے لیے۔

امام اجل حضرت سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہیں، اور فرمایا ابوحنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ

میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا، دُور ہے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا، تمام جہان میں کسی کی عقل ابوحنیفہ کے مثل نہیں۔

حضرت امام علی بن عاصم نے کہا اگر ابوحنیفہ کی عقل تمام رُوتے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے، تو حضرت ابوحنیفہ کی عقل غالب آجائے۔

حضرت امام بکر بن حبیش نے کہا کہ اگر ان کے ساتھ تمام اہل زمانہ کی مجموع عقلوں کے

ساتھ وزن کریں، تو ایک ابوحنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ و اکابر و مجتہدین و محدثین و عارفین سب کی عقل پر غالب آجائے۔

حضرت محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی ایک ایک حرکت، یہاں تک کہ

بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا ہے۔

خارجہ بن مصعب کہا کرتے تھے کہ میں کم و بیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں جن میں قتل

صرف تین چار شخص دیکھے، ان میں سے ایک امام ابوحنیفہ تھے۔

پھر حضرت امام اعظم کے فقہ و اجتہاد کا تمام ممالک اسلامیہ میں اس وسعت و ترقی کے ساتھ

رواج پانا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا طریقہ فقہ انسانی ضرورتوں کے مطابق نہایت

مناسب اور فطرت انسانی کے لیے نہایت موزوں تھا اور ہے۔ بالخصوص تمدن کے ساتھ

جس قدر آپ کے فقہ و اجتہاد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنان حکومت جن لوگوں

کے ہاتھ میں رہی، وہ اکثر حنفی تھے۔ خاندان سلجوقی جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت

کی تھی، حنفی تھا۔ محمود غزنوی فقہ حنفی کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ میں اس کی ایک نہایت

عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام "التفریح" ہے اور جس میں کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں۔

صلاح الدین فاتح بیت المقدس خود اس کا خاندان مذہباً حنفی تھا، سلاطین ترک جو

کم و بیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا خوانین اور آل تیمور اسی مذہب کے پابند رہے اور ان

کی وسیع سلطنت میں اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ کو رواج نہ ہو سکا۔ (امام اعظم،

اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لانے والے ہیں۔ اگر وہ مجتہد ہیں تو تمام مسائل میں ان کا اجتہاد، ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق ہوگا اور طریقہ حنفیہ ہی پر وہ نمازیں ادا کریں گے۔ نہ یوں کہ آپ مقلد حنفی ہوں گے، بلکہ یوں کہ ستید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح فرمائیں گے۔ اس دن کھل جائے گا کہ اللہ ورسول کو سب سے زیادہ پسند مذہب حنفی ہے۔ غرض ان کے زمانے میں تمام مذاہب منقطع ہو جائیں گے اور صرف مسائل مذہب حنفی باقی رہیں گے۔

اسی لیے اکابر ائمہ کشف نے فرمایا ہے کہ شریعت کبریٰ کے چشمہ سے بہت نہریں نکالیں اور تھوڑی تھوڑی دور جا کر خشک ہو گئیں، مگر مذاہب اربعہ کی چاروں نہریں پورے جوش و آب و تاب کے ساتھ بہت دور تک بہیں، آخر میں جا کر وہ تین نہریں بھی تھم گئیں اور صرف مذہب حنفی کی نہر اخیر تک جاری رہی۔ والحمد للہ رب العالمین۔ یہ کشف بزرگان شافعیہ کا ہے۔
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (الملفوظ عطا، فاضل بریلوی قدس سرہ)

مسلمانو! انصاف،

ان اکابر علماء محدثین و اولیاء کالمین کی تو امام اعظم کے ساتھ یہ عقیدت و کیفیت ہے اور جابلان بے خرد کہ اکابر کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ صرف مشکوٰۃ شریف کی چند احادیث یاد کر کے امام بخاری و مسلم، ترمذی و ابوداؤد، ابن ماجہ و نسائی کا نام لے کر امام کے مقابلے کو تیار ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور لطف یہ ہے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں بھی خلاف کریں گے، آرام نفس ہی کی طرف گریں گے۔ کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح و پسندیدہ نہ ہو جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا ہو۔ مثلاً تراویح میں ۲۰ رکعت چھوڑیں تو ۳۶ کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی ہے،

۴۴ اختیار کیں جو حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور اہل مدینہ کا مذہب تھا۔ ۸ پر گریے کہ آرام کا سبب تھا۔ سچ ہے ع

آں را کہ حیانت از وی بیخ عجب نیست

مسائل متعلقہ

۱۔ قرأت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کیے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ضرور ہے کہ خود سنے اگر حرف تو صحیح ادا کیے جائیں، مگر اس قدر آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع چیز مثلاً شوز و غل یا نقل سماعت (بہلا ہونا) بھی نہیں، تو نماز نہ ہوتی۔ (عامہ کتبی)

۲۔ مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل (جن میں سنتیں بھی داخل ہیں) کی ہر رکعت میں امام و منفرد پر فرض ہے اور مقتدی کو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں۔ نہ فاتحہ نہ آیت، نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہر کی نماز میں، امام کی قرأت مقتدی کے لیے بھی کافی ہے۔ (عامہ کتب)

۳۔ فجر مغرب اور عشاء کی دو پہلی میں اور جمعہ و عیدین و تراویح اور وتر رمضان کی سب رکعتوں میں امام پر جہر واجب ہے اور مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری، چوتھی اور ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (در مختار)

۴۔ جہر کے یہ معنی ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی وہ کہ صفِ اول میں ہیں، سن سکیں۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سن سکے۔ (عامہ کتب)

۵۔ اس طرح پڑھنا کہ فقط دو ایک آدمی جو اس کے قریب ہیں سن سکیں، جہر نہیں، بلکہ آہستہ ہے (در مختار) اور حاجت سے زیادہ بلند آواز سے اس قدر پڑھنا کہ اپنے یاد دوسرے کے

لیے باعث تکلیف ہو، مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

۶۔ دن کے نوافل میں کہ آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اگر تہا پڑھے

تو اختیار ہے اور جماعت سے رات کے نفل پڑھے، تو جہر واجب ہے۔ (ردالمحتار)

۷۔ جہری نمازوں میں منفرد کو اختیار ہے اور افضل جہر ہے، جبکہ ادا پڑھے اور جب قضا

پڑھے، تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

۸۔ فجر کی پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری کے دراز کرنا مسنون ہے اور اس کی مقدار

یہ رکھی گئی ہے کہ پہلی میں دو تہائی، دوسری میں ایک تہائی۔ (عالمگیری)

۹۔ سفر میں اگر امن و قرار ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں سورۃ بروج یا اس کی مثل سوتیں

پڑھے اور عصر و عشاء میں اس سے چھوٹی اور مغرب میں قصار مفصل کی چھوٹی سورتیں اور جلدی ہو

تو ہر نماز میں جو چاہے پڑھے۔ (عالمگیری)

۱۰۔ حضر یعنی غیر سفر میں جبکہ وقت تنگ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے

اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل۔ اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد

دونوں کا ایک حکم ہے۔ (ردالمحتار، وغیرہ)

فائدہ ۵: سورۃ حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں،

اس کے تین حصے ہیں۔ سورۃ حجرات سے بروج تک طوال مفصل اور بروج سے لہر یکن

تک اوساط مفصل اور لہر یکن سے آخر تک قصار مفصل۔

۱۱۔ بہتر یہ ہے کہ اور نمازوں میں بھی پہلی رکعت کی قرأت دوسری سے قدرے زیادہ ہو۔

یہی حکم جمعہ و عیدین کا بھی ہے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے جبکہ کوئی مجبوری نہ ہو اور

مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں پوری قل اعوذ برب الناس پڑھی، تو

اب دوسری میں بھی یہی پڑھے۔ (ردالمحتار)

۱۳۔ مجھول کر دوسری رکعت میں اوپر کی سورت شروع کر دی یا ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ ہو گیا، پھر یاد ہو گیا، تو جو شروع کر چکا ہے، اسی کو پورا کرے، اگرچہ ابھی ایک ہی لفظ کیوں نہ پڑھا ہو، مثلاً پہلی میں قل یا ایہا الکفرون پڑھی اور دوسری میں الم تو کیف یا قبتت یداً شروع کر دی، تو اب یاد آنے پر اسی کو ختم کرے، اسے چھوڑ کر اذا جاء پڑھنے کی اجازت نہیں۔ (درمختار)

۱۴۔ پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھی اور دوسری میں ایک چھوٹی سورت درمیان سے چھوڑ کر پڑھی تو مکروہ ہے اور اگر وہ درمیان کی سورت بڑی ہے کہ اس کو پڑھے تو دوسری کی قرأت پہلی سے طویل ہو جائے گی، تو کوئی حرج نہیں، جیسے والستین کے بعد انا انزلناہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اذا جاء کے بعد قل هو اللہ پڑھنا نہ چاہیے۔ (درمختار)

۱۵۔ فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرے اور تادمح میں متوسط (درمیان)، انداز پر اور رات کے نوافل میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے، مگر ایسا پڑھے کہ سمجھ میں آسکے، یعنی کم از کم مد کا جو حصہ قاریوں نے رکھا ہے اس کو ادا کرے، ورنہ حرام ہے، اس لیے کہ ترسیل سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہے۔ (درمختار، معالمناز، یعنی رعایت وقوف اور ادائے محارج کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ ہر حرف اپنے محرج سے ادا ہو اور دوسرے سے ممتاز ہو جائے۔)

آجکل کے اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا تو ادا ہونا اور تصحیح حروف تو بڑی بات ہے۔ يعلمون تعلمون کے سوا کسی لفظ کا پتہ بھی نہیں چلتا، اس طرح قرآن مجید حرام سخت ہے۔

۱۶۔ سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے، مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں، ان کو کبھی کبھی تبرکاً پڑھ لینا مستحب ہے، مگر ہمیشہ پڑھتے رہنا نہ چاہیے کہ کوئی واجب گمان نہ کر لے۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

۱۷۔ فرائض کی پہلی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں اور دوسری میں دوسری جگہ سے چند آیتیں پڑھیں۔ پھر اگرچہ اسی صورت کی ہوں، تو اگرچہ درمیان دو یا زیادہ آیتیں رہ گئیں تو حرج نہیں

مگر بلا ضرورت ایسا نہ کرے اور اگر ایک ہی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں، پھر کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھا، تو مکر وہ ہے اور بھول کر ایسا ہوا، تو لوٹے اور چھوٹی ہوئی آیتیں پڑھے۔ (ردالمحتار)

۱۸۔ پہلی رکعت میں کسی سورۃ کا آخر پڑھا اور دوسری میں کوئی چھوٹی سورت مثلاً پہلی میں

الفحسبتہم اور دوسری میں قل هو اللہ تو حرج نہیں (عالمگیری)

۱۹۔ فرض کی ایک رکعت میں دو سورۃ نہ پڑھے اور منفرد پڑھ لے تو حرج نہیں، بشرطیکہ ان دونوں سورتوں میں فاصلہ نہ ہو اور اگر بیچ میں ایک یا چند سورتیں چھوڑ دیں تو مکر وہ ہے۔ (ردالمحتار)

۲۰۔ قرآن مجید الٹا پڑھنا کہ دوسری میں پہلی والی سے اوپر کی سورۃ پڑھے، یہ مکر وہ تحریمی ہے؛

مثلاً پہلی میں قل یا ایہا الکفرون پڑھی اور دوسری میں المر توفیک (ردالمحتار)

اس کے لیے سخت وعید آئی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو قرآن مجید الٹ کر پڑھتا ہے، کیا خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا دل الٹ دے۔ اور بھول کر ہو تو نہ گناہ نہ سجدہ سہو۔ اور بچوں کی آسانی کے لیے پارہ عم خلافت ترتیب قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔

(ردالمحتار)

۲۱۔ نماز میں اعوذ اور بسم اللہ شریف قرأت کے تابع ہیں اور مقتدی پر قرأت نہیں؛ لہذا تعوذ و تسمیہ بھی ان کے لیے مسنون نہیں۔ ہاں جس مقتدی کی کوئی رکعت جاتی رہی ہو تو جب وہ اپنی باقی رکعت پڑھے، اس وقت ان دونوں کو پڑھے۔ (ردالمحتار)

۲۲۔ تعوذ یعنی اعوذ باللہ پڑھنا صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا ہر رکعت کے اول میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اول سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ قرأت خواہ ستری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جاتے۔

(ردالمحتار، ردالمحتار)

تنبیہات

تنبیہ اول: مولیٰ عزوجل و تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں اور ہمارے اسلام و ایمان کو اس کے نظم و معنی دونوں سے سنوارا۔ مسلمانوں پر حق ہے کہ اسے جیسے اترا ویسا ہی ادا کریں۔ حروف کی آواز بدلنے میں بے شمار جگہ الفاظ ہمل رہتے ہیں یا معنی کچھ سے کچھ سو جاتے ہیں، یہاں تک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام تک کا فرق پڑ جاتا ہے۔ آواز صحیح سے جو معنی تھے، وہ ایمان تھے اور آواز بدلنے پر جو معنی پیدا ہوتے، ان کا اعتقاد صریح کفر۔ تو عیاذ باللہ! وہ کلام اللہ کیونکر ہوا۔ آج کل بلکہ کثیر، بلکہ اکثر خواص نے اس امر عظیم میں جس مدہانت اور لاپرواہی کو اپنا شعار بنایا ہے، وہ بیان کرنے کی چیز نہیں، آتے دن مشاہدہ میں آتی ہے۔ مجالس خیر میں بجائے، پنچائت شریف میں شرکت کیجئے اور بر ملا حافظوں، داعظوں اور مولویوں کو پڑھتے سنیے قل هو اللہ احد ہرگز نہ اللہ احد نے اہد فرمایا، نہ صاحب فتران صلی اللہ علیہ وسلم نے اہد پڑھایا۔ پھر اسے قرآن ٹھہرانا کیونکر بن آیا احد کے معنی میں ایک اکیلا۔ نظیر و شریک سے نرالا اور اہد بے تحفیف دال نحض بے معنی اور بقشد پیدال بزدل، کمزور (والعیاذ باللہ) اللہ عزوجل کو احد ماننا عین اسلام اور معاذ اللہ اہد کہنا صریح دشنام۔ ہاں! یہ صحیح کہ تمہارا مقصود دشنام نہیں، پھر اس سے کیا ہوا۔ یہی ناکہ کفر سے بچ گئے، لیکن یہ تو دیکھو کہ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ تعریف کیجئے اور تعریف ہی کا قصد ہو، مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں۔ کیا ایمانی طاقت و لطافت و اسلامی حمیت اسے کیونکر گوارا کر سکتی ہے اور کیا اس قسم کی لاپرواہیاں درگزر کی جاسکتی ہیں۔ لا واللہ ہرگز نہیں

تنبیہ دوم: ط، ت، س، ث، ص، ذ، ظ، ا، ع، ہ، ح، ض، ذ، ان حروف میں صحیح طور پر امتیاز رکھیں، ورنہ معنی فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ عوام بے چاروں کو جانے دیجئے، خواص کہلانے والوں کو دیکھتے کتنے اس فرض پر عامل ہیں۔

ح کی جگہ ۵۔ ذ کی جگہ ۶۔ ض کی جگہ ۷۔ واد، صاد کی جگہ سین۔ ت کی جگہ صاد، یا ان کا
 عکس پڑھنا جیسے کوئی جرم ہی نہیں، نماز میں کوئی فساد ہی نہیں لانا۔ فانا لله وانا الیہ راجعون
 اور بعض تو س ش۔ مزج اور ق ک میں بھی فرق نہیں کرتے۔ غرض آج کل عام لوگ اس میں
 مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے۔ ان کی نمازیں خود باطل ہیں، امامت تو درکنار۔
 تنبیہ سوم؛ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا اگر اس پر کوشش کرنا ضروری ہے
 اور زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی اور اپنے جیسے دوسروں کی امامت بھی کر سکتا ہے۔
 یعنی اس کی کہ وہ بھی اس حرف کو صحیح نہ پڑھتا ہو اور اگر کوشش نہیں کرتا، تو اس کی خود بھی نہیں ہوتی،
 دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ہوگی اور حروف میں تبدیلی اگر لاپرواہی سے ہے جیسے آج کل کے
 اکثر حفاظ و علماء کہ ادا کرنے پر قادر ہیں، مگر بے خیالی میں حروف تبدیل کر دیتے ہیں، تو اگر معنی فاسد
 ہوں، نماز نہ ہوگی اور اس قسم کی جتنی نمازیں پڑھی ہوں، ان کی قضا لازم ہے۔
 تنبیہ چہارم؛ جس شخص کو کچھ آیتیں یاد ہیں، مگر حروف صحیح ادا نہیں کرتا جس
 کی وجہ سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں، وہ اتنی کے مثل ہے۔ اس پر واجب ہے کہ بقدر فرض
 صحیح قرآن مجید یاد کر لے، ورنہ عند اللہ معذور نہیں۔ (عالمگیری، در مختار، رد المحتار،
 فتاویٰ رضویہ)

چند مسائل قرأت میں نماز

۱۔ ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر فرض عین ہے اور پورے قرآن مجید کا حفظ فرض کفایہ اور سورہ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کی مثل تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجب عین کہ کوئی اس میں معذور نہیں۔ (در مختار)

۲۔ شروع تلاوت میں اعوذ پڑھنا واجب ہے اور ابتدائے سورت میں بسم اللہ سنت، ورنہ مستحب۔ اور درمیان میں کوئی دنیوی کام کرے، تو اعوذ باللہ، بسم اللہ پھر پڑھے اور سورہ براۃ کی ابتداء میں نیا اعوذ جو آج کل حافظوں نے نکالا ہے، بے اصل ہے اور یہ مشہور ہے کہ سورہ توبہ ابتداء بھی پڑھے، جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے، یہ محض غلط ہے۔ (غنیہ۔ بہار شریعت)

۳۔ مجمع میں سب لوگ بلند ترین آواز سے پڑھیں، یہ حرام ہے۔ اکثر نیچوں یا قرآن خوانی کی مجلسوں میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھتے ہیں، یہ حرام ہے۔ اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں (در مختار)

۴۔ جب بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے، تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے، جبکہ وہ مجمع بغرض سننے کے حاضر ہو، ورنہ ایک کا سننا کافی ہے، اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔

غنیہ۔ فتاویٰ رضویہ

۵۔ جو شخص غلط پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتا دے، بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ و حسد پیدا نہ ہو۔ (غنیہ) اسی طرح اگر کسی کا قرآن مجید اپنے پاس عاریت ہے اگر اس میں کتابت کی غلطیاں دیکھے، بتا دینا واجب ہے۔ (بہار شریعت)

۶۔ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے، جبکہ کسی نمازی یا مریض یا سونے والے کو ایذا

نہ پہنچے (غنیہ)

۷۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا بھی اور

ہاتھ سے اس کا چھونا بھی اور یہ سب عبادت ہیں۔ (بہار شریعت)

فائدہ: گرمیوں میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اول شب کو حدیث

میں ہے جس نے شروع دن میں قرآن مجید ختم کیا، شام تک فرشتے اس کے لیے استغفار

کرتے ہیں اور جس نے ابتدائے شب میں ختم کیا، صبح تک استغفار کرتے ہیں۔ (طبرانی، گرمیوں

میں چونکہ دن بڑا ہوتا ہے، تو صبح کے ختم کرنے میں استغفار ملا کہ زیادہ ہوگی اور جاڑوں میں اتنی

بڑی ہوتی ہیں، تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔ (غنیہ)

تنبیہ: قرآن پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

میری امت کے ثواب مجھ پر پیش کیے گئے۔ یہاں تک کہ تنکا جو آدمی مسجد سے نکالتا ہے اور

میری امت کے گناہ مجھ پر پیش کیے گئے، تو اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ آدمی کو سورت

دی گئی اور اس نے بھلا دیا۔ (ابوداؤد - ترمذی)

اور دوسری روایت میں ہے جو قرآن پڑھ کر کھول جائے قیامت کے دن کوڑھی ہو کر

آتے گا۔ (ابوداؤد - نسائی) اور قرآن مجید ہے کہ قیامت کے دن اندھا کے اٹھایا

جائے گا۔

آمین بالجہر کی بحث

- ۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہوا، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)
- ۲۔ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تم نماز پڑھو، تو صفیں سیدھی کر لو، پھر تم میں سے جب کوئی امامت کرے تو جب وہ تکبیر کہے، تم بھی تکبیر کہو اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے، تو آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا (مسلم شریف)
- ۳۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو کھینچا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)
- ۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین اس طرح کہتے کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ کے قریب ہوتے، وہ سُن لیتے تھے۔ (ابوداؤد)
- ۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ چکے تو آمین اس طرح کہتے کہ پہلی صف والے اس کو سُن لیتے اور مسجد میں کھسکھساہٹ پھیل جاتی۔ (ابن ماجہ)
- ۶۔ حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ اعوذ باللہ اور نہ بسم اللہ زور سے پڑھتے اور نہ آمین (طحاوی شریف)

، علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر
 المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہا اور اس میں آواز پست کر دی (ترمذی)
 اقول باللہ التوفیق، احادیثِ کریمہ جو اس باب میں وارد ہوئیں، اگرچہ ان میں اکثر
 بظاہر کلامِ آمین بالجہر کے ثبوت میں لائی جاتی ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ ان تمام احادیث سے
 حضرت امام اعظم و امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا مسلک پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے اور یہی ثابت
 ہوتا ہے کہ نماز میں آمین آہستہ ہی کہنا سنت ہے۔ مثال کے طور پر چند قرآن و اشارات
 سمجھتے چلیے:-

قرینہ اول: حضرت امام بخاری کی حدیث میں ہے کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے
 موافق ہوا، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اس کی شرح میں قاضی عیاض اور ملا
 علی قاری نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ جس کا آمین کہنا، فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہو
 یعنی خشوع و خضوع و اخلاص میں، تو وہ آمین اس کی مغفرت کا سبب ہے اور خشوع کے
 معنی ہیں فروتنی، بلند نکردن آواز، بندداشتن چشم، خوف قلب (منتخب اللغات)
 اور جب خشوع کے یہ معنی ہوتے، تو حدیث شریف کا حاصل یہ نکلا کہ جس طرح فرشتے
 فروتنی اور خوف کے باعث بغیر آواز بلند کیے آمین کہتے ہیں اسی طرح جو مقتدی یا امام
 آہستہ اور پست آواز میں فروتنی کے ساتھ آمین کہے گا، تو یہ آمین اس کی مغفرت کا سبب ہے
 یونہی جو آمین ریاد و نمائش کی آلائش سے پاک ہوگی، وہ آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہے
 اور ظاہر ہے کہ کسی شے کا بغیر ریاد و اظہار کے ہونا بلا تردد اس کی یہی صورت ہے کہ وہ خفیہ
 اور آہستہ کہی جائے کہ جہر میں ریاد و نمائش کا اندیشہ رہتا ہے۔

قرینہ دوم: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین اس طرح کہنا کہ صرف
 صف اول کے وہ لوگ سن سکیں، جو آپ کے قریب ہوتے تھے صاف بتا رہا ہے کہ حضور کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا اگر دوسروں کو سنانے کے لیے ہوتا، تو آپ اس آمین کو اس قدر
 پست آواز سے نہ کہتے کہ سواد و چار آدمیوں کے وہ آواز کسی اور مقتدی کو سنانی نہ دیتی، بلکہ

آمین کہنا اپنے نفس کو سنانے کے لیے تھا جس کو بالقیح پہلی صف کے قریب والے مقتدیوں نے سن لیا اور یہی مسلک ہے امام اعظم و امام مالک کا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

قرینہ سوم، آمین اگر زور سے کہنا ہوتا، تو امام کے آمین کہنے کا پتہ اور موقع بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ جب وہ ولا الضالین کہے، تو تم آمین کہو۔ صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جب وہ آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو۔ دہن مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ کا صحیح مفہوم یہی ہو سکتا ہے کہ جب امام قرأت کر رہا ہے اور تم اس کی آواز سن رہے ہو، تو تم خاموش رہو، ہاں وہ ختم سورۃ فاتحہ پر آہستہ اور پست آواز سے آمین کہے گا کہ جو لوگ اس کی قرأت کی آواز سن رہے تھے، آمین کی آواز نہ سن سکیں گے، لہذا وہ اس موقع پر آہستہ سے آمین کہیں، اس لیے کہ فرشتے بھی آمین کہیں گے اور جس کا آمین ان کے آمین کا ہم کیفیت ہو جائے گا، اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

قرینہ چہارم: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا اگر بالجہر تھا، تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ حضرات حضور کا آمین کہنا روزانہ پنجوقتہ اپنے کانوں سے سنتے رہے اور باوجود اس کے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع کے حریص تھے۔ بالخصوص جبکہ خود حضور یہ فرما چکے کہ تم جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھو، ویسے ہی تم بھی پڑھو۔ ان حضرات نے طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق زور سے آمین کہنے پر عمل نہ کیا، یہاں تک کہ حضور نے انہیں تنبیہ فرمائی، ہرگز نہیں، بلکہ یہ ارشاد فرمانا اسی لیے تھا کہ ان حضرات کو حضور کے آمین کہنے کی خبر نہ ہوتی تھی، اس لیے کہ حضور پست آواز سے آمین کہتے تھے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

قرینہ پنجم، سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مقام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکتہ فرمانا یاد کیا۔ ایک اس وقت جب تکبیر تحریر کہتے کہ اس وقت حضور ثنا پڑھتے، دوسرے جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر فارغ ہوتے

(اور اس وقت حضور پست آواز سے آمین کہتے) (ابوداؤد، ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصدیق کی اور ترمذی و ابن ماجہ اور دارمی نے بھی اس کے مثل روایت کی۔
غرض اس باب میں جو احادیث وارد ہوئیں، وہ صراحتاً یا اشارتاً امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید میں ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مسائل متعلقہ

- ۱۔ امام کی آواز اس کو نہ پہنچی، مگر اس کے برابر والے دوسرے مقتدی نے آمین کہی اور اس نے آمین کی آواز سن لی، اگرچہ اس نے آہستہ سے کہی ہے، تو یہ بھی آمین کہے۔ غرض یہ کہ امام کا والا الضالین کہنا معلوم ہو تو آمین کہنا سنت ہو جائے گا۔ امام کی آواز سننے یا کسی مقتدی کے آمین کہنے سے معلوم ہوا ہو۔ (درمختار)
- ۲۔ ستری نماز میں امام نے آمین کہی اور یہ اس کے قریب تھا کہ امام کی آواز سن لی، تو یہ بھی کہے۔ (درمختار)

فرض چہارم (رکوع)

نماز میں رکوع کا رکن و فرض ہونا کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَرَكْعُوا مَعَ التَّوَّكِعِينَ** رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں۔ ازاں جملہ یہ حدیث کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود کو پورا کرو کہ خدا کی قسم! میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (بخاری و مسلم) پھر فرمایا: جو رکوع پورا نہیں کرتا اور سجدے میں ٹھونگ مارتا ہے، اس کی مثال اس بھوکے کی سی ہے کہ ایک دو کھجوریں کھا لیتا ہے جو کچھ کام نہیں دیتیں (حالانکہ وہ بافراغت کھانے پر قادر ہے)

تنبیہ : کاش ! وہ مسلمان جو نماز پڑھتے ہیں، مگر ہارے جی سے اور جلد بھٹکریں
سی مار کر اپنے نزدیک اس فرض الہی بلکہ قرض خداوندی سے سبکدوش ہو جاتے، وہ ان احادیث
کو بغور دیکھیں کہ رکوع و سجود پورا نہ کرنے والے کس کس خطاب کے مستحق ہیں؛
۱۔ اس کی نماز ناکافی ہے، کامل و لائق بارگاہِ خداوندی نہیں۔

۲۔ یہ لوگ نماز میں چوری کرنے والے ہیں۔

۳۔ بلکہ ایسے لوگ شرابی، زانی اور چور سے بدتر نماز کے مستحق ہیں۔

۴۔ اندیشہ ہے کہ اس کی موت ملتِ محمدیہ پر نہ ہو (یعنی جبکہ اسی حالت میں بلا توبہ مے)

۵۔ وہ اس بھوکے کی مانند ہے جو کھانے پر قدرت ہونے کے باوجود بھوکا رہے۔

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَجَبَّنَا الْفَرَاخِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ ۝

مسائل متعلقہ

۱۔ آنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے، تو گھٹنے کو پہنچ جائیں۔ یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے (در مختار)

اور پورا یہ کہ سیدھی پیٹھ بچھا دے۔ (عامہ کتب)

۲۔ کوزہ پشت یعنی کبڑا کہ اس کا کب صدر رکوع کو پہنچ گیا ہو، رکوع کے لیے سر سے اشارہ

کرے۔ (عالمگیری)

۳۔ رکوع میں پیٹھ خوب بچھی ہوئی رکھے، یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ

دیا جائے، تو ٹھہر جائے۔ (فتح القدیر)

۴۔ رکوع میں نہ سر جھکاتے نہ اونچا رکھے، بلکہ پیٹھ کے برابر ہو (ہدایہ)

۵۔ رکوع میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہتا اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور

انگلیاں خوب کھلی ہوئی رکھنا اور حالتِ رکوع میں ٹانگیں سیدھی ہونا مرد کے لیے رکوع کی سنتوں

میں سے ہے۔

۶۔ عورت رکوع میں تھوڑا جھکے، یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے، بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوتی رکھے اور پاؤں جھکے ہوئے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے (عالمگیری)۔
تنبیہ: آج کل مرد رکوع کرتے وقت گھٹنوں پر محض ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے، یونہی اکثر لوگ رکوع میں اپنی ٹانگیں کمان کی طرح ٹیڑھی کر لیتے ہیں، یہ مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

۷۔ بہتر یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کو جائے، یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کرے، تو اللہ اکبر شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے۔ (عالمگیری)

۸۔ رکوع سے جب اٹھے، تو ہاتھ نہ باندھے، لٹکا ہوا چھوڑ دے۔ (عالمگیری)
 ۹۔ رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی کے لیے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔ (درمختار)

۱۰۔ مقتدی نے ابھی تین بار تسبیح نہ کہی تھی کہ امام نے رکوع یا سجدے سے سر اٹھا لیا تو مقتدی پر امام کی پیروی واجب ہے اور مقتدی نے امام سے پہلے سر اٹھا لیا، تو مقتدی پر لوٹنا واجب ہے نہ لوٹے گا، تو کراہت تحریم کا مرتکب اور گناہگار ہوگا۔ (درمختار، ردالمحتار)

۱۱۔ کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع یا قرأت میں طول دینا مکروہ تحریمی ہے، جبکہ اسے پہچانتا ہو، یعنی اس کی خاطر ملحوظ ہو اور نہ پہچانتا ہو تو طویل کرنا افضل ہے کہ نیکی پر اعانت ہے، مگر اس قدر طول نہ دے کہ مقتدی گھبرا جائیں۔ (ردالمحتار)

۱۲۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے، مگر واؤ ہونا بہتر ہے اور اللہ ہونا اس سے بہتر اور سب میں بہتر یہ کہ دونوں ہوں (درمختار) جیسا کہ مذکور ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب امام سمع اللہ لمن حمدہ

کہے تو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوا، اس کے اگلے گناہ کی مغفرت ہو جائیگی۔ (بخاری و مسلم)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وِ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ط

فرضِ پنجمِ سجود

رکوع کی طرح سجود کی رکعت و فرض نماز ہونا قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے
قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا رُكَّعًا وَسُجُودًا
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ سب سے زیادہ قرب بندے کو خدا سے اس حالت میں ہے کہ سجدے میں ہو لہذا

دعا زیادہ کرو۔ (مسلم)

۲۔ حضرت اہل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے کو جاتے، تو پہلے گھٹنے رکھتے، پھر ہاتھ اور جب اٹھتے، پھر گھٹنے (اصحاب سنن العجم)

۳۔ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ کروٹوں سے جُدا رکھتے، یہاں تک کہ ہاتھوں کے نیچے سے اگر بکری کا بچہ گزرنا چاہتا، تو گزر جاتا، (ابوداؤد) اور بخاری و مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ ہاتھوں کو کشادہ رکھتے، یہاں تک بغل مبارک کی سپیدی ظاہر ہوتی۔

۴۔ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تو سجدہ کرے، تو ہتھیلی کو زمین پر رکھ

دے اور کہنیاں اٹھالے (مسلم)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سجدے میں اعتدال کرے اور کتے کی طرح کلاتیاں نہ بچھائے (بخاری و مسلم)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم ہوا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، منہ (یعنی پیشانی) اور دونوں ہاتھ اور دونوں نیچے اور یہ حکم ہوا کہ کپڑے اور بال نہ سمیٹوں۔ (بخاری و مسلم)

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے

تین باتوں سے منع فرمایا: مرغ کی طرح ٹھونگ مارنے اور کتے کی طرح بیٹھنے (یعنی اس طرح کہ سترین زمین پر ہوں اور گھٹنے کھڑے) اور ادھر ادھر لومڑی کی طرح دیکھنے سے۔

(امام احمد و ابویعلیٰ)

مسائل متعلقہ

۱۔ پیشانی کا زمین پر جہنا، سجدے کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا

شرط، تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے تو نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی۔ اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔

۲۔ اگر کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا، تو صرف ناک سے سجدہ کرے، پھر بھی فقط ناک کی نوک لگنا کافی نہیں، بلکہ ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضروری ہے (عالمگیری رحمہ اللہ)

۳۔ کسی نرم چیز مثلاً گھاس، رومی، قالین وغیرہ پر سجدہ کیا، تو اگر پیشانی جم گئی، یعنی اتنی دبی کہ

اب دبائے سے نہ دبے، تو جائز ہے، ورنہ نہیں (عالمگیری)

تنبیہ: بعض جگہ جاڑوں میں مسجد میں پیال بچھاتے ہیں۔ لوگوں کو سجدہ کرنے میں

اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ اگر پیشانی خوب نہ دبی، تو نماز ہی نہ ہوئی اور ناک ہڈی تک

نہ دبی، تو مکروہ تحریمی واجب الاعدادہ ہوئی۔ کمائی دار گدے پر سجدے میں پیشانی خوب نہیں جمتی،

لہذا نماز نہ ہوگی۔ ریل کے بعض درجوں میں اسی قسم کے گدے ہوتے ہیں۔ اس گدے سے

اتر کر نماز پڑھنی چاہیے۔ (مہار شریعت)

اور اب بھی اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ قیام نماز میں فرض ہے جو بلا عذر شرعی ساقط نہیں ہو سکتا و لہذا جو قیام پر قادر ہے۔ اگرچہ عصا یا خادم یا دیوار سے ٹیک لگا کر تو وہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا، بلکہ اس پر فرض ہے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ (غنیہ)

۴۔ ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے پیچ یا کسی اور کپڑے پر جسے پہنے ہوئے ہے، سجدہ کیا اور نیچے کی جگہ ناپاک ہے، تو سجدہ نہ ہوا، ہاں ان سب صورتوں میں جبکہ پھر پاک جگہ پر سجدہ کیا تو ہو گیا۔ (در مختار، منیۃ المصلی)

۵۔ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا خوب جم گیا سجدہ ہو گیا اور ماتھا نہ جما، بلکہ فقط چھو گیا کہ دبانے سے دبے گا یا سر کا کوئی حصہ لگا تو نہ ہوا۔ (در مختار)

۶۔ ایسی جگہ سجدہ کیا کہ قدم کی بہ نسبت بارہ انگل سے زیادہ اونچی ہے سجدہ نہ ہوا، ورنہ نہ ہو گیا (عالمگیری) البتہ زمین اگر ڈھلواں ہو اور بلندی کی طرف سجدہ کرنے تو مضائقہ نہیں۔
۷۔ رخسار یا ٹھوڑی زمین پر لگانے سے سجدہ نہ ہوگا، خواہ عذر کے سبب ہو یا بلا عذر۔ اگر عذر ہو تو اشارے کا حکم ہے۔ (عالمگیری)

(۸) اگر کوئی کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو عرج نہیں اور جو کپڑا پہنے ہوئے ہو، اس کا کونا بچھا کر سجدہ کیا یا ہاتھوں پر سجدہ کیا تو اگر عذر نہیں ہے، تو مکروہ ہے اور اگر وہاں کنکریاں ہیں یا زمین سخت گرم یا سخت سرد ہے، تو مکروہ نہیں اور وہاں خاک ہو اور عمامہ کو گرد سے بچانے کے لیے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کیا، تو عرج نہیں اور چہرے کو خاک سے بچانے کے لیے کیا، تو مکروہ ہے۔ (در مختار)

۹۔ سنت یہ ہے کہ سجدے میں جاتے، تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے، پھر ہاتھ پھر ناک، پھر پیشانی اور جب سجدے سے اٹھے، تو اس کا عکس کرے، یعنی پہلے پیشانی اٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ گھٹنے۔ (عالمگیری)

۱۰۔ مرد کے لیے سجدے میں سنت یہ ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے۔ اور کلائیوں زمین پر نہ بچھاتے، مگر جب صفت میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے، (ہدایہ، عالمگیری) کہ اس سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچے گی۔

۱۱۔ عورت سمٹ کر سجدہ کرے، یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور پنڈلیوں سے پنڈلیاں زمین سے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ سجدے میں جاتے وقت دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے اور کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے داہنا رکھے، پھر بائیں (رد المحتار)

۱۳۔ اچکن وغیرہ بچھا کر نماز پڑھے، تو اس کا اوپر کا حصہ پاؤں کے نیچے رکھے اور دامن پر سجدہ کرے۔ (در مختار)

۱۴۔ سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور دسوں کا قبلہ رو ہونا سنت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۵۔ سجدے میں ایک پاؤں اٹھا ہوا رکھنا مکروہ تحریمی و ممنوع ہے۔ (در مختار)

تنبیہ: عوام تو عوام، خواص کہلانے والوں، بلکہ قوم کی امامت کرنے والوں کی اس بے احتیاطی و غفلت کا رونا کس کے رو رو رہا جاتے، جبکہ وہ نماز میں سجدہ کرتے ہیں، تو آداب و سنن در کنار سجدے کے فرائض و واجبات بھی ادا نہیں کر پاتے۔ پاؤں کو دیکھیے انگلیوں کے سرے زمین پر ہوتے ہیں، کسی اونگلی کا پیٹ زمین پر نہیں ہوتا، تو سجدہ سجدہ باطل ہوا اور سجدہ باطل تو نماز باطل اور صلی صاحب پڑھ کر گھر کو چل دیئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

یونہی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا واجب ہے بہتیروں کی ناک زمین پر لگتی ہی نہیں اور لگی تو وہی ناک کی ٹوک، تو یہاں ترک واجب و گناہ ہوا اور عادت کے سبب فسق کہ اگر امام میں رعادت ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھتی گناہ ہے اور نماز واجب لا عا دہ ہے۔

فرض ششم قعدہ اخیرہ

نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ پوری التحیات یعنی رسول اللہ ﷺ تک پڑھ لی جائے فرض ہے۔

مسائل متعلقہ

- ۱۔ چار رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھا پھر یہ گمان کر کے کہ تین ہی ہوتیں کھڑا ہو گیا، پھر یاد کر کے کہ چار ہو چکیں بیٹھ گیا، پھر سلام پھیر دیا۔ اگر دونوں بار کا بیٹھنا مجموعہ بقدر تشہد ہو گیا، فرض ادا ہو گیا، ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار)
- ۲۔ پورا قعدہ اخیرہ سوتے میں گزر گیا، تو بعد بیداری بقدر تشہد بیٹھنا فرض ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ یونہی قیام قرأت، رکوع، سجد میں اول سے آخر تک سوتا ہی رہا، تو بیداری کے بعد ان کا دوبارہ ادا کرنا فرض ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی اور سجدہ سہو بھی کرے۔ لوگ اس سے غافل ہیں، خصوصاً تراویح میں اور بالخصوص گرمیوں میں۔ (ردالمحتار)
- ۳۔ پوری رکعت سوتے میں پڑھ لی، نماز فاسد ہو گئی۔ (ردالمحتار)
- ۴۔ بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد یاد آیا کہ سجدہ تلاوت یا نماز کا کوئی سجدہ کرنا ہے اور کر لیا تو فرض ہے کہ سجدے کے بعد پھر بقدر تشہد بیٹھے، ورنہ نماز نہ ہوگی (منیۃ المصلیٰ)
- ۵۔ سجدہ سہو کرنے سے پہلا قعدہ باطل نہ ہوا، مگر تشہد واجب ہے، تو اگر سجدہ سہو کر کے (بغیر تشہد پڑھے) سلام پھیر دیا، تو فرض ادا ہو گیا، مگر یہ گناہ گار ہوا، اس پر واجب ہے کہ نماز کا اعادہ کرے۔ (ردالمحتار)
- ۶۔ چار رکعت والے فرض میں چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا، بلکہ کھڑا ہو گیا تو جب

تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا یا فجر میں دوسری پر نہ بیٹھا اور تیسری کا سجدہ کر لیا یا مغرب میں تیسری پر نہ بیٹھا اور چوتھی کا سجدہ کر لیا تو ان سب صورتوں میں فرض باطل ہو گئے۔ مغرب کے سوا اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملائے (غنیہ) تاکہ یہ فرض جو نفل ہو چکا ہے، پورا شفع ہو جائے اور رکعت طاق نہ رہے۔ (در مختار)۔

۴۔ نفل کا برقعہ اخیرہ ہے، یعنی فرض ہے۔ اگر قعدہ نہ کیا اور بھول کر کھڑا ہو گیا، تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے اور واجب نماز مثلاً وتر فرض کے حکم میں ہے، لہذا وتر کا قعدہ اخیرہ بھول جائے، تو وہی حکم ہے جو فرض کے قعدہ اخیرہ بھول جانے کا ہے (در مختار)۔

فرض، ہتم خرُجِ بَصْنِعِهِ

یعنی قعدہ اخیرہ کے بعد سلام و کلام وغیرہ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو مخالف ہو، کرنا، مگر چونکہ لفظ السلام کے ساتھ نماز سے نکلنا واجب ہے، لہذا سلام کے علاوہ کوئی دوسرا منافی قصد پایا گیا، تو نماز واجب الاعداد ہوئی، لہذا لوٹانا واجب اور بلا قصد کوئی منافی امر پایا گیا تو نماز باطل ہو گئی، مثلاً:

- ۱۔ بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد تیمم والا پانی پر قادر ہوا۔
- ۲۔ یا موزہ پر مسح کیے ہوئے تھا اور مدت پوری ہو گئی۔
- ۳۔ یا عمل قلیل کے ساتھ موزہ اتار دیا۔
- ۴۔ یا بالکل بے پڑھا تھا اور کوئی آیت بے پڑھائے محض سننے سے یاد ہو گئی۔
- ۵۔ یا ننگا تھا اور کسی نے پاک کپڑا بقدر ستر جس سے نماز ہو سکے لا کر دے دیا۔

- ۶۔ یا اشارے سے پڑھ رہا ہے، اب رکوع و سجود پیرقادر ہو گیا۔
 ۷۔ یا صاحبِ ترتیب کو یاد آیا کہ اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے۔
 ۸۔ یا نماز فجر میں آفتاب طلوع ہو گیا۔
 ۹۔ یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت آ گیا۔
 ۱۰۔ یا عیدین میں نصف النہار شرعی ہو گیا۔
 ۱۱۔ یا صاحبِ عذر تھا، اب عذر جاتا رہا۔
 ۱۲۔ یا نجس کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا اور اسے کوئی چیز جس سے طہارت کر سکے۔
 ۱۳۔ یا پٹی پر مسح کیے ہوئے تھا اور زخم اچھا ہو کر رہ گئی۔
 ۱۴۔ یا قضا پڑھ رہا تھا اور وقت مکر وہ آ گیا۔
 تو ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو گئی۔ (عامۃ کتب)

مسائل متفرقہ

- ۱۔ مقتدی اتمی تھا کہ اسے کوئی آیت یاد نہیں، اور امام قاری (یعنی وہ جسے کچھ قرآن یاد ہے) اور نماز میں اتمی کو کوئی آیت یاد آگئی تو نماز باطل نہ ہوگی۔ (در مختار)
 ۲۔ قیام و رکوع و سجود و قعدہ اخیرہ میں ترتیب فرض ہے۔ اگر قیام سے پہلے رکوع کر لیا پھر قیام کیا تو رکوع جاتا رہا۔ اگر بعد قیام پھر رکوع کرے گا، نماز ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ یونہی رکوع سے پہلے سجدہ کرنے کے بعد، اگر رکوع پھر سجدہ کر لیا، تو نماز ہو جائے گی، ورنہ نہیں (در المحتار)
 ۳۔ جو چیزیں فرض ہیں، ان میں امام کی متابعت مقتدی پر فرض ہے، یعنی ان میں کوئی فعل امام کے ساتھ یا امام کے ادا کرنے کے بعد ادا نہ کیا تو نماز نہ ہوگی، مثلاً امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کر لیا اور امام رکوع یا سجدے میں ابھی آیا بھی نہ تھا کہ سجدے سے اس نے سر اٹھالیا تو اگر امام کے ساتھ یا بعد کو ادا کر لیا، نماز ہو گئی، ورنہ نہیں (در مختار)

- ۴۔ مقتدی کے لیے یہ بھی فرض ہے کہ امام کی نماز کو اپنے خیال میں صحیح تصور کرتا ہو اور اگر اپنے نزدیک امام کی نماز باطل سمجھتا ہے، تو اس کی نہ ہوتی، اگرچہ امام کی نماز صحیح ہو۔ (ردالمحتار)
- ۵۔ فرض ترک ہو جانے سے نماز جاتی رہتی ہے، سجدہ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی، لہذا فرض ہے کہ وہ نماز پھر پڑھے۔ (ردالمحتار)

واجبات نماز

- ۱۔ تکبیر تحریمیہ میں لفظ اللہ اکبر ہونا۔
- ۲۔ الحمد پڑھنا، یعنی اس کی ساتوں آیتیں کہ ہر آیت مستقل واجب ہے، ان میں ایک آیت، بلکہ ایک لفظ کا ترک بھی ترک واجب ہے۔
- ۳۔ سورت ملانا یعنی فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل دو ترکی ہر رکعت میں ایک چھوٹی سورت قرأت کرنا جیسے انا اعطیناک الکوش یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی کے برابر پڑھنا۔
- ۴۔ نماز فرض میں دو پہلی رکعتوں میں اور نفل دو ترکی ہر رکعت میں قرأت کرنا۔
- ۵۔ الحمد کا سورت سے پہلے ہر رکعت میں ایک ہی بار پڑھنا۔
- ۶۔ الحمد اور سورت کے درمیان کسی اجنبی کا فاصل نہ ہونا۔
- ۷۔ قرأت سے فارغ ہوتے ہی متصلاً رکوع کرنا۔
- ۸۔ ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ ہونا کہ درمیان میں کوئی رکن فاصل نہ ہو۔
- ۹۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا کہ جوارح میں سکون آجائے۔

۱۰۔ قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔

۱۱۔ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا۔

تنبیہ: جو رکوع و سجدوں میں تعدیل نہ کرے۔ ساٹھ برس تک اسی طرح نمازیں پڑھے، قبول نہ ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع پورا نہیں کرتا اور سجدے میں ٹھونک مارتا ہے، حکم فرمایا کہ پورا رکوع کرے اور فرمایا "ی حالت میں مراؤ ملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پرے گا۔" (بخاری)

۱۲۔ رکوع کا ہر رکعت میں ایک ہی بار ہونا۔

۱۳۔ سجدوں کا ہر رکعت میں دو ہی بار ہونا۔

۱۴۔ قعدہ اولیٰ اگرچہ نماز نفل ہو۔

۱۵۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ بڑھانا۔

۱۶۔ دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا یونہی برقعہ سے میں۔

۱۷۔ لفظ السلام کہنا دو مرتبہ اور لفظ علیکم واجب نہیں۔

۱۸۔ وتر میں دُعاے قنوت پڑھنا۔

۱۹۔ تکبیر قنوت یونہی وتر میں تیسری رکعت کے لیے رکوع کے لیے تکبیر کہنا

۲۰۔ عیدین کی چھوڑوں تکبیریں اور عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع اور اس تکبیر کے لیے

لفظ اللہ اکبر کہنا۔

۲۱۔ ہر واجب و فرض کا اپنی جگہ ہونا۔

۲۲۔ فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین غرض ہر جہری نماز میں امام کو جہر یعنی بلند آواز سے قرأت

کرنا اور ظہر، عصر وغیرہ میں غیر جہری نماز میں امام کو آہستہ قرأت کرنا

۲۳۔ دوسری سے پہلے قعدہ نہ کرنا اور چار رکعت والی میں تیسری پر قعدہ نہ ہونا۔

۲۴۔ آیت سجدہ پڑھی ہو تو سجدہ تلاوت کرنا۔

۲۵۔ سہو سہو اہو، تو سجدة سہو کرنا۔

۲۶۔ دو فرض دو واجب یا واجب و فرض کے درمیان تین تسلیح کی قدر وقفہ نہ ہونا۔

۲۷۔ امام جب قرأت کرے، بلند آواز سے ہو یا آہستہ اس وقت مقتدی کا چپ رہنا۔

۲۸۔ قرأت کے سوا تمام واجبات میں امام کا اتباع کرنا۔

۲۹۔ رکوع میں قرأت نہ کرنا

۳۰۔ تشہد یا سلام سے پہلے کھڑا نہ ہونا۔ (رد المحتار وغیرہ)

مسائل متعلقہ

۱۔ کسی قعدہ میں تشہد کا کچھ حصہ بھول جائے، تو سجدة سہو واجب ہے (در مختار)

۲۔ آیت سجده پڑھی اور سجده میں سہو تین آیت یا زیادہ کی تاخیر ہوئی، تو سجدة سہو واجب

ہے۔ (غنیہ)

۳۔ سورت پہلے پڑھی اور الحمد، یا الحمد و سورت کے درمیان تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار

خاموش رہا، تو سجدة سہو واجب ہے۔ (در مختار)

۴۔ الحمد کا ایک لفظ بھی رہ گیا، تو سجدة سہو کرے۔ (در مختار)

۵۔ ایک رکعت میں تین سجدے کیے یا دو رکوع یا قعدہ اولیٰ بھول گیا، تو سجدة سہو کرے۔

(در مختار)

۶۔ جو چیزیں فرض دو واجب ہیں، مقتدی پر واجب ہے کہ امام کے ساتھ انہیں ادا کرے، بشرطیکہ

کسی واجب کا تعارض نہ کرے اور تعارض ہو تو اسے فوت نہ کرے، بلکہ اس فرض یا واجب کو ادا کر کے

امام کا ساتھ دے، مثلاً امام تشہد پڑھ کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے ابھی پورا نہ پڑھا، تو مقتدی پر واجب

ہے کہ پورا کر کے کھڑا ہو۔ (رد المحتار)

۷۔ سنت میں امام کی متابعت سنت ہے، بشرطیکہ تعارض و اختلاف نہ ہو اور اگر تعارض یعنی افعال امام سے ٹکراؤ ہوتا ہو تو اس سنت کو ترک کر دے اور امام کا ساتھ دے، مثلاً رکوع یا سجدہ میں مقتدی نے تین بار تسبیح نہ کہی تھی کہ امام نے سر اٹھالیا، تو اب یہ بھی سر اٹھالے (درالمحتار)

نماز کی سنتیں

- ۱۔ تکبیر تحریر کے لیے ہاتھ اٹھانا۔
- ۲۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑنا۔
- ۳۔ ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رو ہونا۔
- ۴۔ بوقت تکبیر سر نہ جھکانا۔
- ۵۔ تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا، یونہی تکبیر قنوت و تکبیرات عیدین میں کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہے اور ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں۔
- ۶۔ امام کا بلند آواز سے **اللَّهُ أَكْبَرُ** اور **سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ** اور سلام کہنا، جس قدر بلند آواز کرنے کی حاجت ہو اور بلا حاجت بہت زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور مقتدی و منفرد کو جہر کی حاجت نہیں، صرف اتنا ضروری ہے کہ خود سنیں۔
- ۷۔ بعد تکبیر فوراً ہاتھ باندھ لینا، یوں کہ مرد ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رکھے۔ چھنگلی اور انگوٹھا کلائی کے اعلیٰ بغل رکھے اور باقی انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے۔

۸۔ ثنا یعنی **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ** ال آخرہ پڑھنا۔

۹۔ پھر تعویذ یعنی **أَعُوذُ بِاللَّهِ** اور پھر تسمیہ یعنی **بِسْمِ اللَّهِ** پڑھنا۔

۱۰۔ قرأت سورۃ فاتحہ کے بعد آئین کہنا۔

۱۱۔ ان سب کا آہستہ ہونا۔

۱۲۔ رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

۱۳۔ رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنا۔

۱۴۔ رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی ہوتی رکھنا۔

۱۵۔ حالت رکوع میں ٹانگیں سیدھی کرنا۔

۱۶۔ ہر تکبیر میں اللہ اکبر کی اس کا جزم پڑھنا۔

۱۷۔ رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھنا، یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے

تو ٹھہر جائے۔

۱۸۔ رکوع سے اٹھ کر ہاتھ نہ باندھنا، بلکہ لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

۱۹۔ رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہنا اور

۲۰۔ مقتدی کے لیے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا اور

۲۱۔ منفرد کو دونوں کہنا یوں کہ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتا ہوا رکوع سے اٹھے اور سیدھا

کھڑا ہو کر اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے۔

۲۲۔ سجدے کے لیے اور سجدے سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

۲۳۔ سجدے میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہنا۔

۲۴۔ سجدے میں ہاتھ زمین پر رکھنا۔

۲۵۔ سجدے میں جاتے ہوئے زمین پر پہلے گھٹنے پھرناک اور پھر پیشانی رکھنا۔

۲۶۔ اور سجدے میں سے اٹھتے وقت اس کا عکس کرنا، یعنی پہلے پیشانی اٹھانا، پھر ناک،

پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔

۲۷۔ سجدے میں بازو کروٹوں سے جدا رکھنا اور پیٹ رانوں سے اور کلا تیاں زمین پر نہ بچھانا، مگر

جب صف میں ہو تو بازو کو دو ٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔

۲۸۔ دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھنا اور اگر کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے

دایاں رکھے پھر بائیں۔

۲۹۔ دونوں سجدوں کے درمیان مثل تشہد کے بیٹھنا، یعنی بائیں قدم بچھانا اور دایاں کھڑا رہنا

اور ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا۔

۳۰۔ سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا اور انگلیوں کا قبلہ رو ہونا۔

۳۱۔ سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا،

ہاں کمزوری وغیرہ کوئی عذر ہو تو اور بات ہے۔

۳۲۔ دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بائیں پاؤں بچھا کر دونوں ٹہریں اس

پر رکھ کر بیٹھنا اور دایاں قدم کھڑا رکھنا۔

۳۳۔ حالت تشہد میں دایاں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو کرنا۔

۳۴۔ دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھنا اور بائیں ہاتھ پر اور انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا

کہ نہ کھلی ہوں نہ ملی ہوں۔

۳۵۔ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا۔

۳۶۔ شہادت پر اشارہ کرنا۔

تنبیہ: حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب تشہد میں کلمہ شہادت

پر پہنچے تو انگلی سے اشارہ کرتے، حرکت نہ دیتے۔ (ابوداؤد، نسائی، اور ترمذی و نسائی و بیہقی ابوہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دو انگلیوں سے

اشارہ کرتے دیکھا، تو فرمایا توحید کر، توحید کر (ایک انگلی سے اشارہ کر)۔

۳۷۔ قعدۃ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے زمین پر ہاتھ رکھے، بغیر گھٹنوں پر زور دے کر

اٹھنا، ہاں اگر عذر ہے تو عرج نہیں۔

۳۸ - بغیر تشہد قعدۂ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا۔

۳۹ - درود شریف کے بعد دعائے مانگنا اور دعا اپنے اور اپنے والدین و اساتذہ کے لیے جبکہ
 لہمان ہوں اور تمام مومنین و مومنات کے لیے مانگے، خاص اپنے ہی لیے نہ مانگے۔
 ۴۰ - پہلے دائیں پھر بائیں طرف منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ دوبار کہنا اور امام
 کے لیے سنت یہ ہے کہ دونوں سلام بلند آواز سے کہے، مگر دوسرا بہ نسبت پہلے کم آواز سے ہو۔
 (در مختار - ردالمحتار - عالمگیری وغیرہ)

مسائل متعلقہ

۱۔ اگر امام کی تکبیر کی آواز تمام مقتدیوں کو نہیں پہنچتی تو بہتر ہے کہ کوئی مقتدی بھی بلند آواز سے تکبیر
 کہے کہ نماز شروع ہونے اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقالات کا حال سب کو معلوم
 ہو جائے اور بلا ضرورت مکروہ بدعت ہے۔ (ردالمحتار)

۲۔ تکبیر تحریمیہ سے اگر تحریمیہ مقصود نہ ہو، بلکہ محض اعلان کا قصد ہو تو نماز ہی نہ ہوگی اور ہونا یوں
 چاہیے کہ نفس تکبیر سے تحریمیہ مقصود ہو اور جہر سے اعلان۔ یونہی آواز پہنچانے والے کو قصد کرنا چاہیے
 اگر اس نے فقط آواز پہنچانے کا قصد کیا، تو نہ اس کی نماز ہوئی، نہ اس کی جو اس کی آواز پر تحریمیہ باندھے
 اور علاوہ تکبیر تحریمیہ کے اور تکبیرات یا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ یا دَبَّانَا لَكَ الْحَمْدُ میں اگر محض
 اعلان کا قصد ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ مکروہ ہوگی کہ ترک سنت ہے (ردالمحتار)

۳۔ مکبر کو چاہیے کہ اس جگہ سے تکبیر کہے جہاں سے لوگوں کو اس کی حاجت ہے پہلی یا دوسری
 صف میں جہاں تک امام کی آواز بلا تکلف پہنچتی ہے، یہاں سے تکبیر کہنے کا کیا فائدہ؟
 نیز یہ بہت ضروری ہے کہ امام کی آواز کے ساتھ تکبیر کہے اور امام کے کہہ لینے کے بعد
 تکبیر کہنے سے لوگوں کو دھوکا ہوگا۔

نیز یہ کہ اگر مکبر نے تکبیر میں مد کیا، تو امام کے تکبیر کہہ لینے کے بعد اس کی تکبیر ختم ہونے کا انتظا

نہ کریں، بلکہ تشہد وغیرہ پڑھنا شروع کر دیں، یہاں تک کہ اگر امام تکبیر کہنے کے بعد اس کے انتظار میں تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کے برابر خاموش رہا۔ اس کے بعد تشہد شروع کیا، تو ترک واجب ہوا، نماز واجب الاعداء ہے۔ (بہار شریعت)

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

اجلہ علماء کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ

شریعتِ مطہرہ نے مقتدیوں پر نفس قرآت کا صرف سننا ہی فرض نہیں کیا، بلکہ اگر امام کی آواز مقتدی تک نہ پہنچے یا نماز ستری ہو تو مقتدیوں کے لیے انصاف یعنی خاموش رہنے کو استماع یعنی سننے کا قائم مقام ٹھہرایا اور اس کو بھی فرض ہی فرمایا اور تکبیر تحریمہ و انتقالاتِ امام پر مقتدیوں کو اطلاع دینے کے لیے شریعتِ مطہرہ نے مبلغین مقرر فرمائے جن کو عرفِ عوام میں مکبرین کہتے ہیں، تو نماز میں اس آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کی جو ضرورت بتائی جاسکتی ہے، وہ بذریعہ مبلغین شرعی طریقہ پر پوری ہو جاتی ہے اور مبلغین کی آواز سن کر کسی عامی کو بھی یہ اشتباہ نہیں ہوتا کہ یہ امام کی آواز ہے نہ کوئی ان مبلغین کا اتباع کرتا ہے، بلکہ مقتدیوں نے جس امام کی اقتدار کی ہے ان تکبیراتِ مبلغین سے اپنے اس امام کے انتقالات پر اطلاع پا کر اسی کا اتباع کرتے ہیں اور بالفرض اگر کوئی مقتدی اپنی ناواقفگی کی بنا پر کسی مبلغ ہی کا اتباع کرے، تو بھی وہ مبلغ اس مقتدی کا اس نماز میں شریک اور اسی کے امام کا مقتدی ہے۔ ہاں جو شخص نماز میں داخل نہیں، اس کی اقتدار مفسد نماز ہے اور آلہ مکبر الصوت نماز میں داخل ہونے کی قطعاً صلاحیت ہی نہیں رکھتا، تو اس سے تکبیر تحریمہ کی صدا سن کر اس کی اقتدار کرنے والا نماز میں قطعاً داخل ہی نہیں ہوا، تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور اب تک قطعی طور سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ لاؤڈ اسپیکر کی بعینہ متکلم

کی آواز ہے۔ اہل فن کے دونوں قول ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ آواز بعینہ متکلم کی آواز نہیں ہے۔ کم از کم اس میں دوسری چیز کا اشتراک تو ضرور ہوا ہے کہ بجلی کی طاقت نے اس میں گونج پیدا کر کے اسے بلند کر دیا ہے اور پھر اس گونج کو مقتید و محفوظ کر لیا ہے اور وہی لاؤڈ اسپیکروں سے خارج ہو کر سنائی دیتی ہے، تو امام کی آواز کی وہ کیفیت من کل الوجوہ باقی نہیں رہتی جو اس کے منہ سے نکلتے وقت تھی اور احکام شرعیہ میں اتنا اشتراک بھی تغیر پیدا کر دیتا ہے جس کی نظیریں کتب فقہ میں موجود ہیں۔ الغرض نماز میں اس آلہ کے استعمال سے احتیاط لازم و ضروری ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم!

۴۔ امام نے بالجہ قرأت شروع کر دی، تو مقتدی شمارہ نہ پڑھے، اگرچہ بوجہ دور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو، جیسے جمعہ و عیدین میں کچھلی صاف کے مقتدی کو بوجہ دور ہونے کے قرأت نہیں سنتے (عالمگیری، غنیہ) ہاں امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے۔

۵۔ امام کو رکوع یا پہلے سجدے میں پایا تو اگر غالب گمان ہے کہ شمارہ پڑھ کر پالے گا تو پڑھے اور قعدہ یا دوسرے سجدے میں پایا تو بہتر یہ ہے کہ بغیر شمارہ پڑھے شامل ہو جائے (در مختار و المحتار)۔

۶۔ اگر ثنا و تعوذ و تسمیہ پڑھنا بھول گیا اور قرأت شروع کر دی، تو اعادہ نہ کرے کہ ان کا محل ہی فوت ہو گیا۔ یونہی اگر شمارہ پڑھنا بھول گیا اور تعوذ شروع کر دیا، تو ثنا کا اعادہ نہیں (در المختار)۔

۷۔ مسبوق (یعنی وہ مقتدی کہ امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا) شروع میں شمارہ نہ پڑھ سکا، تو جب اپنی رکعت باقی پڑھنا شروع تو اس وقت پڑھ لے۔ (غنیہ)

۸۔ تحمیر کے بعد جواز کا احادیث میں وارد ہیں، وہ سب نفل کے لیے ہیں۔ لہذا فرائض میں نیت کے بعد تحمیر سے پہلے یا بعد میں انی وجہت الخ نہ پڑھے اور پڑھے، تو اس کے آخر میں

وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ کہے۔ (غنیہ)

۹۔ آخر سورت میں اگر اللہ عزوجل کی ثنا ہو تو افضل یہ ہے کہ قرأت کو تحمیر سے وصل کرے جیسے وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا اللَّهُ أَكْبَرُ۔

اور اگر آخر میں کوئی ایسا لفظ ہے جس کا اسم جلال کے ساتھ ملانا پسند ہو تو فصل بہتر ہے،
یعنی ختم قرأت پر ٹھہرے، پھر اللہ اکبر کہے جیسے إِنَّ شَأْنَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ط میں وقفہ
فصل کرے، پھر رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے اور اگر دونوں نہ ہوں، تو فصل و وصل دونوں
یکساں ہیں۔ (ردالمحتار)

۱۰۔ کسی آنے والے کی خاطر رکوع یا قرأت میں طول دینا مکروہ تحریمی ہے، جبکہ اسے پہچانتا
ہو اور اگر نہ پہچانتا ہو تو طویل کرنا افضل ہے کہ نیکی پر اعانت ہے، مگر اس قدر طول نہ دے کہ مقتدی
گھبرا جائیں۔ (ردالمحتار)

۱۱۔ رکوع و سجد میں تین بار تسبیح ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور
تین بار سے زیادہ کہے، تو افضل ہے، مگر ختم طاق پر ہو۔ ہاں اگر یہ امام ہے اور مقتدی گھبراتے
ہوں تو زیادہ نہ کرے (فتح القدیر)

۱۲۔ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کی لا کو ساکن پڑھے، اس پر حرکت ظاہر نہ کرے نہ وال
کو بڑھائے۔ (عالمگیری)

۱۳۔ اچکن وغیرہ بچھا کر نماز پڑھے، تو اس کا اوپر کا حصہ پاؤں کے نیچے رکھے اور دامن
پر سجدہ کرے (درمختار)

۱۴۔ نماز فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں افضل سورہ فاتحہ پڑھنا ہے اور سُجِّنَ
اللہ کہنا بھی جائز ہے اور بقدر تین تسبیح کے چپکا کھڑا تو بھی نماز ہو جائے گی، مگر سکوت
نہ چاہیے۔ (درمختار)

۱۵۔ دوسرے نعدہ میں بھی اسی طرح بیٹھے جیسے پہلے میں بیٹھا تھا اور شہد بھی
پڑھے۔ (درمختار)

فضائلِ درود شریف

جو صحیح اور معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا جو ان کی شان گھٹانے والوں ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور ہے گا، دل سے بیزار رہے گا ایسا جو کوئی مسلمان درود شریف پڑھے گا، اس کے لیے بے شمار فائدے ہیں جن میں بعض لکھتے جاتے ہیں:

- ۱- ایک بار درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ وعزوجل دس درودیں نازل فرمائے گا، دس خطائیں عفو فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا (نسائی)
- ۲- ایک بار جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اللہ عزوجل اور فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔ (احمد)
- ۳- جو ایک بار درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسی برس کے گناہ معاف فرمادے گا۔ (در مختار بروایت اصہبانی)
- ۴- درود پڑھنے والے کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے، نفاق سے بری ہے، یعنی منافق نہیں اور روز قیامت اسے شہیدوں کے ساتھ رکھا جائے گا۔ (طبرانی)
- ۵- اس پر عافیت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (نزہۃ المجالس)
- ۶- فرشتے اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر وہ درود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں نذر کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ کے درود پر ارشاد فرماتے ہیں فلاں بن فلاں پر میری طرف سے سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ (نسائی، دارمی، ابوداؤد وغیرہ)

۷۔ اس کی حاجتیں پوری ہوں گی، مشکلمیں حل ہو جائیں گی، غم دور ہو جائیں گے اور اس کے رزق میں ترقی ہوگی۔ (دلائل الخیرات)

۸۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین میں ترقی دے گا اور اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت عطا فرمائے گا۔ (افاداتِ رضویہ)

۹۔ اسے اپنا محبوب بنائے گا اور دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔ (رضا)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اس کا بدن آتشِ دوزخ پر حرام کر دیتا ہے اور اس کو دنیا میں قولِ ثابت (کلمہ توحید) پر قائم رکھتا ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہوگا اور قبر و حشر کے ہولوں سے پناہ میں رہے گا۔ قبر و حشر میں اس کے لیے نور ہوگا اور صراط پر آسانی سے گزرے گا۔ (دلائل الخیرات)

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگئی (طبرانی)

۱۲۔ حوضِ کوثر پر حاضری نصیب ہوگی۔ (شفائشریف)

۱۳۔ قیامت کے دن عرشِ الہی کے سایہ میں ہوگا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (اصفہانی)

۱۴۔ قیامت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ہوگا۔ (ترمذی)

۱۵۔ اس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں (دلائل ابن ماجہ)

۱۶۔ درود کی کثرت زکوٰۃ یعنی فلاح و نجات کا ذریعہ ہے۔ (ابو یعلیٰ)

۱۷۔ اللہ تعالیٰ اس کی موت کے بعد تمام مخلوق کو حکم دیتا ہے کہ اس کے لیے استغفار کریں۔ (تنبیہ الغافلین)

۱۸۔ جتنا زیادہ درود بھیجے گا، جنت میں اتنی ہی زیادہ حوریں اس کی خدمت کے لیے دی جائیں گی۔ (دلائل الخیرات)

۱۹۔ جس نے درود پڑھا، تو ایسا ہے کہ گویا اس نے راہِ مولیٰ میں ایک غلام آزاد کیا (ابن مہب)

۲۰۔ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کی ہر چیز چرندے پرندے درندے شجر حجر اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (نزہۃ المجالس)

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَبَدًا أَبَدًا

مجمع کا حکم

بھی حدیث میں اور اس کے فوائد یہ ہیں:

۲۱۔ فرشتے زمین سے آسمان تک ان کے گرد جمع ہو کر سونے کے قلموں سے چاندی کے ورقوں پر ان کا درود لکھیں گے اور کہیں گے ذکر کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے، زیادہ کرو اللہ تمہیں زیادہ دے۔

۲۲۔ جب یہ مجمع درود شریف شروع کرے گا، آسمان کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے، اور ان کی دعا قبول ہوگی۔

۲۳۔ حوران عین انہیں نگاہ شوق سے دیکھیں گی۔

۲۴۔ اللہ عزوجل ان کی طرف متوجہ رہے گا، یہاں تک کہ یہ متفرق ہو جائیں یا اور باتیں کرنے لگیں۔

۲۵۔ رحمت الہی انہیں ڈھانپ لے گی، سکینہ ان پر اترے گا۔ (افادات رضویہ)

سُتَى مُسْلِمَانُونَ كَيْ لِيَا زَوَالِ نِعْمَتِ:

صَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ ط صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلَاةٌ وَسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ط

بعد نماز جمعہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار پڑھیں، جہاں

جمعہ نہ ہوتا ہو جمعہ کے دن نماز صبح، خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں، جہاں کہیں اکیلا ہوتا ہے وہاں

پڑھے۔ یونہی عورتیں اپنے اپنے گھروں میں تنہا ہی پڑھیں۔ (حضرت امام احمد رضا قدس سر العزیز)

ایک نفیس اور جامع حدیث

ترمذی شریف میں ہے کہ اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی: یا رسول اللہ میں بکثرت دُعا مانگتا ہوں تو اس میں سے حضور پر درود کے لیے کتنا وقت مقرر کروں؟ فرمایا: جو تم چاہو۔ عرض کی: چوتھائی! فرمایا: جو تم چاہو اور اگر زیادہ کرو، تو تمہارے لیے ہی بہتر ہے میں نے عرض کیا: نصف؟ (یعنی آدھا وقت درود خوانی کے لیے مقرر کر لوں) فرمایا: جو تم چاہو اور زیادہ کرو، تو تمہارے لیے بھلائی ہے۔ میں نے عرض کی: دو تہائی؟ فرمایا: جو تم چاہو اگر زیادہ کرو، تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی: کہ کل وقت ہی درود شریف کے لیے مقرر کر لوں؟ (اور جب وقت پاؤں، بجائے دُعا کے درود شریف ہی پڑھا کروں) فرمایا: ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی کفایت فرمائے گا، خدا تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کے سب کام بنا دے گا (بن مانگے تمہاری سبھی حاجتیں روا ہوں گی) اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

مَوْلَايَ صَلَّى وَسَلَّمَ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

فائدہ نفیسہ

درود شریف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بلند تی درجات و علو مراتب کے لیے دُعا ہے اور اس کے جس قدر فائدے اور برکتیں درود پڑھنے والے کو حاصل ہوتی ہیں، ہرگز ہرگز اپنے لیے دُعا میں نہیں، بلکہ ان کے لیے دُعا تمام امت کے لیے دُعا ہے کہ سب انہیں کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں، ع

سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

علمائے کرام فرماتے ہیں، درود کے عامل کو کسی اور دعا کی حاجت نہیں۔
 اے عزیز! درود شریف مغفرت و بخشش کا ذریعہ اور سعادت دارین کا وسیلہ
 ہے جو وقت اس میں صرف ہوتا ہے، دین و دنیا کی برکتیں لاتا ہے اور جو دم اس سے غفلت
 میں گزرتا ہے، اس دولتِ ابد مدت میں تیرے لیے کمی ہوتی ہے۔
 ہاں فقیر و امن پھیلا، ہاتھ بڑھا، اپنی جھولی بھر، غافل! خوابِ غفلت سے جاگ مشہور
 ہے کہ جو جاگے سو پاوے۔ ہوشیار خبردار! اس پیارے وسیلہ نجات کو ہاتھ سے نہ جانے دینا،
 دیکھ تو دنیا و آخرت میں اس کے کیسے کیسے صلے ملتے ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاةَ الرَّضَا وَارْضَ عَنْ أَصْحَابِهِ رِضَاءَ الرَّضَا۔

دُرود شریف کب اور کتنا پڑھا جائے

اے عزیز! رب عزوجل نے اہل ایمان کو درود و سلام کا حکم دیا اور یہ حکم مطلق ہے
 اس میں کہیں استثناء نہیں کہ فلاں درود پڑھو فلاں پڑھو، یہاں پڑھو وہاں نہ پڑھو، اس لیے
 درود شریف جب اور جہاں بھی پڑھا جائے گا، اسی میں حکمِ الہی کی تکمیل ہوگی، اس لیے ہر بار
 درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت ہی
 داخل ہے، تو جتنا بھی پڑھیں گے، فرض ہی میں شامل ہوگا۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا
 مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا۔ اس کی نظیر قرآنِ عظیم کی تلاوت
 ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآنِ عظیم تلاوت کرے تو
 تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فَاقْرَأْ وَمَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ
 کے اطلاق میں ہے۔ وَاللَّهُ اعْلَمُ! پھر قاعدے کی بات ہے کہ جو جسے زیادہ عزیز رکھتا ہے،
 اسی کا ذکر اسے وظیفہ ہو جاتا ہے مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ۔ جبکہ حضور کی محبت عین ایمان بلکہ
 ایمان تو یہ ہے کہ ایمان کی بھی جان ہیں، تو ان کے ذکر کے سامنے اور کسی کے ذکر کا کیا ذکر۔

مسئلہ ضروریہ

درود شریف کی جگہ صلعم یا عم یا ص یا ع لکھنا ناجائز و سخت حرام ہے۔ یہ بلا عوام تو عوام
۱۴ ویں صدی کے بڑے بڑوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ایک ذرہ سیاہی یا ایک انچ کاغذ ایک سینڈ
وقت بچانے کے لیے کیسی کیسی عظیم برکتوں سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا شکار ہوتے ہیں
حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: پہلا وہ شخص جس نے درود شریف
کا ایسا اختصار کیا، اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

ظاہر ہے کہ قلم بھی ایک زبان ہے تو صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مہمل و بے معنی لفظ صلعم وغیرہ
لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے میں یونہی الم غلم بک دینا جس میں
ایک پہلوئے کفر بھی موجود ہے، بلکہ اگر معاذ اللہ ان کی شان گھٹانے کے لیے ایسا ہے تو قطعاً کفر
ہے، مگر لوگ جو صرف کاہلی اور نادانی سے ایسا کرتے ہیں، وہ اس حکم کے مستحق نہیں مگر ان
کی بے برکتی اور بے دولتی میں شک نہیں۔

اس سے اتر کر صحابہ و اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی جگہ اور قدس سرہ کی ق یا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ لکھنے کو علماء کرام نے مکرمہ و باعث
محرومی بتایا۔ (افادات رضویہ)

درود شریف سے متعلق نفیس معلومات کے لیے ہمارا رسالہ درود و سلام ضرور دیکھیں۔

بقیہ مسائل متعلقہ

۱۶۔ امام نے جب سلام پھیرا، تو وہ مقتدی بھی سلام پھیر دے جس کی کوئی رکعت نہ
گنتی ہو؛ البتہ اگر اس نے تشہد پورا نہ کیا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا، تو امام کا ساتھ نہ دے، بلکہ
واجب ہے کہ تشہد پورا کر کے سلام پھیرے۔ (در مختار)

۱۷۔ مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز نہیں، مگر جبکہ ضرورت ہو، مثلاً خوفِ حدث ہو یا اندیشہ ہو کہ سورج نکل آئے گا یا جمعہ یا عیدین میں وقت ختم ہو جائے گا۔ (ردالمحتار، پہلی بار لفظ سلام کہتے ہی امام نماز سے باہر ہو گیا، اگرچہ علیکم نہ کہا ہو۔ اس وقت اگر کوئی شریک جماعت ہو تو اقتداء صحیح نہ ہوتی، ہاں اگر سلام کے بعد سجدہ سہو کیا، تو اقتداء صحیح ہوگئی۔ (ردالمحتار)

۱۹۔ امام داپنے سلام میں خطاب سے ان مقتدیوں کی نیت کرے جو داپنی طرف ہیں اور باتیں سے باتیں طرف والوں کی۔ نیز دونوں سلاموں میں کراما کاتبین اور ان ملائکہ کی نیت کرے جن کو اللہ عزوجل نے حفاظت کے لیے مقرر کیا اور نیت میں کوئی عدد مقرر نہ کرے۔ یونہی مقتدی، نیز جس طرف امام ہو، اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور امام اس کے محاذی ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفرد صرف ان فرشتوں کی نیت کرے۔ (ردالمختار)

۲۰۔ سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام داییں یا بائیں کو انحراف کرے اور داییں طرف افضل ہے اور مقتدیین کی طرف بھی منہ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ وہ کسی کچھلی صف میں نماز پڑھتا ہو۔ (حلیہ ذخیرہ)

۲۱۔ منفرد اگر بغیر انحراف وہیں دُعا مانگے تو جائز ہے۔ (عالمگیری)

۲۲۔ سنتیں وہیں نہ پڑھے، بلکہ داییں باتیں آگے پیچھے ہٹ کر پڑھے یا گھر جا کر پڑھے (عالمگیری)

۲۳۔ ظہر، مغرب و عشاء کے بعد مختصر دعاؤں پر اکتفا کر کے سنت پڑھے، زیادہ طویل دعاؤں

میں مشغول نہ ہو۔ (عالمگیری)

۲۴۔ جن فرصوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں بعد فرض کلام نہ کرنا چاہیے، اگرچہ سنتیں

ہو جائیں گی، مگر ثواب کم ہوگا اور سنتوں میں تاخیر بھی مکروہ ہے اور نماز کے بعد جو اذکار طویلہ

احادیث میں وارد ہیں، وہ ان نمازوں میں سنتوں کے بعد پڑھے جائیں، یونہی بڑے بڑے ظائف

واور ادکی بھی اس وقت اجازت نہیں۔ (غنیہ۔ ردالمختار)

۲۵۔ فجر و عصر کے بعد اتنیار ہے جس قدر اور اذکار و ادعیہ پڑھنا چاہے پڑھے، مگر مقتدی اگر امام کے ساتھ مشغول بدعا ہوں اور ختم کے منتظر ہوں، تو امام اس قدر طویل عازت کرے کہ مقتدی گھبرا جائیں (فتاویٰ رضویہ)

فائدہ نفیسہ

افضل یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد بلندی آفتاب تک وہیں بیٹھا رہے (عالمگیری)، امام ترمذی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب لشکر بھیجا، وہ جلد واپس ہوا اور بہت سا مال غنیمت لایا۔ ایک صاحب نے کہا: اس لشکر سے بڑھ کر ہم نے کوئی لشکر نہیں دیکھا جو اتنی جلد واپس ہوا ہو اور غنیمت زیادہ لایا ہو۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ قوم نہ بتاؤں جو غنیمت اور واپسی میں ان سے بڑھ کر ہیں جو لوگ نماز صبح میں حاضر ہوتے، پھر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے، یہاں تک آفتاب طلوع کر آئے، وہ جلد واپس ہونے والے اور زیادہ غنیمت والے ہیں۔

حضرت امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ارشاد ہوا کہ فجر کی نماز باجماعت پڑھ کر آفتاب نکلنے تک ذکر کرے، پھر بعد بلندی آفتاب کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے، تو ایسا ثواب ہے جیسے حج و عمرہ کیا پورا پورا۔

نماز کے مستحبات

۱۔ حالتِ قیام میں موضعِ سجدہ کی طرف نظر رکھنا۔

۲۔ رکوع میں پشتِ قدم کی طرف۔

۳۔ سجدہ میں ناک کی طرف۔

۴۔ قعدہ میں گود کی طرف۔

۵۔ اور سلام میں شانے کی طرف۔

۶۔ جمہا ہی آئے، تو منہ بند کیے رکھنا اور نہ رُکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اس

سے بھی نہ رُکے، تو قیام میں دائیں ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانک لے اور غیر قیام میں بائیں

کی پشت سے، یاد و نون میں آستین سے اور بلا ضرورت منہ ڈھانکنا مکروہ ہے۔

۷۔ مرد کے لیے تکبیر تحریمیہ کے وقت ہاتھ کپڑے سے نکالنا اور عورت کے لیے کپڑے کے

اندر بہتر ہے۔

۸۔ جہاں تک ممکن ہو کھانسی دفع کرنا۔

۹۔ جب مکبرِ حجتی عَلٰی الْفَلَاحِ کہے، تو امام و مقتدی سب کھڑا ہو جانا۔

۱۰۔ جب مکبرِ قَدِّ قَامَتِ الصَّلَاةِ کہے، تو نماز شروع کر سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت

پوری ہونے پر شروع کرے۔

۱۱۔ دونوں پنجوں کے درمیان قیام میں چار انگلی کا فاصلہ ہونا۔ (ردالمحتار)

فائدہ: جمہا ہی روکنے کا مجرب طریقہ

ردالمحتار میں بحوالہ شرح تحفۃ الملوک میں فرمایا کہ جمہا ہی روکنے کا مجرب طریقہ یہ ہے کہ

دل میں خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جہا ہی نہیں آتی۔ علامہ قدوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا، اسے ایسا ہی مفید پایا اور خود ہم نے بھی متعدد بار اس کا تجربہ کیا، بحمدہ تعالیٰ ایسا ہی پایا۔

اقول، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جہا ہی سے محفوظ ہیں، اس لیے کہ اس شیطانِ شیطانی مداخلت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہا ہی شیطان کی طرف سے ہے۔ جب تم میں کسی کو جہا ہی آئے، تو جہاں تک ممکن ہو روکے (بخاری و مسلم، بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ شیطان منہ میں گھس جاتا ہے، بعض میں ہے کہ شیطان دیکھ کر سنتا ہے۔ علما کرام فرماتے ہیں کہ جو جہا ہی میں منہ کھول دیتا ہے، شیطان اس کے منہ میں تھوک دیتا ہے اور وہ جو قاہ قاہ کی آواز آتی ہے، وہ شیطان کا قہقہہ ہے کہ اس کا منہ بگڑا دیکھ کر ٹھٹھا لگاتا ہے اور وہ جو طوبت نکلتی ہے، وہ شیطان کا تھوک ہے، اس کے رکنے کی بہتر ترکیب وہ ہے جو مذکور ہوئی (رد المحتار)

تعداد رکعات کا نقشہ

وقت	سنت موکدہ قبل فرض	فرض	واجب	سنت موکدہ بعد فرض	سنت غیر موکدہ	نفل	مجموعہ رکعات
فجر	۲	۲	۴
ظہر	۴	۴	..	۲	..	۲	۱۲
عصر	۴	۴	۴ ورنہ ۲ قبل فرض	..	۸
مغرب	..	۳	..	۲	..	۲	۷
عشاء	۸	۴	۳	۲	۴ ورنہ ۲ قبل فرض	۲ قبل وتر ۲ بعد وتر	۱۷
جمعہ	۴	۲	..	۶	..	۲	۱۴

نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ

باوضو، قبلہ رو، دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگلیوں کا فاصلہ کر کے کھڑا ہوا اور تکبیر تحریمیہ کے لیے دونوں ہاتھ کان تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کی لوسے چھو جائیں اور انگلیاں نہ ملی ہوئی رکھے نہ خوب کھولے ہوئے، بلکہ اپنی حالت پر ہوں اور ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ قبلہ رو ہوں۔ بوقت تکبیر سر نہ جھکائے (جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہے) اور نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے۔ (بعض لوگ تکبیر کے بعد ہاتھ سیدھے لٹکا لیتے ہیں، پھر باندھتے ہیں، یہ نہ چاہیے) اور ناف کے نیچے باندھ لے۔ یوں کہ دائیں ہتھیلی کی گدی بائیں کلانی کے سر پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلانی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیاں کلانی کے اعلیٰ بعل اور ثنا پڑھے، یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ رپاک ہے تو اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر تَعُوذُ لِعَنِي أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھے۔

پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے۔

ان سب کو آہستہ اور ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھے، وقفہ نہ کرے۔

پھر الحمد پڑھے اور ختم پر آمین آہستہ کہے۔

اس کے بعد کوئی صورت یا تین آیتیں یا ایک آیت کہ تین کی برابر ہو پڑھے۔

اب قرأت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے، یعنی جب رکوع کے لیے

جھکنا شروع کرے، تو اللہ اکبر شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے۔

اس مسافت کو پورا کرنے کے لیے اللہ کے لام کو بڑھائے۔ اکبر کی ب وغیرہ کسی حرف

کو نہ بڑھائے) اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے۔ اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوں نہ یوں کہ سب انگلیاں ایک طرف ہوں اور نہ یوں کہ چار انگلیاں ایک طرف اور انگوٹھا فقط ایک طرف۔

(آجکل اکثر مرد رکوع میں محض ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے) اور حالت رکوع میں ٹانگیں سیدھی رکھتے (اکثر لوگ کمان کی طرح بیٹھی کر لیتے ہیں یہ مکروہ ہے) اور پیٹھ خوب بچھاتے یہاں تک اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جاتے اور سر پیٹھ کے برابر ہوا اونچا نیچا نہ ہو (جیسا کہ بعض لوگ لٹکالیے ہیں یا بعض اٹھا رکھتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے) اور کم سے کم تین بار سبحان ربی العظیم کہے پھر سمع اللہ لیسن حیدہ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور جب اٹھے تو ہاتھ نہ باندھے، لٹکا ہوا چھوٹے دے اور منفرد ہو تو اس کے بعد اللھم ربنا و لک الحمد بھی کہہ لے کہ منفرد کے لیے دونوں کلمے کہنا سنت ہے۔

پھر التذاکر کہتا ہوا سجدے میں جاتے۔ یوں کہ پہلے دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھتے پھر ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر رکھے نہ یوں کہ صرف پیشانی چھو جائے اور ناک کی نوک لگ جاتے، بلکہ ناک اور پیشانی کی بڑی جماتے اور بازوؤں کو کروٹوں سے پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر قبلہ رو بچھاتے اور ہتھیلیاں بچھا کر کہنیاں اٹھالے کتے کی طرح کلاتیاں نہ بچھاتے اور انگلیاں قبلہ رو رکھے اور کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ پھر التذاکر کہتا ہوا سر اٹھاتے۔ یوں کہ پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھ اور دایاں قدم کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے اور بائیں قدم بچھا کر رانوں پر گھٹنے کے پاس رکھے کہ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہوں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کو (نہ یوں کہ انگلیاں ملائے اور گھٹنے پکڑے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں) پھر التذاکر کہتا ہوا دوسرے سجدے کو جائے اور اسی طرح سجدہ کرے۔ پھر التذاکر کہتا ہوا سر

اٹھائے اور دوسری رکعت کے لیے پنجوں کے بل، ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر اٹھے (کہ یہی سنت ہے
 ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھا تو کوئی عرج نہیں، مگر بلا عذر ایسا نہ کرے)
 اب دوسری رکعت میں شمار و تعوذ نہ پڑھے، صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قنات
 شروع کر دے۔ پھر اسی طرح رکوع اور سجدے کر کے دایاں قدم کھرا کر کے بائیں پاؤں بچھا کر
 دونوں سرین اس پر رکھ کر خوب سیدھا بیٹھا جائے (جیسا کہ دونوں سجدوں کے درمیان
 بیٹھا تھا، اور پڑھے) :

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
 اَيْهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. السَّلَامُ عَلَيْنَا
 وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ه اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ -

رتما تحیتیں، اور نمازیں اور پاکیزگیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ سلام
 حضور اکرم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے بندوں
 پر سلام۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا
 ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، پڑھے اور اس میں
 کوئی حرف کم و بیش نہ کرے)

(اس کو تشہد کہتے ہیں، اور جب کلمہ لا کے قریب پہنچے، دایاں ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور
 انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھپنگلیاں اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر
 کلمہ کی انگلی اٹھائے، مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ الا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً
 سیدھی کر لے۔)

اب اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں، تو قعدۃ اولیٰ یعنی تشہد کے بعد فوراً اٹھے اور
 جب اٹھے، تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھے، بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر (ہاں اگر عذر ہے تو عرج نہیں)

اور اسی طرح جو رکعت پڑھنی ہو، پڑھے مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا ضرور نہیں، بلکہ نہ ملائے (اور واجب سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورت ملانا واجب ہے) اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کرے گا، اس میں اُپنی طرح بیٹھے جیسے پہلے میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھے اور تشہد کے بعد یہ پڑھے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -

(اے اللہ درود بھیج، ہمارے سردار محمد پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا
سیدنا ابراہیم پر اور ان کی اولاد پر، بے شک تو سراہا ہوا بزرگ ہے،
اے اللہ برکت نازل کر ہمارے سردار محمد پر اور ان کی آل پر جس طرح تو
نے برکت نازل کی سیدنا ابراہیم پر اور ان کی آل پر، بیشک تو سراہا ہوا بزرگ ہے،
پھر یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالسُّلَمِيِّينَ وَالسُّلَمِيَّاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ
إِنَّكَ مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ -

(اے اللہ! تو بخش دے مجھ کو اور میرے والدین کو اور اس کو جو پیدا ہوا اور
تمام مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو۔ بے شک تو دعاؤں کو قبول
کرنے والا ہے اپنی رحمت سے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان،

اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ -

اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو دنیا میں نیکی دے اور آخرت
میں نیکی دے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔
یا اور کوئی دعائے مانورہ پڑھے۔

پھر دائیں شانے کی طرف منہ کر کے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ كَبَّه اور پھر
بائیں طرف منہ کر کے۔ اور دائیں طرف سلام میں منہ اتنا پھیرے کہ دایاں رخسار دکھائی دے
اور بائیں میں بایاں۔

نفیس فائدہ

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد اور انشاء ضروری
ہے، گویا اللہ عزوجل کے لیے تحیت کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے اوپر
اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے نہ یہ کہ واقعہ معراج کی حکایت مد نظر ہو۔ (رد المحتار عالمگیری)
اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانہ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے تو مقصود
ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا۔ حاشا وکلا شریعت مطہرہ نے نماز
میں کوئی ایسا ذکر نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنی مراد نہ ہو۔
نہیں نہیں، بلکہ قطعاً یہی درکار ہے کہ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ سے
حمد الہی کا قصد رکھے اور السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ سے
یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا اور حضور سے بالقصد
عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

احیاء العلوم شریف، مطبع لکھنؤ، ج ۱، صفحہ ۹۹ پر ہے: (ترجمہ) التحیات میں نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور اقدس کی صورت پاک کا تصور باندھ اور عرض کرو
السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

اور میزان امام شعرانی مطبوعہ مصر، جلد ۱ ص ۱۳۹ پر ہے؛

(ترجمہ) میں نے اپنے سردار علی خواس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شاعر نے
نمازی کو تشہد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو سلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا کہ جو لوگ
اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں، انہیں آگاہ فرمادے کہ اس حاضری میں
اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں، اس لیے کہ حضور کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں
ہوتے پس بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کریں؛

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا نبى الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

الصلوة والسلام عليك يا شفيع المذنبين

اور جب کلمات تشہد سے ان کے معنی کا قصد اور انشاء ضروری ہے، تو جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنا، جسے کچھ لوگ شرک کہتے ہیں، ایسا جائز ثابت ہوا کہ نماز میں واجب ہے۔
مسلمانوں! اب ان سے کہو کہ اپنے شرکیوں کو جمع کریں اور قہر والے عرش کے مالک سے
لڑائی لیں کہ تو نے کیوں ایسی شریعت بھیجی جس نے نماز کی بدور کعت پر التحیات واجب کی اور
اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنا واجب کیا۔

لے شرک کے معنی غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادات جاننا، یعنی الوہیت (خدائی ہیں) دوسرے کو شریک کرنا
اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے، اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقتاً شرک نہیں اور کبھی شرک
بول کر مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے۔ یہ جو قرآن عظیم میں فرمایا کہ شرک نہ بخشا جائے گا، وہ اسی معنی پر ہے، یعنی اصلاً
کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی، باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے (عزوجل)

الحمد لله! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، رفیع الدرجات ذوالعرش جل و
علا کی بنائی ہوئی ہے، کسی کافر یا کافر منش کے مٹائے نہ مٹے گی، چودھویں رات کے چاند کا
چمکتا ہوا نور کہیں کتوں کے بھونکنے سے کم ہوا ہے؟

اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ

فائدہ جلیلہ

”صراطِ مستقیم“ ص ۹۵ پر ہے:

”بمقتضائے ظلمت بعضا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجامعت زویہ

خود بہتر است۔ و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آل از معظمین گو جناب

رسالت مآب باشند بچندین مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ و خر خود است

کہ خیال آل با تعظیم و اجلال بسوید اے دل انسان می چسپد۔“

مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک کلموں پر غور کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے۔ کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور

اس کے ساتھ زنا کے خیال کرنے سے بھی بُرا ہے۔ اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن

ڈوب جانے سے بد جہا بدتر ہے۔

مسلمانو! اللہ انصاف کرو، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکل سکتا ہے؟ حاشا

للہ! پادریوں، پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں اور مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انہوں نے بزعم خود

اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں، شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے

کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں،

مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھتے کہ اس نے کس جگرے سے جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیے، حالانکہ ان کی

شان میں ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے۔ الا لعنة الله على اعداء رسول الله۔
 مسلمانو! ذرا اس کی اس ناپاک وجہ کو تو خیال کرو (خاکش بدہن) یہ بدرجہا بدتر ہونا
 اس لیے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا تو عظمت کے ساتھ آئے گا اور گدھے کا
 حقارت سے۔ تو نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آنا اس شرک پسند کے نزدیک شرک
 تک پہنچائے گا، مگر واللہ العظیم کہ شریعت رب العرش الکریم میں نماز بے ان کے خیال بلوغت
 و جلال کے ناقص ہے۔ کیا نماز کی ہر دو رکعت پر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ
 و بركاتہ اور اشہدان محمد اعبدا رسولہ کے پڑھنے کا حکم، محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال کرنے کا حکم نہ ہوا؛ بے شک ہوا اور واقعی ان کا خیال مسلمان کے
 دل میں آئے گا تو عظمت و جلال ہی کے ساتھ آئے گا کہ اس کا تصور ان کے پاک مبارک تصور
 کو لازم ہے اور عرض سلام تو خاص بغرض ذکر و اکرام ہی ہے، تو یہاں نہ صرف ان کے خیال
 بلکہ خاص نماز میں ان کے ذکر و تکریم کا حکم صریح ہے۔

مسلمانو! کیا ہر نماز کے ختم پر درود شریف پڑھنا سنت نہیں اور حضرت امام شافعی
 اور حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک تو فرض ہے۔ پھر درود محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و تکریم نہیں تو اور کیا ہے؟ درود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 خیال با عظمت و جلال سے انفکاک (جدائی) کیونکر ممکن ہے۔

مسلمانو! ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام و مفرد پر واجب
 اور ان غیر مقلد نجدیوں کے یہاں سب پر فرض ہے، ان سے کہو اس میں سے صراط الذین
 اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ نکال ڈالیں، یعنی راہ ان کی جن پر تو نے اکرام کیا۔

جانتے ہو وہ کون ہیں؟ ہاں! قرآن کریم سے پوچھو وہ کون ہیں؟

اُولَئِكَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ
 (جن پر خدا نے انعام کیا، وہ انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ ہیں)

جب صِرَاطَ الَّذِينَ اَلْعَمَّتْ عَلَيْهِمْ طَرَفًا كِرَانِ كِي رَاه مَانِغِي جَانِي كِي، ضرور
 عظمت كے ساتھ ان كا خيال آئے گا اور وہ اس كے نزديك شرڪ ہے، تو الحمد ميں سے اس
 شرڪ كے دور كرنے كِي كوشش كريں، صرف غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ه
 كه انبياء و صدقين كِي جگه نماز ميں فقط يهود و نصارى كِي يادگاري رہے، بلكه اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
 الْمُسْتَقِيمَ جِي ركھنے كے قابل نہيں كه حديث ميں اس سے رسول اللہ صلي اللہ عليه وسلم و
 صديق اكبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ليے گتے ہيں:

فتح الخبير شاه ولي اللہ دہلوی، مطبوع مصر ۱۲۹۵ھ ص ۳ پر ہے:

الصراط المستقيم كتاب الله وقيل رسول الله صلى الله عليه وسلم وصاحباً
 مسلمانو! تم نے ديکھا کيسی خبيث و ناپاک وجہ کے جلد سے اس شخص نے تمہارے پيارے
 نبی اکرم صلي اللہ عليه وسلم اور سہوز دعویٰ اسلام باقی ہے۔ سبحن اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ۔
 اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ه

نماز کے باطنی آداب

وہ نماز جو عند اللہ مقبول ہے، اس كے دو درجے ہيں۔ نمازی جبكہ تمام ظاہری و باطنی
 نجاستوں اور آلودگيوں سے پاڪ و صاف ہو كر نہایت سچائی و خلوص كے ساتھ اس احكام الی كمين
 كے دربار ميں سر نياز خم كرتا ہے، تو وہ اس جيس سائی كا پورا لطف اسی وقت اٹھا سكتا ہے كه
 اس حديث صحيح كا مصداق بن جائے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنْ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَارْتَهْ يَدَاكَ
 ريعنی خدا كی عبادت اس طرح كر كه گویا تو اسے ديکھ رہا ہے، پس اگر تو اسے نہيں

دیکھ رہا ہے، تو وہ یقیناً تجھے دیکھ رہا ہے۔)

یعنی سب سے مزیدار اور پُر لطف وہ نماز ہے جس میں تو اول سے آخر تک تجلیاتِ بانی کے مشاہدے میں مصروف رہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو کم از کم یہ تصور کر کہ وہ حکم الحاکمین تیرے قیام و رکوع و سجود بلکہ تیرے دل کا معائنہ فرما رہا ہے اور تو اس کے سامنے کھڑا ہو اس کی خوشنودی و رضا کے لیے اس کی عبادت میں مصروف ہے۔

یعنی اگر چاہتے ہو کہ تمہاری یہ نمازیں یہ عبادتیں ربِّ قدوس جل و علا کی بارگاہ میں درجہ قبولیت پائیں۔ تمہارے لیے تقرب و نزدیکی کا ثمرہ لائیں اور بارگاہِ خداوندی میں تمہیں مقرب و مقبول بنائیں، تو کوشش کرو کہ تمہارا باطن بھی تمہارے جسم، تمہارے اعضاء اور تمہارے ظاہر کی طرح آداب و بندگی میں مشغول و حاضر رہے اور ان آداب و بندگی کی بجا آوری میں سستی غفلت اور لاپرواہی کو دخل نہ ہو، جسم اس بارگاہ میں حاضر ہے، تو روح کو بھی حاضر لاؤ۔ ظاہر اس کی عبادت میں مشغول ہے، تو باطن بھی مصروف رہے۔ یہ اپنا کام کرے، وہ اپنا کام انجام دے، یہ اپنا حصہ پائے، وہ اپنے نصیب کالے، اسی لیے بعض اکابر امت و عارفین ملت و اولیائے حضرت عزت نے حضورِ قلب کو منجملہ شرائطِ نماز شمار فرمایا۔

بشر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص نماز میں خشوع نہ کرے،

اس کی نماز فاسد ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کی طرف جلد لے جاتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص نماز میں ہو اور قصدِ پہچانے

کہ اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ کون ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

غرض یہ کہ آدمی نماز کی حالت میں اپنے دل کو حاضر رکھنے کا التزام کرے اور کوشش

ہو کہ نماز کا ہر رکن حضورِ قلب سے ادا ہو۔

اب ہم چند امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ نمازی، ارکان نماز کی ادائیگی میں ان کا خیال رکھے اور بندگی کا لطف اٹھائے اور اس کی نماز حضور قلب کے باعث ثمرہ تقرب لائے۔

جب اذان سنو تو اپنے دل میں قیامت کی پکار کی دہشت لاؤ کہ آج یہاں پکاسے جاتے ہیں، کل وہاں پکار پڑے گی اور مشرودہ ہو، بشارت ہو، خوشخبری ہو کہ آج اس اذان کو سن کر مسجد میں حاضری کے لیے دل فرحت و سرور اور رغبت پاؤ گے، توکل انشاء اللہ تعالیٰ لطف و کرم و فضل الہی کی بشارت میں بلائے جاؤ گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

طہارت کو یوں دھیان میں لاؤ کہ کپڑے بدن اور جگہ کی پاکی پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے اور دل جلوہ گاہ نور ایزدی ہے۔ وہ رب کریم دلوں کو دیکھتا ہے، تو اخلاقی نجاستوں باطنی خباثتوں سے اس کی صفائی و پاکی کی ضرورت نہ ہوگی، لہذا دل کی صفائی اور پاکیزگی کا بھی اہتمام ہمیں کرنا چاہیے۔

ستر عورت کو یوں سمجھو کہ بدن کے ان حصوں پر جس طرح ہم نے پردہ ڈال کر انہیں چھپایا ہے، یونہی اپنے گناہوں، برے کرداروں اور نافرمانیوں پر خجالت کا پردہ ڈال کر انہیں چھپانا ضروری ہے، لیکن رب عزوجل سے کیا چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے، اس پر سب عیال ہے۔ تو اب یوں کرو کہ اپنی یہ نافرمانیاں ندامت کے آنسوؤں، خجالت کے ہاتھوں سے مل کر دھوؤ، کوشش کرو کہ اس کا کوئی داغ، کوئی دھبہ، کوئی اثر، رنگ یا بواقی نہ رہے، یعنی آئندہ کے لیے بھی ترک پر عزم کر لو کہ اب اپنی طاقت بھر اس سے دامن بچاؤ گے۔

استقبال قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ امر الہی بجالانے کے لیے جس طرح ہم نے اپنا ظاہری چہرہ ہر طرف سے پھیر کر خانہ کعبہ کی محاذات میں کیا۔ یونہی ہم اس امر کا اہتمام کریں کہ ہمارا باطن ہمارا قلب اور ہماری رُوح، تمام معاملات اور ہر قسم کے تفکرات سے فارغ ہو کر رب عزوجل کی طرف متوجہ ہو۔

قیامت سے یہ غرض ہے کہ آدمی کا دل تمام حرکات سے ٹھہر جائے اور عاجزی و فروتنی

کے طریق پر عبادت پر کمر بستہ ہو جائے اور اس قیام سے وہ وقت یاد کرے، جب روز قیامت ہر شخص کو کھڑے ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

الان الحفیظ وہ روز کہ تمام اولین و آخرین ایک میدان وسیع میں جمع ہوں گے۔ آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر بقدر دوکانوں کے فرق کے لوگوں کے سردوں سے نزدیک کریں گے۔ غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ طاقت طاق ہوگی، پسینے میں آدمی غوطے کھائیں گے۔ کوئی کسی کا پڑسان حال نہ ہوگا۔ پھر ان ہزار ہا مصائب پر حساب اور وہ بھی ذرہ ذرہ کا اور وہ بھی قہار و جبار کی بارگاہ میں جہاں شیخ الانبیاء خلیل کبریا۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ساق عرش سے لپٹ کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری اپنی جان، میری اپنی جان، میں اس کے سوا تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ہی فکر میں غلطاں و پیمپاں ہوگا۔

تو آج اگر اس روز حساب کا دھیان ہے، وہ سخت ہولناک مصیبتیں خیال میں ہیں، اس واحد قہار جل و علا کی یاد دل میں موجود ہے، تو جیسے کہ آج یہاں اس کی رحمت نے اپنی بارگاہ اقدس میں ہم بدکاروں، گنہگاروں، خطاواروں کو کھینچ لیا۔ کل جب لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے ہاتھ پاؤں چھوڑے، ہر چہا طرف سے اُمید توڑے بیتاب و بیقرار ہوں گے، تو اس حمیم و کریم کی رحمت اپنے سایہ دامن میں لے گی اور بارگاہ عرش جاہ، بکس پناہ، ماورائے بکیساں مولائے دو جہاں حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ بتائے گی اور وہ پیارا نبی ہمارا، وہ بکیسوں کا سہارا، وہ بے یاروں کا یارا، وہ شفاعت کی آنکھ کا تارا، وہ محبوب محشر آرا۔ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو اپنی پناہ میں لے کر رب قدوس جل و علا کی بارگاہ میں ہم گنہگاروں کی شفاعت کے لیے اپنے مبارک لبوں کو جنبش دے گا اور ان کے صدقے اور ان کے طفیل ان کے وسیلے ہمارا بیڑا پار ہوگا۔ فصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ

و اصحابہ اجمعین -

نیٹ کا منشار یہ ہو کہ آدمی ان تمام خباثتوں اور گندگیوں سے دور رہنے، اپنے قلب و

روح و بدن کو پاک و صاف رکھنے کا عزم کرے جو قرب الہی سے مانع آتی ہیں اور دل میں ٹھکانے کے لئے کہ حتی المقدور اخلاقی گندگیوں اور روحانی و قلبی آلائشوں سے اور ہر اس امر سے پرہیز کر دے گا جس میں رب عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشی نہیں اور شریعت کے ہر حکم پر حتی الامکان عمل کر دے گا اور خدا اور رسول کو راضی رکھوں گا (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) غرض اس کے ثواب کی توقع، اس کے عذاب کا خوف اور اس سے نزدیکی کی طلب دل میں ملحوظ رہے اور اس باب میں اس کا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ کثرت گناہ و معصیت کے باوجود اس رحیم و کریم نے ہمیں اپنی مناجات کی اجازت دی اور اپنے دل میں اس مناجات کی بڑی قدر جانے اور دیکھے کہ میں کس سے مناجات کرتا ہوں اور کس طرح کرتا ہوں۔

تنبیہ تحریض کا راز یہ ہے کہ جس طرح تم نے بعد نیت ہر کام سے ہاتھ اٹھایا اور ہر چیز سے نگاہ پھیر لی۔ یونہی دنیا کی ہر بڑے سے بڑے کی عظمت والے سے توقع اور امید کا ہاتھ اٹھا لو اور یہ سمجھو کہ ہم ایسے کے دربار میں حاضر ہیں جس کی کبریائی اور بڑائی میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ یہیں ہماری توقعات پوری ہوں گی، یہیں ہماری فریادیں سنی جائیں گی، اسی درگاہ سے امیدیں پھل لائیں گی کہ یہ درگاہ قادر بالذات، مالک مستقل و عنی بے نیاز کی درگاہ ہے، تو اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے؟

قرآنت کی روح یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھے کہ میں اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتا ہوں، یعنی ایک ناکارہ و بدکار اور خطاوار غلام اپنے کردار پر پشیمان ہو کر شرمندہ خوف زدہ اپنے آقا کے سامنے حاضر ہے اور سر جھکائے، آنکھیں ڈالے، ہاتھ باندھے، ٹوٹے ہوئے دل کی فریاد اور اپنے گناہ و سرکشی کا اقرار کرنے کے سامنے کھڑا ہے اور امید یہ ہے کہ وہ کریم اپنے کرم سے نوازے گا، اور اس گنہگار بندے کو کچھ عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ پھر جو کچھ عرض کرے ہم معنی کے ساتھ عرض کرے۔

کیا فائدہ کہ زبان پر مناجات جاری رہے اور دل ادھر ادھر بھٹکتا پھرے۔ زبان عرض

میں مصروف اور دل اور کسی طرف مشغول، بلکہ یوں ہو کہ تم حق قرأت ادا کرو۔ آیات وعید پر اس کی رحمت سے لو لگاؤ۔ آیات وعید پر اس کے عذاب کا خوف کھاؤ، امر و نہی پر تعمیل حکم کا عزم مصمم کرو، نصحیح پر کان دھرو، انعام و احسان کے ذکر پر دل شکرِ الہی میں جھکے، اہم سابقہ کے احوال پر دیدہ عبرت کھلنے غرض اسی حال میں خداوند قدوس کی بزرگی اور کبریائی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی عاجزی و بسکسی کا اظہار یوں کرو کہ بارِ احسان سے تمہارا سرا اور ایک عاجز و ذلیل غلام کی طرح اس کے انعام کے بوجھ سے تمہاری کمر جھک جائے اور اپنی ذلت و رسوائی کا یوں اقرار کرو کہ رکوع میں اس کی عظمت کے گن گاؤ، تسبیح کی تکرار کرو کہ دل میں اس کی عظمت کی تاکید ہو اور یہی اقرار عجز و ذلت عید اور اظہارِ عظمت معبود رکوع کی روح ہے۔ پھر رکوع سے سراٹھا کر یہ توقع کرو کہ وہ رحم کرتا اور آفت رسیدوں کی سنتا اور اس پر مزید نعمت ادا فرماتا ہے اور اب کہ مزید نعمتوں کی بشارت پائی، اپنی انتہائی ذلت و مسکنت اور رب اعلیٰ کی بڑائی اور برتری کے لیے اپنے اشرف ترین اعضاء، یعنی سر کو خاک پر ڈال دو۔

سجدے میں گر جاؤ کہ کہاں ہم سیدہ کار اور کہاں یہ رحمت پروردگار کہ ہم اس کے دربار میں گناہوں کی گٹھڑیاں لادے آئیں اور عفو و احسان سے نوازے جائیں۔ اب دل بار بار تسبیح کا تقاضا کرے گا، تم بھی بار بار اس کی بلندی و برتری کا اعادہ کیے جاؤ اور سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جاؤ، گویا تم رحمت کے قدموں پر لوٹ رہے تھے اور رحمت خداوندی نے تمہاری دستگیری فرمائی کہ اپنے دربار خاص میں عزت کی جگہ عطا فرمائی اور

اب پھر حمدِ الہی میں زبان کھولو، پھر زبان دل سے تختیت بجالاؤ کہ الہی ہر بندگی تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تو ہی پاک پروردگار ہے کہ ذلت و رسوائی کو عزت و نیکنامی سے اور بڑائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل فرماتا اور ٹوٹے دلوں کی امید بندھاتا ہے۔

اسی حالت میں کہ دل کی آنکھیں اٹھیں گی اور دربارِ شاہی کا رعب درگاہ خداوندی کا جلال دل پر چھا جائے گا۔ نمازی کو اپنے مد مقابل کرسی عزت پر نبی کریم روف درحیم صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف فرما نظر آئیں گے اور تیری بہت بندھا میں گے، رحمت پکارے گی کہ ادب و عزت،
تعظیم و عظمت سے ان پر صلوة و سلام عرض کرو کہ اسی میں تمہاری سلامتی ہے، ورنہ اس بارگاہ
جلالت سے ذلت و رسوائی کے ساتھ نکالے جاؤ گے اور پھر کہیں امان نہ پاؤ گے کہ جو ان کا
نہیں، وہ رب کا نہیں۔

اور ہاں دیکھو! یہ اپنی امت سے کبھی غافل نہیں، ادھر ہیں تو ہم سے راصل ادھر ہیں تو
ہم ان میں شامل، پھر ان میں نیکو کار بھی ہیں، گنہ گار بھی۔ خوشنودی مزاج کا پروانہ چاہو، تو ان سب
کے لیے بھی سلامتی کی دعا کرو کہ ان کے طفیل تم پر بھی رب عزوجل کی سلامتیاں نازل ہوں، مگر
اس بلند مرتبہ پر اپنے آقا و مولیٰ کو دیکھ کر تمہارے قدم نہ لڑکھڑائیں، دین و ایمان منتر لزل نہ ہو جائیں
معبود وہی ہے جس کو تم نے سجدہ کیا۔ عبادت کے قابل وہی ہے جس کے حضور تم ذلت و رسوائی
کے لیے خاک پر گرے یہ تو اس کی عظمت والے بندے، برگزیدہ رسول، عزت والے محبوب ہیں،
لہذا زبان کے ساتھ دل سے بھی اسی امر کا اقرار کرو کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور یہ جنہیں تم
نے اس عزت و عظمت سے جلوہ فرما دیکھا اس کے بندے اور رسول ہی ہیں۔

ہاں ہاں! ابھی دربار سے پروانہ رخصت نہیں مل سکتا۔ ابھی روانگی کی اجازت نہیں۔ تم
جن کے صدقے اور طفیل میں اس دربار میں بلائے گئے، ان کے آباد اجداد اور ان کی اولاد انجام
کے لیے دعا کرو اور یوں رحمت الہی کے مستحقوں میں اپنا نام لکھاؤ، ان پر درود پڑھو اور ہم سے
انعام پاؤ۔ اچھا تو اعلان عام ہے، رحمت جوش پر ہے جو چاہو مانگو، جو مانگو گے پاؤ گے۔ یہ
لو پروانہ رخصت اور ہمارے عظمت و جلال والے کے دربار کے سب حاضرین کو سلام کر کے
اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ۔

غرض نماز اول تا آخر تو وضع و مسکنت کی تعلیم اور بندے کو مقرب الہی بنانے کا ذریعہ ہے۔

اللہم اجعلنا ممن لزم اتباع نبیک صلی اللہ علیہ وسلم

وامتنا علی حبہ واحشونا فی ذمیرتہ

نماز باجماعت کے بعض مسائل

- ۱- نماز باجماعت تنہا پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔ (بخاری و مسلم)
- ۲- جس نے کامل وضو کیا، پھر نماز فرض کے لیے چلا اور امام کے ساتھ پڑھی، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (نسائی)
- ۳- جو اللہ کے لیے چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور تکبیر اولیٰ پائے، اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جائیں، ایک نار سے، دوسری نفاق سے۔ (ترمذی)
- ۴- فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ میں نے اپنے رب کو نہایت جمال کے ساتھ تجلی فرماتے ہوئے دیکھا۔ اس نے فرمایا، اے محمد! میں نے عرض کیا، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ۔ اس نے فرمایا تمہیں معلوم ہے ملائکہ مقربین کس امر میں بخت کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا، نہیں جانتا۔ اُس نے اپنا دستِ قدرت میرے شانوں پر رکھا۔ یہاں تک کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پانی تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ میں نے جان لیا۔ پھر فرمایا، اے محمد! جانتے ہو ملائکہ اعلیٰ کس چیز میں بخت کرتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں درجات و کفارات اور جماعتوں کی طرف چلنے اور سخت سردی میں پورا وضو کرنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں اور جس نے ان پر محافظت کی، خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ مرے گا اور اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے اس دن اپنے مال کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

۵- بعض صحائف میں رب عزوجل کا فرمان ہے کہ میری زمین پر میرے گھر مسجدیں ہیں اور وہ جو مسجدوں میں نماز ادا کرنے اور انہیں آباد رکھنے والے ہیں، وہ میری زیارت کرنے والے ہیں۔

تو بشارت ہے اس شخص کے لیے جو اپنے گھر سے صاف پاک ہو کر میرے گھر میں میری زیارت کو آئے۔ (نزہۃ المجالس)

۶۔ جو شخص نماز باجماعت پڑھتا ہے، اس کا سینہ عبادت سے منور ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم)

۷۔ جس نے اذان سنی اور (مسجد میں) آنے سے کوئی عذر مانع نہیں، اس کی وہ نماز مقبول

نہیں۔ (ابوداؤد)

۸۔ جو اذان سننے اور بلا عذر (جماعت میں) حاضر نہ ہو، اس کی نماز ہی نہیں۔ (حاکم)

۹۔ اگر یہ جماعت سے رہ جانے والا جانتا کہ

جانے والے کے لیے

کیا ہے، تو گھسٹتا ہوا حاضر ہوتا۔ (طبرانی)

۱۰۔ اگر کسی گاؤں یا بادیہ میں تین شخص ہوں اور وہاں نماز قائم نہ کی گئی، مگر ان پر شیطان

مسلط ہو گیا، تو جماعت کو لازم جانو کہ بھینٹ یا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔ (ابوداؤد احمد)

۱۱۔ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو پانچوں نمازوں

کی محافظت کرے۔ جب ان کی اذان کہی جائے۔ یہ سنن الہدیٰ سے ہے اور اگر تم نے نماز

اپنے گھروں میں پڑھ لی، تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑی اور اپنے نبی کی سنت چھوڑو گے تو گمراہ

ہو جاؤ گے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ کافر لے کر ہو جاؤ گے۔

تنبیہ: اللہ اللہ! مسلمانو! یہ ہے ترک جماعت کا وبال۔ اسے غافل نماز باجماعت خداوند قدوس کا

فضل عظیم ہے کہ اہل ایمان کو بواسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوا، اس کی پابندی خیر و برکت کی موجب اور

اس سے لاپرواہی مسلمان کی ہلاکت و تباہی کی باعث ہے۔ مسلمانو! غور کرو کہ آج ہمارے گھروں میں افلاس

و بربادی، بے برکتی و بے روزگاری، بیماری و پریشان حالی، ذلت و رسوائی وغیرہ آفات و بلیات کی جو آگ

لگ رہی ہے۔ اس کا اصل سبب کہیں یہی تو نہیں کہ ہم نماز و جماعت سے غافل و لاپرواہ ہو کر دنیا کی

رنگینیوں میں رنگ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ اللھم و قسا لہما تحب و ترضیٰ۔

نماز باجماعت اور صف اول

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے کو اس حالت میں دیکھا کہ نماز سے پیچھے نہیں رہتا مگر کھلا منافق یا بیمار اور بیمار کی یہ حالت ہوتی کہ دو شخصوں کے درمیان میں چلا کر نماز کو لاتے (مسلم) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر لوگ جانتے کہ اذان اور صف اول میں کیا ہے پھر بغیر قرعہ ڈالے نہ پاتے تو اس پر قرعہ اندازی کرتے (بخاری و مسلم)

(۲) بخاری و مسلم ہی کی روایت ہے کہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقین پر سب سے گراں نماز عشر و فجر ہے اور جانتے ہیں کہ اس میں کیا ہے اور گھسٹتے ہوتے آتے۔

(۳) اور یہ حدیث پہلے گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو امر فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لیکر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر ان پر آگ سے جلا دوں (بخاری و مسلم)

(۴) اور ایک روایت میں ہے کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو نماز عشر قائم کرتا اور جوانوں کو حکم دیتا کہ جو کچھ گھروں میں ہے آگ سے جلا دیں (۴) ابو داؤد و نسائی نے روایت کی کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ مدینہ میں موزی جانور بکثرت ہیں اور میں نابینا ہوں تو کیا مجھے رخصت ہے کہ گھر پڑھ لوں، فرمایا حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سنتے ہو۔ عرض کی ہاں۔ فرمایا تو حاضر ہے۔

تنبیہ :- نابینا کہ اٹکل نہ رکھتا ہو نہ کوئی لیجانے والا ہو۔ خصوصاً

درندوں کا خوف ہو تو اسے ضرور رخصت ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی تاکہ وہ لوگ سبق لیں جو بلا عذر گھر میں پڑھ لیتے ہیں۔

(۷) تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے۔ ایک اذان کہنا (محض لوجہ اللہ تعالیٰ) دوسری جماعت سے نماز ادا کرنے کے لیے دوپہر کو ردھوپ کی سختی میں جانا تیسری پہلی صفت میں نماز پڑھنا (جامع الصغیر)

(۸) صفیں برابر کر کے صفیں برابر کرنا تمام نماز سے ہے (بخاری و مسلم)

(۹) جو صفت کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جو صفت کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے گا (ابوداؤد نسائی)

(۱۰) اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صفیں ملائے ہیں (احمد و ابن ماجہ)

(۱۱) صفوں کو برابر کرو اور مونڈھوں کو مقابل کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھڑکے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے (احمد و طبرانی)

(۱۲) اللہ کے بند و صفیں برابر کر دیا تمہارے اندر اللہ تعالیٰ اختلاف ڈال دے گا (بخاری)

(۱۳) جو کشادگی کو بند کرے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرمائے گا (ابن ماجہ) اور طبرانی کی روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ اس کے لیے جنت میں اس کے بدلے ایک گھر بنائے گا۔

(۱۴) جو صفت کی کشادگی بند کرے اس کی مغفرت ہو جائے گی (بخاری)

(۱۵) اللہ اور اس کے فرشتے صفت کے دہنے والوں پر درود بھیجتے ہیں

(۱۶) جو مسجد کی بائیں جانب کو اس لیے آباد کرے کہ ادھر لوگ کم ہیں اسے
دو پنا ثواب ہے رطرنی

(۱۷) صف مقدم کو پورا کر دو پھر اس کو جو اس کے بعد ہو اگر کچھ کمی ہو تو
بکھلی میں ہو (بوداؤد)

(۱۸) تم میں سے عقلمند لوگ میرے قریب ہوں۔ پھر وہ جو ان کے قریب
ہوں اسے تین بار فرمایا، اور بازاروں کی چنچ و پکار سے بچو (مسلم)

(۱۹) اس قدم سے بڑھ کر کسی قدم کا ثواب نہیں جو اس لیے چلا کہ صف
میں کشادگی کو بند کرے (رطرنی)

(۲۰) کیوں نہیں اس طرح صفیں باندھتے ہو جس طرح ملائکہ اپنے رب کے حضور
باندھتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ کس طرح ملائکہ اپنے رب کے حضور صف
باندھتے ہیں۔ فرمایا۔ اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے
ہوتے ہیں (مسلم و ابوداؤد)

(۲۱) ظلم ہے اور پورا ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے یہ کہ اللہ کے مناد
کو اذان کہتے ہوئے سنے اور حاضر نہ ہو (رطرنی)

مسئلہ ضروریہ

(۱) جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں سنت کفایہ کہ غلہ
کے سب لوگوں نے ترک کی تو سب نے بُرا کیا اور کچھ لوگوں نے قائم کر لی تو
باقیوں کے سر سے جماعت ساقط ہوگئی اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے،
لوائفل اور علاوہ رمضان کے وتر میں اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے تداعی
کے معنی یہ ہیں کہ تین سے زیادہ مقتدی ہوں۔ سوزج گہن میں جماعت سنت
ہے اور چاند گہن میں تداعی کے ساتھ مکروہ (در مختار، عالمگیری)

اور پنج وقتہ نماز باجماعت ہر ماقل بالغ حُر قادر پر واجب ہے کہ بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مرد و الشہادۃ اور اس کو سزا دی جائے گی۔ اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے رور مختار ردالمحتار

اگر وضو میں تین تین بار اعضاء دھونا ہے تو رکعت جاتی رہے گی تو افضل یہ ہے کہ تین تین بار نہ دھوئے اور رکعت نہ جانے دے اور اگر جانتا ہے کہ رکعت تو مل جائے گی مگر تکبیر اولیٰ نہ ملے گی تو تین تین بار دھوئے۔

(۲) مسجد محلہ میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت قلیل ہو مسجد جامع سے افضل ہے اگرچہ وہاں بڑی جماعت ہو یا مسجد کا امام اگر بد مذہب بد عقیدہ یا فاسق معین ہو غرض اس میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس کے صحیحے نماز منع ہو تو وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام سنی متدین پرہیزگار اور صحیح خواں ہو اور اگر اس سے ہو سکتا ہو تو اس امام مسجد محلہ کو معزول کر دے۔
(صغیری غنیہ وغیرہ)

(۳) ایک شخص امام کی برابر کھڑا تھا پھر ایک اور آیا تو امام آگے بڑھ جائے اور وہ مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ آئے خود یا آنے والے نے اس کو کھینچا۔ خواہ تکبیر کے بعد یا پہلے یہ سب صورتیں جائز ہیں اور اگر مقتدی کے کہنے سے امام آگے بڑھایا مقتدی پیچھے ہٹا اس نیت سے کہ یہ کہتا ہے اس کی مانوں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور حکم شرع بجالانے کے لیے ہو تو کچھ حرج نہیں رور مختار وغیرہ)

(۴) مسبوق نے جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی شروع کی تو قرأت کے حق میں یہ رکعت پہلی رکعت قرار دی جائے گی اور حق تشہد میں یہ جواب پڑھتا ہے دوسری ہے لہذا ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ

کرے اور التحیات پڑھے۔ پھر اس کے بعد والی میں فاتحہ پڑھ کر رکوع کرے اور تشهد وغیرہ پڑھ کر ختم کر دے۔

(۱۵) امام رکوع میں تھا کسی نے اس کی اقتدار کی اور کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے رکوع کرنے سے پیشتر امام نے سر اٹھایا کہ اسے رکعت نہ ملی تو اس صورت میں نماز توڑ دینا جائز نہیں۔ جیسا بعض جاہل کرتے ہیں۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ سجدے میں امام کی پیروی کرے۔ اگرچہ یہ سجدے رکعت میں شمار نہ ہوں گے (۱۶) امام سے پہلے سجدہ کیا۔ مگر اس کے سر اٹھانے سے پہلے امام بھی سجدہ میں پہنچ گیا تو سجدہ ہو گیا۔ مگر مقتدی کو ایسا کرنا حرام ہے۔

تنبیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا اور جھکانا ہے اس کی پیشانی کے بال شیطان کے ہاتھ میں ہیں۔ (امام مسلم)

بخاری و مسلم وغیرہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور فرماتے ہیں کیا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر کر دے۔

بعض محدثین سے منقول ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ حدیث لینے کے لیے ایک بڑے مشہور شخص کے پاس دمشق میں گئے اور ان کے پاس بہت کچھ پڑھا۔ مگر وہ پردہ ڈال کر پڑھاتے۔ مدتوں ان کے پاس بہت کچھ پڑھا مگر ان کا منہ نہ دیکھا۔ جب زمانہ دراز گذرا اور انہوں نے دیکھا کہ ان کو حدیث کی بہت خواہش ہے تو ایک روز پردہ ہٹا دیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ان کا منہ گدھے کا سا ہے انہوں نے کہا صاحبزادے امام پر سبقت کرنے سے ڈرو کہ یہ حدیث جب مجھ کو پہنچی میں نے اسے مستعبد جانا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے اور میں نے امام پر قصداً سبقت کی تو میرا منہ ایسا ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

فقیر غمرا کہتا ہے کہ اس واقعہ کو وہ بھی یاد رکھیں جو اس قسم کی احادیث کریمہ سن کر اس میں بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولتے اور معاذ اللہ ان کے بارے میں کلام کرتے ہیں گویا انہیں اس پر یقین نہیں اور یہ چلتی ہوئی سی کوئی بات ہے۔

ترکِ جماعت کے اعداد

- ۱۔ مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔
- ۲۔ اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہو۔
- ۳۔ اندھا اگرچہ کوئی اس کو مسجد تک پہنچا دینے والا ہو۔
- ۴۔ اپاہج یا مفلوج جس پر فالج گرا ہو یا جس کا پاؤں کٹ گیا ہو۔
- ۵۔ سخت بارش، شدید کیچڑ کا حال ہوتا سخت سردی، سخت تاریکی ^{کے اندھی}۔
- ۶۔ مال یا کھانے کے تلف ہونے کا اندیشہ۔
- ۷۔ قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگدست، ظالم کا خوف ہے۔
- ۸۔ پاخانہ، پیشاب یا ریاح کی شدید حاجت ہے۔
- ۹۔ کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش۔
- ۱۰۔ قافلہ چلے جانے کا اندیشہ ہے۔
- ۱۱۔ مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لیے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا۔ یہ سب ترکِ جماعت کے لیے

عذر درمختار (جماعتِ ثانیہ)

اس میں ضابطہ و قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جماعتِ اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو، تو جماعتِ ثانیہ کی مطلقاً اجازت ہے۔

بلکہ در صورتِ کراہت تصدّاً جماعتِ اولیٰ فوت کر دینے کی رخصت ہے جبکہ ثانیہ تطیفہ رسنونہ غیر مکروہ اہل سکتی ہو۔ اور در صورتِ فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت ہے اگرچہ جماعتِ ثانیہ بھی میسر نہ ہو۔ (القطفوف الدانیہ)

اب ان مطالب کی توضیح اور تکرار جماعت کی وہ صورتیں سنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں۔

(۱) شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائے کی مسجد یعنی جس کے نمازی مقرر نہ ہوں بلکہ وقت پر جو لوگ گزرے یا آئے یا اترے وہ پڑھ گئے۔ وہاں شرعاً یہی مطلوب و افضل ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں۔ نئی اذان و دعا اقامت سے جماعت کرتے جائیں۔ اگرچہ وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں (قاضی خان)

(۲) مسجد محلہ میں اور لوگ آگئے اور جماعت کر گئے یا اہل محلہ ہی آہستہ اذان دے کر یا بلا اذان پڑھ گئے تو تکرار جماعت بلاشبہ جائز ہے (میں نے سنا)

(۳) جماعتِ اولیٰ کا امام زیادہ علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا یا قرآنِ عظیم ایسا غلط پڑھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً عیات ط، یات سی صی یا ح ۵ یا ذنظ میں تیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دارالافتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں تو مذہبِ معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے تو لاجرم صحیح خواں دوسری ہی جماعت کریں گے۔

(۴) جس نے جماعتِ اولیٰ کی فاسق تھا۔ جیسے شرابی، زناکار یا دارِ ٹھی منڈایا یا سود خوار اگرچہ یہ لوگ بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی لاکھ درجے بہتر حال میں ہیں۔ پھر بھی ان کی اقتدار شرعاً بہت ناپسند

بلکہ ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔
 تو یہاں بھی جماعت ثانیہ کی اجازت ہوگی۔
 ردالمحتار

(۵) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسق العقیدہ بد مذہب بد دین تھا کہ
 عند التحقیق ایسوں کی اقتدار بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے در مختار و غیر
 تو یہاں بھی اس کی اقتدار سے پرہیز کرنا لازم ہے لہذا یہ بھی اپنی جدید جماعت
 کر سکتے ہیں۔ اب نہ رہی مگر ایک صورت کہ

مسجد محلہ میں اہل محلہ نے اذان و اقامت کے ساتھ بطریق مسنون امام
 سالم العقیدہ موافق المذہب متقی مسائل داں صحیح خوان کے پیچھے جماعت پڑھ
 لی۔ پھر باقی ماندہ لوگ آئے۔ انہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے
 کی اجازت ہے یا نہیں اور ہے تو بکراہت یا بلا کراہت تو اس بارے میں
 تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت یا عادیہ اذان ہمارے نزدیک
 ممنوع و بدعت ہے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب
 ہے۔ جس کا حامل نسی اذان کی کراہت کی طرف راجع نہ کہ نفس جماعت کی طرف
 لہذا اسی مذہب کو امام محقق حلبی نے جلیہ میں اس عبارت سے نقل فرمایا
 المسجد اذا كان له اهل معلوم فصلوا فيه او بعضهم
 باذان واقامته كراه لغیر اهلہ و للباقيين من
 اهلہ اعادہ الاذان والاقامه ہ

وہ مسجد جس کے اہل معین ہوں جب وہ نماز پڑھ گئے اور بعض اہل اذان
 و اقامت سے نماز ادا کر چکے تو غیر اہل مسجد یا باقی ماندہ اہل مسجد کو جدید اذان
 و اقامت مکروہ ہے۔

تو اگر لغیر اس کے تکرار جماعت کرے تو قطعاً جائز و روا ہے اسی پر
 ہمارے علمائے حنفیہ کا اجماع ہوا ہے اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت

ہیں خالص مباح و ماذون فیہ ہے رد المحتار

حاصل کلام یہ کہ مسجد محلہ میں جس کے لیے امام ر صالح صحیح العقیدہ (مقرر ہو امام محلہ نے اذان و اقامت کے ساتھ لطریق مسنون جماعت پڑھ لی ہو تو اذان و اقامت کے ساتھ ہیات اولیٰ پر دوبارہ جماعت قائم کرنا مکروہ ہے اور اگر بے اذان جماعت ثانیہ ہوئی تو حرج نہیں جبکہ محراب سے ہٹ کر ہو و اللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ :- جن نمازوں سے قبل سنت مؤکدہ ہیں۔ جماعت ثانیہ میں سنت پڑھ کر شریک جماعت ہو کہ جماعت ثانیہ فقط جائز ہے۔ اس کے لیے سنتیں نہیں چھوڑی جاسکتیں (المملفوظ)

چند مسائل متعلق امامت

(۱) جو شخص قرأت غلط پڑھتا ہو۔ جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو۔ جیسے نیچری قادیانی، چکڑا لوی وغیرہم جن کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہے۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے رعالمگیری غلبہ وغیرہ)

(۲) وہ بد مذہب جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔ جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علیٰ کوشینین حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری وغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تکریہ مکروہ ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جہنمی پڑھی ہوں۔ سب کا پھیرنا واجب (۳) اور انہیں کے قریب ہے فاسق معائنے جیسے وارثی منڈا یا خشخشی رکھنے والا یا کتر و اگر حد شرح سے کم کرنے

والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی
گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے۔

یاریشہمی کپڑا پہننے یا معرق ٹوپی رکھ اس میں زری کا کام چار انگل سے
یکجا چار انگل سے زیادہ ہوتا ہے

پاساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی لڑنگ کی ایک
انگوٹھی، یا ایک لنگ کی دو انگوٹھی اگر چہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم
وزن کی ہوں یا سود خوار یا ناچ رکھنے والا، ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے

(۴) اور جو فاسق معین نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے
نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خولصورت امر و

یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ نفرت و کراہت کرتے ہوں اس قسم کے
لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔

(۵) اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل
طہارت و نماز کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ سے بخلاف اس کے

پہلی دو قسم والوں کے کہ اگرچہ عالم متجرب ہوں۔ وہی حکم کراہت رکھتا ہے
(۶) مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی

یا فاسق معین ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین
پڑھ لیے جائیں بخلاف مسلم اول کے مثلاً عقائد کفریہ رکھنے والے بدین

کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین
کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک

فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔
(۷) امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت صحیح القراءت

مسائل نماز و طہارت کا عالم ہو، نہ فاسق ہو نہ اس میں کوئی ایسی جسمانی دروہانی

عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو (احکام شریعت)

(۸) امام معین ہی امامت کا حق دار ہے اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو (در مختار) یعنی جب کہ وہ امام جامع شرائط امامت ہو ورنہ وہ امامت کا اہل ہی نہیں بہتر ہونا درکنار۔

(۹) کسی شخص کی امامت سے لوگ کسی وجہ شرعی سے ناراض ہوں تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ناراضی کسی وجہ شرعی سے نہ ہو تو کراہت نہیں بلکہ اگر وہی حق ہو تو اسی کو امام ہونا چاہئے (در مختار)

(۱۰) امام کو چاہئے کہ جماعت کی رعایت کرے اور قدر مستون سے زیادہ طویل قرات نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے (عالمگیری) فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی اوروں کو نماز پڑھاتے تو تخفیف کرے کہ ان میں بیمار، کمزور اور بوڑھا ہوتا ہے اور جب اپنی پڑھے تو جس قدر چاہئے طویل دے (بخاری و مسلم)

(۱۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں کسی کو حلال نہیں جو کسی قوم کی امامت کرے تو ایسا نہ کرے کہ خاص اپنے لیے دعا کرے اور انہیں چھوڑ دے ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور کسی کے گھر کے اندر بغیر اجازت نظر نہ کرے اور ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور پاخانہ پیشاب روک کر نماز پڑھے بلکہ ہلکا ہولے یعنی فارغ ہولے۔

تنبیہ (۱) بعض لوگوں کے خیال میں ہے کہ دوسری جماعت کا امام پہلے کے مصلے پر نہ کھڑا ہو لہذا مصلی ہٹا کر وہیں کھڑے ہو جاتے ہیں جو امام اول کے قیام کی جگہ ہے یہ جہالت ہے اس جگہ سے داہنے بائیں ہٹنا چاہئے اگرچہ مصلے وہی ہو۔

(۲) آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت امامت سب لوگ کھڑے رہتے

ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلیٰ پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی۔ یہ خلاف سنت ہے (بہار شریعت)

اسی امام اگر قرب محراب میں ہو تو امام و مقتدی اس وقت تک کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے رکعتی القائلین بشرح و قایہ)

اور اگر امام اس وقت مسجد میں داخل ہوا کہ اقامت ہو رہی ہے تو اگر صفوں کے سامنے سے آئے تو سب مقتدی اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں ورنہ جس جس صف سے گذرتا جائے وہ سب کھڑی ہوتی جائے اور اگر امام خود ہی اقامت

کہے تو ختم تکبیر پر مقتدی کھڑے ہوں (عالمگیری) اور اگر امام تکبیر ہونے میں چلا تو اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلیٰ پر جائے اور حی علی الفلاح

یا ختم تکبیر تحریمیہ کہے لیونہی بعد خطبہ اسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے یہی حکم قوم کے لیے ہے (فتاویٰ رضویہ)

بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ نماز ہر شخص کے پیچھے صحیح و جائز ہے۔ یہ سخت

جہالت بلکہ احکام دین و ملت سے لاپرواہی و غفلت ہے۔ ایسوں پر واجب کہ توبہ کریں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالفت

سے پرہیز کریں۔ بالخصوص بدعتیہ و بد مذہب کہ ان سے دوری ہی مناسب کہ آیا ہو سنا یا کو لا یصلونک و لا یفتنونک و لا یفسدواک (مسلم شریف)

ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں کہ (فلا تلوا کلواہ و لا تشاءواہ)

یاد رکھیں کہ ہر بدعتی مبغوض خدا ہے اور مبغوض خدا سے نفرت دوری واجب خصوصاً ان کو امام بنانا کہ ان کی امامت کو پسند نہ کرے گا۔ مگر دین میں

مداہن، احکام شرع سے لاپرواہ۔ والعیاذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیے کہ تمہارے

بیک تمھاری امامت کریں (بخاری فی تاریخہ وابن عساکر) اور یہ کہ
اپنے نیکوں کو اپنا امام کر دو کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تم میں اور تمھارے
رب میں“ (دارقطنی و بیہقی)

اور پڑھا ہے کہ نماز مقام مناجات دراز اور تمھارے اعمال صالحہ میں
معزز و ممتاز ہے کیا نظافت ایمانی گوارا کر سکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اثرار
کو بلا عذر اپنا پیشوا اور سردار کیا جائے جن کے حق میں سگان جہنم وارد
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اهل
الناس اهل بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں (دارقطنی)

ابھی اوپر حدیث گزری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بدعت کے پاس
اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا پینا، رہنا سہنا غرض کوئی معاملہ پسند نہیں
تو انہیں امام بنانا شرع کیونکر گوارا فرمائے گی۔

بلکہ اسی حدیث میں ہے لا تصلوا علیہم ولا یصلوا علیکم
ان کے جنازے میں نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ بالجملہ

بد مذہبی اور عقیدگی ایسی چیز ہے کہ آدمی اس سے بیزار اور نفور رہی ورنہ

ہر کہ پس کور شد در چہ و در گور شد

طاعت و عبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں
امامت پر اجرت مثلاً اذان کہنے کے لیے امامت کے لیے قرآن وقفہ کی تعلیم
کے لیے حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے، متقدمین
فقہا کا یہی مسلک تھا۔ مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی
ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے
کاموں میں خلل واقع ہوگا انہوں نے اس کلیہ سے بہت سے امور کا استثناء
فرمایا اور یہ حکم دیا کہ تعلیم القرآن وقفہ اور اذان واقامت پر اجارہ جائز ہے

کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو تران وقفہ کے پڑھانے والے طلب معاش میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے اسی طرح اگر مؤذن و امام کو نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان و جماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس شعار اسلامی میں زبردستی کمی واقع ہو جائے گی اسی طرح بعض علمائے وعظ پر اجارہ کو جائز کہا ہے اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں ادھر ادھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ و تقریر کے ذریعے انہیں دین کی تعلیم دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعے سے کچھ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے۔

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندہ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور آخر اخروی کام مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ان کی خدمت ہم کریں اور ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہو گا اور اس کو لینا جائز ہو گا کہ یہ اجرت نہیں ہے بلکہ اعانت و امداد ہے بہار شریعت

نماز فاسد کرنے والی چیزوں کا بیان کلام: عمداً ہو یا خطأً یا سہواً قلیل ہو یا کثیر، مفسد نماز ہے جبکہ اتنی آواز سے ہو کہ کم از کم وہ خود سن سکے۔ خطا کے معنی یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے معنی یہ ہیں کہ اسے اپنا نماز میں ہونا یاد نہ رہا اور بات کر بیٹھا۔

تنبیہ: کچھ الفاظ بعض لوگوں کے تکیہ کلام بن جاتے ہیں کہ بغیر اس لفظ کے دہرائے وہ کوئی جملہ ادا نہیں کرتے یہ مسئلہ انہیں خاص طور پر یاد رکھنا چاہیے البتہ مریض کی زبان سے بے اختیار آہ اوہ نکلی یا بیمار نے اٹھنے بیٹھنے تکلیف اور درد پر بسم اللہ کہی نماز فاسد نہ ہوئی۔ یوں ہیں چھینک، کھانسی، جھاسی ڈکا

میں جتنے حروف مجبوراً بے اختیار نکلتے ہیں معاف ہیں۔
 مسئلہ: نماز پوری ہونے سے پہلے قصداً سلام پھیر دیا۔
 یا مبسوق نے یہ خیال کر کے کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے سلام پھیر دیا۔
 یا عشار کی نماز میں یہ خیال کر کے کہ تراویح ہے۔
 یا ظہر کو جمعہ تصور کر کے۔

یا مقیم نے اپنے آپ کو مسافر خیال کر کے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔
 یا نمازی نے کسی شخص کو عمداً یا سہواً سلام کر لیا۔

یا زبان سے کسی کو سلام کا جواب دیا۔
 یا کسی کو چھینک آئی اس کے جواب میں نمازی نے یوحنا اللہ

یا جواب کی نیت سے الحمد للہ کہا
 یا خوشی کی خبر سن کر جواب میں الحمد للہ
 یا کوئی چیز تعجب خیز دیکھ کر بقصد جواب سبحن اللہ

یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر

یا بری خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا
 یا الفاظ قرآن سے کسی کو جواب دیا۔ یا اذان کا جواب دیا۔

یا چاند دیکھ کر سبحی و سبحی اللہ کہا

یا بخار وغیرہ کی وجہ سے کچھ تران پڑھ کر دم کیا۔
 یا شیطان کا ذکر سن کر اس پر لعنت بھیجی۔

یا کوئی عبارت بوزن شعر کہ قرآن مجید میں بہ ترتیب پائی جاتی ہے بہ نیت شعر پڑھی تو ان
 سب صورتوں میں نماز جاتی رہی۔ دوبارہ پڑھنا فرض ہے

مسئلہ: وسوسہ کے دفع کرنے کے لیے لاجول پڑھی۔ اگر امور دنیا کے لیے ہے
 نماز فاسد ہو جائے گی اور امور آخرت کے لیے تو نہیں۔

اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا یا

مسئلہ: اپنے مقتدی کے سوا دوسرے کو لقمہ لینا بھی مفسد نماز ہے البتہ اگر اس

کے بتاتے وقت امام کو خود یاد آ گیا یعنی اگر وہ نہ بتاتا جب بھی اسے یاد آجاتا اس کے بتانے کو کچھ دخل نہیں تو اس کا پڑھنا نماز کو فاسد نہ کرے گا۔
مسئلہ ۱۵۰۔ اوہ۔ تف۔ ات یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے۔

یا آواز سے رویا اور حروف پیدا ہوتے۔
یا بلا عذر بے غرض صحیح کھنکارا اور کھنکارنے میں دو حرف ظاہر ہوئے جیسے
اخ تو بھی نماز فاسد ہوگی۔

عذر مثلاً یہ کہ طبیعت کا تقاضا ہو۔ غرض صحیح مثلاً آواز صاف کرنے یا امام سے غلطی ہوگئی اسے توجہ دلانے یا دوسرے شخص کو اپنا نماز میں ہونا بتانے کے لیے کھنکارا۔ یوہیں اُف اوہ وغیرہ الفاظ جنت و دوزخ کی یاد میں کہے یا امام کا پڑھنا پسند آیا اس پر رونے لگا اور آرسے نعم ماں زبان سے نکلا تو کوئی حرج نہیں نماز فاسد ہوگی

ہاں امام کی خوش گلوئی پر یہ الفاظ کہے تو نماز فاسد ہوگی
مسئلہ ۱۵۱ صرف تورات یا انجیل کو نماز میں پڑھا تو نماز نہ ہوئی۔ یوہیں مصحف شریف سے دیکھو کہ۔

یا محراب وغیرہ پر لکھا ہوا دیکھ کر قرآن پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے ہاں اگر یاد پر پڑھتا ہو مصحف شریف یا محراب وغیرہ پر فقط منظر ہے تو حرج نہیں۔

مسئلہ ۱۵۲ نماز میں کرتا یا پا جامہ پہنتا یا تہبند باندھا یا ناپاک جگہ پر بغیر جاک سجده کیا یا ماتھ یا گھٹنے سجدے میں ناپاک جگہ پر رکھے یا ستر کھولے ہوئے یا بقدر مانع، نجاست کے ساتھ پورا رکن ادا کیا یا بقدر تین تسبیح اس حالت میں وقت گذر گیا یا قصداً ستر کھولا اگر فوراً ڈھانک رہا اور اس میں وقفہ کی بھی حاجت نہیں) یا بھٹیر کی وجہ سے امام سے اتنی دیر تک آئے ہو گیا یا ایک دم بقدر تین قدم چلا یا چوپایہ نے بقدر تین قدم کھینچ لیا یا ٹوہکیل دیا تو ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی۔

۴۵۔ مسئلہ، عمل کثیر مثلاً ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے یعنی یوں کہ کھجیا کر ہاتھ بٹالیا، پھر کھجایا پھر ہاتھ بٹالیا و علیٰ ہذا اور اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی، تو ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔

۴۶۔ یونہی پے درپے تین بال اکھیرے۔

۴۷۔ یا تین جوتیں ماریں۔

۴۸۔ یا ایک ہی جوں کو تین بار مارا تو نماز جاتی رہی۔

اور پے درپے نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی، مگر مکروہ ہے۔

فائدہ ۱۵، جس کام کے کرنے والے کو دُور سے دیکھ کر اس کے نماز میں نہ ہونے کا گمان غالب ہو کہ نماز میں نہیں، تو وہ عمل کثیر ہے اور اگر دُور سے دیکھنے والے کو شبہ و شک ہو کہ نماز میں ہے یا نہیں، تو وہ عمل قلیل ہے۔ عمل کثیر کو نہ اعمالِ نماز سے ہونہ نماز کی اصلاح کے لیے کیا گیا ہو، نماز فاسد کر دیتا ہے اور عمل قلیل مفسد نہیں۔

۴۹۔ مسئلہ، تکبیراتِ انتقال میں اللہ یا اکبر کے الف کو دراز کیا۔ اللہ یا اکبر کہا۔

۵۰۔ یا ب کے بعد الف بٹھایا، اکبار کہا نماز فاسد ہو جائے گی۔

۵۱۔ اور تحریر میں ایسا ہوا تو نماز شروع ہی نہ ہوتی۔

۵۲۔ یونہی قرأت یا اذکار نماز میں ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہو جائیں، نماز فاسد

کر دیتی ہے۔

تنبیہ، بعض متوذن اذان و اقامت میں اکثر اکبر میں ب کے بعد الف بٹھایتے ہیں، یہ سخت گناہ و حرام ہے، انہیں شدید تنبیہ کی جائے۔

۵۳۔ ایسی دعا جس کا سوال بندوں سے کیا جاسکتا ہے، مفسد نماز ہے۔ مثلاً اللھم

اطعمنی (اے اللہ تعالیٰ مجھے کھانا دے)

۵۴۔ مسئلہ، نماز کے اندر کھانا پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دیتا ہے، قصداً ہو یا

بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہاں تک کہ اگر تل بغیر چبائے نکل لیا یا کوئی قطرہ اس کے منہ میں گرا اور یہ نکل گیا، تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ : دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی تھی، اس کو نکل لیا، اگر چنے سے کم ہے نماز فاسد نہ ہوتی، مگر وہ ہوتی اور اگر چنے کے برابر ہے، تو فاسد ہو گئی اور دانتوں سے خون نکلا۔ اگر تھوک غالب ہے تو نکلنے سے فاسد نہ ہوگی، ورنہ فاسد ہو جائے گی۔

فائدہ ۸ : غلبہ کی علامت یہ ہے کہ حلق میں خون کا مزہ محسوس ہو۔ نماز اور روزہ توڑنے میں خون کے مزے کا اعتبار ہے اور وضو توڑنے میں رنگ کا۔ یعنی منہ سے خون نکلا تو تھوک کا رنگ اگر سرخ ہو جائے، تو خون غالب سمجھا جائے گا، وضو جاتا رہے گا اور اگر تھوک کا رنگ زرد ہو تو خون مغلوب سمجھا جائے گا، وضو نہ جائے گا۔

۵۶۔ مسئلہ : بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے سنسی آئی کہ اس پاس والے سنیں، اگر رکوع سجدے والی نماز میں ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو بھی جاتا رہے گا۔

۵۷۔ مسئلہ : ناپاک زمین پر پاک جو تا پہن کر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، تو نماز نہ ہوگی۔ ہاں جو تے اتار کر ان پٹاؤں رکھ کر کھڑا ہوا جیسا کہ عام طور پر رائج ہے، تو نماز ہو جائے گی۔

۵۸۔ مسئلہ : عورت نماز پڑھ رہی تھی، بچپنے اس کی چھاتی چوسی، اگر دودھ نکل آیا، نماز جاتی رہی۔

۵۹۔ یونہی عورت نماز میں تھی، مرد نے بوسہ لیا۔

۶۰۔ یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو ہاتھ لگایا نماز جاتی رہی۔

تنبیہ : جہلا میں مشہور ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اس کی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور اسی لیے بعض ناواقف اپنی نماز توڑ دیتے ہیں، بلکہ بعض تو ان میں وہ ہیں کہ نماز توڑ کر گزرنے والے سے لڑائی اور بدزبانی پر اتر آتے ہیں۔ یہ محض غلط و باطل ہے، نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ خواہ گزرنے والا مرد ہو یا عورت، کتا ہو یا گدھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے نماز میں آڑے ہو کر گزرنے میں کیا ہے تو سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔

(ابن ماجہ)

مکروہات کا بیان

احادیث، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ کمر پہنا کر نماز میں ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہے۔ (بخاری و مسلم)

علماء کرام نے فرمایا: یعنی یہ یہودیوں کا فعل ہے کہ وہ جہنمی ہیں، ورنہ جہنمیوں کے لیے

جہنم میں کیا راحت؟

۲۔ جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی خاص رحمت کے ساتھ اس

کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ فرماتا ہے: اے ابن آدم! کس کی طرف

التفات کرتا ہے، کیا مجھ سے کوئی بہتر ہے جس کی طرف التفات کرتا ہے۔ پھر جب دوبارہ التفات

کرتا ہے، ایسا ہی فرماتا ہے۔ پھر جب تیسری بار التفات کرتا ہے تو اللہ عزوجل اپنی اس خاص

نعمت کو اس سے پھیر لیتا ہے۔ (بخاری)

۳۔ جو شخص نماز میں تکبر سے تہہ بند ٹکائے، اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت حل میں ہے

نہ عرم میں۔ (ابوداؤد) اور بخاری نے تاریخ میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب نماز پڑھو تو ٹکٹے کپڑے کو اٹھا لو کہ اس میں سے جو شے زمین کو پہنچے گی، وہ نار میں ہے۔

لہذا یہ صرف نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں اور نہ صرف تہہ بند کے ساتھ۔ بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے روایت میں ہے کہ جو اترانے کے طور پر کپڑا گھسیٹے گا، اس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں کرے گا۔ اس میں

پتلون پاجامہ وغیرہ بھی داخل ہیں، بلکہ انراہ تکبر کسی بھی کپڑے کا استعمال شدید وبال لاتا ہے۔ (باقی صفحہ ۳۷۲ پر)

۴۔ عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کی کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت نافع کو دو کپڑے پہننے کو دیے اور یہ اس وقت لڑکے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں گئے اور ان کو ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس پر فرمایا کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں کہ انہیں پہنتے۔ عرض کی ہاں ہیں! تو فرمایا بتاؤ اگر مکان سے باہر تمہیں بھیجوں تو تم دونوں کپڑے پہنو گے عرض کی ہاں! تو اللہ عزوجل کے دربار میں زینت زیادہ مناسب ہے یا آدمیوں کے لیے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے لیے۔

۵۔ مالک مالک و احمد راوی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد و نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام سے فرمایا کہ شرابی اور زانی اور چور کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

(بقیہ حاشیہ ص ۳۶۹) ابوداؤد ابن ماجہ میں انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو شہرت کے لیے کپڑے پہنے گا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے دیسا ہی لباس شہرت پہنائے گا جس سے میدانِ حشر میں معاذ اللہ ذلت و رسوائی ہو۔ پھر اس میں آگ بھڑکادی جائیگی۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منها ہاں جب کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تو اس کی نعمت کے اظہار کے لیے عمدہ لباس استعمال کرنا بالخصوص جمعہ و عیدین میں یہ ضرور جائز بلکہ مطلوب ہے، جبکہ دوسروں کو بہ نظر حقارت نہ دیکھے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يَتَوَّأَىٰ آثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَىٰ عَبْدِهِ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب ہے کہ اس کی بخشی ہوئی دولت کا اثر بندہ پر پایا جائے۔ (غفرلہ)

اے افسوس کہ مغرب کی آندھی آندھی تقلید اور کورانہ پسروی کے باعث یہ دونوں لغتیں آج مسلمانوں میں سماتی چلی جا رہی ہیں۔ ادبائشوں اور ادارہ گردوں کا ذکر نہیں۔ تہذیب جدید کے بہت سے دعوے داروں اور عہد حاضر کے ادش خواروں، بڑے جنٹلمینوں، اونچے اونچے گھرانوں میں آج یہ لغتیں ترقی و آزادی کے غلیظ و پلید پردوں کی آڑ میں پردوش پارہی ہیں۔ دفتر کے "میر منشیوں" سے گزر کر امیروں اور سرمایہ داروں، حاکموں اور منصب والوں تک جاری ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ احساس گناہ نہیں۔ اس پر ظلم یہ کہ احکام شرع کی پڑاہ نہیں۔ کاش کہ وہ ان نافرمانیوں سے باز آتے۔ قرآن عظیم و احادیث حمیدہ کی طرف رجوع لاتے اور رب عزوجل اور

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۱ پر)

سب نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا، یہ بہت بُری باتیں ہیں اور ان میں سزا ہے اور سب میں بُری چوری وہ ہے کہ اپنی نماز سے چُرائے۔ عرض کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز سے کیسے چُرائے گا؟ فرمایا، یوں کہ رکوع و سجدہ تمام نہ کرے۔

(لغیۃ حاشیہ صفحہ ۳۷۳)

اس کے محبوب کے حضور اشکِ ندامت بہاتے، احکامِ خدا و رسول دل میں جاتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے کہ جو شخص نشہ پیے گا، اسے طینۃ الجنال پلایا جائے گا۔ لوگوں نے عرض کی طینۃ الجنال کیا چیز ہے؟ فرمایا، جہنمیوں کا پسینہ یا ان کا عصارہ (نچوڑ)، (مسلم) حضرت امام احمد کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے میری عزت کی، میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیے گا، میں اس کو اتنی ہی پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خون سے چھوڑے گا، میں اسے حوضِ قدس سے پلاؤں گا۔

ابن ماجہ و ابن حبان راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام ہل کر کچھ اور رکھیں گے اور ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی اور یہ لوگ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے اور کچھ ان میں سے بندر اور سور بنا دیے جائیں گے، غرض شراب پینا حرام ہے۔ احادیث میں اس کے پینے والے پر نہایت سخت وعیدیں آتی ہیں۔ شراب کا دوسرا نام ام الخبائث بھی ہے کہ تمام معاصی اور بے حیائیاں گویا اس سے جنم لیتی ہیں۔ اور زنا کے متعلق حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا۔ (یعنی اس شخص سے لوہا ایمان جدا ہوتا ہے۔) (بخاری و مسلم)

امام احمد کی روایت میں ہے، جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ رعب میں گرفتار ہوگی۔ حاکم کی روایت میں ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس بستی میں زنا اور سوڈ ظاہر ہو جائے، تو انہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔

غور کیجئے کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہماری موجودہ نکتہ و پریشانی و ذلت و حیرانی، اللہ و رسول کی نافرمانی

اور انہیں لعنتوں کا شہ ہے۔ (۱۲ منہ غفرلہ)

فائدہ نفیسہ؛ مسلمانو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ جلالت

میں صحابہ کرام کا یہ ادب و معمول اور ادب مقبول تو دیکھو کہ اگرچہ کسی چیز کا علم رکھتے، لیکن جب اس کے متعلق سوال فرمایا جاتا، تو یہی جواب دیتے؛ اللہ ورسول خوب جانتے ہیں؛ (ہم کیا اور ہمارا علم ہی کیا، حالانکہ ان ہی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بھی تھے جن کے متعلق صحابہ کرام کا اجماع کہ کان ابو بکر اعلمنا ہم سب میں زیادہ علم ابو بکر کو تھا، ان ہی میں سیدنا فاروق اعظم بھی تھے کہ ذہب عمر تسعة اعشار العلم (عمر علم کے نو حصے لے گئے) انہیں میں سیدنا علی مرتضیٰ بھی تھے کہ لوشئت لا وقوت من تفسیر الفاتحہ سبعین بعدیاد میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں، ایک اونٹ کتنے من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کتنے ہزار اجزا ہیں، حساب سے تقریباً پچیس لاکھ جز آتے ہیں۔ غرض یہ علم، علم علی ہے، اس کے بعد علم عمر، اس کے بعد علم صدیق کی باری ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (لمعة الصنحی)

لیکن باوجود اس جلالت علم کے بارگاہِ سبکیں پناہ عالم ماکان وما یکون کہ دنیا و آخرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش سے ایک حصہ اور لوح و قلم کا علم حضور کے علوم کا ایک ٹکڑا ہے۔ روزِ اول سے جو کچھ ہوا اور روزِ آخر تک جو کچھ ہوگا، ان کے رب کے فضل سے ان پر کچھ پوشیدہ نہیں۔ زمین و آسمان، شرق و غرب میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ ان پر ایسا روشن ہے کہ اصلاً کچھ چھپا نہیں۔ غیب و شہادت کی کوئی چیز ان کے رب کی عطا سے ان پر چھپی نہ رہی۔ موجودات سے کوئی شے ان پر مخفی نہ رہی۔

(وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم)

سوا اس کے اور کیا عرض کرتے کہ اللہ ورسول خوب جانتے ہیں۔ پھر یہ ادب صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع علم ہی سے خاص نہیں۔ صحابہ کرام ہر امر میں رب عزوجل کی رحمت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک دامن کرم میں پناہ لیتے۔

احادیث کی کتب معتبرہ میں آج بھی یہ الفاظ جگہ جگہ اہل سنت کے دلوں کو نور بخش رہے ہیں کہ "ابوبکر صدیق و عمر فاروق وغیرہما چالیس اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلا کر لرزتے کانپتے حضور سے عرض کی: تَبْنَا إِلَى اللَّهِ وَدَسُّوْهُ (ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔) (معجم کبیر) صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف توبہ لاتی ہوں۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی؟"

ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں راوی ہے کہ ایک موقع پر انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مواخذہ فرمایا، تو انصار کرام نے یہی عرض کیا: ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے غضب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلَا مَجِيْبُوْنَ (تم جواب کیوں نہیں دیتے؟) تو انصار کرام روتے اور بار بار عرض کرنے لگے: اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کا احسان زاہد ہے اور اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔ صحابہ میں باہم یہ چرچے رہتے: اللہ و رسول ہی پر بھروسہ ہے اور کیوں نہ ہو، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس کا کوئی نگہبان نہ ہو، اللہ و رسول اس کے نگہبان ہیں۔" (ترمذی)

بلکہ خود رب العزت جل و علانے یہ ادب سکھایا اور فرمایا:

وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ -

(انہیں کیا بُرا لگتا ہی تاکہ انہیں دولت منکر دیا اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے) ہاں یہ جگہ ہے کہ بیمار دل غیظ میں کٹ جاتیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ اور اللہ کے رسول نے دولت منکر دیا اور یہ کہتے ہیں کہ جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے وہ مشرک ہے، تو ان کے طور پر قرآن مجید شرک کی تعلیم دیتا ہے، بلکہ اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (الذیة)

(اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے، خدا اور رسول کے دیے پر اور کہتے ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اب دے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔)

یہاں رب العزت جل و علانے اپنے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اللہ اور رسول سے امید کی لو لگائے رکھو، کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں۔

اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اور سب اہل سنت کو دین و دنیا کا دولت مند فرما اپنے فضل سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک والہ وسلم۔

(الامن والعلیٰ)

مفسر سامان دولت کیجئے	نعرہ کیجئے یا رسول اللہ کا
صدت شہزادوں کا رحمت کیجئے	ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جاؤں
ذکر آیات ولادت کیجئے	مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
یا رسول اللہ کی کشرت کیجئے	غینظ میں جل جاؤں بے تینوں کے دل
ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے	اذن کب کا بل چکا اب تو حضور
التجار و استعانت کیجئے،	بیٹھتے اٹھتے حضور پاک سے
گو شمالی اہل بدعت کیجئے	یا رسول اللہ دہان آپ کی
زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے	غوث اعظم آپ سے فریاد ہے
اولیاء کو حکم نصرت کیجئے	یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہی

میرے آقا حضرت اچھے میاں

ہو رضا اچھا وہ صورت کیجئے

(حدائق بخشش)

نماز کے مکروہات تحریمہ

فائدہ ۵ : مکروہ دو قسم پر ہے : تحریمی - تنزیہی -

مکروہ لا تحریمی : یہ واجب کا مقابل ہے۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے، اگرچہ اس کا گناہ حرام سے قدرے کم ہے۔ اور چند بار اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

مکروہ لا تنزیہی : یہ سنت غیر موکدہ کے مقابل ہے۔ اس کا کرنا شرع کو پسند نہیں، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائی جاتے۔

ہم پہلے مکروہات تحریمیہ کا بیان کرتے ہیں، اس کے بعد مکروہات تنزیہیہ کا بیان ہوگا۔

۱- مسئلہ ۱ کپڑے یا بدن یا ڈاڑھی کے ساتھ کھیلنا۔

۲- کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدے میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا، اگرچہ گروسے بچانے کے لیے ہو اور بلا وجہ ہو تو اور زیادہ۔

۳- کپڑا لٹکانا، مثلاً رومال یا شال یا چادر سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ کنارے دونوں مونڈھوں پر سے لٹکتے ہوں یا ایک ہی مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے وہاں اگر ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے جیسے عام طور پر گلے میں مفلر ڈالتے ہیں تو مکروہ نہیں ہے۔

۴- کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو۔

۵- اٹا کپڑا پہن کر یا اٹڑھ کر یا جس کپڑے پر کسی جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر۔ یا کوئی

ہشتین آدھی کلانی سے زیادہ چڑھی ہوتی۔

۹۔ یاد امن سمیٹے نماز پڑھنا۔

۱۰۔ اور اعتبار یعنی پکڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو (اگرچہ نماز کے علاوہ ہو) بیب مکروہ تحریمی ہے۔

۱۱۔ مسئلہ: اگر کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے، بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی۔

۱۲۔ یا انگرکھے کے بند نہ باندھے۔

۱۳۔ یا اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگائے اور سینہ کھلا رہا، تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور نیچے کرتا

وغیرہ ہے، تو مکروہ تنزیہی۔

۱۴۔ یونہی صرف پا جامہ یا تہبند پہن کر نماز پڑھی اور کرتا یا چادر موجود ہے تو نماز مکروہ تحریمی

ہے اور جو دوسرا کپڑا نہیں تو معافی ہے۔

۱۵۔ مسئلہ: تشہد یا سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا (یعنی گھٹنوں کو سینہ

سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا۔

۱۶۔ مرد کا سجدے میں کلائیوں کو بچھانا۔

۱۷۔ کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔

۱۸۔ قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا۔

۱۹۔ رکوع میں قرأت ختم کرنا۔

۲۰۔ کسی واجب کو ترک کرنا، مثلاً رکوع و سجد میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا، یونہی قومہ اور جلسہ میں

سیدھے ہونے سے پہلے سجدے کو چلے جانا۔

۲۱۔ ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا۔

۲۲۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا۔

۲۳۔ بالقصد جما ہی لینا۔

۲۴۔ بے ضرورت کھنکارنا۔

۲۵۔ انگلیاں چٹکانا۔

۲۶۔ انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں

میں ڈالنا۔

۲۷۔ کمر پر ہاتھ رکھنا (یہ تین علاوہ نماز بھی مکروہ ہیں)

۲۸۔ یا نماز ایسی جگہ پڑھنا کہ مصلیٰ کے سر پر یا دانتیں یا بائیں یا پس پشت یا محل سجدہ میں

کوئی تصویر معلق یا منقوش ہو۔

۲۹۔ یا قبر سامنے ہو اور مصلیٰ اور قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، ان سب صورتوں میں

نماز مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: اگر تصویر غیر جاندار کی ہے جیسے پہاڑ اور یا وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں، یونہی تھیلی

یا جیب میں تصویر چھپی ہو یا تصویر والے کپڑے پر کوئی دوسرا کپڑا پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی، تو اب نماز مکروہ نہ ہوگی۔

۳۰۔ شدت کا پیشاب یا پاخانہ معلوم ہوتے وقت۔

۳۱۔ یا غلبہٴ ریح کے وقت۔

۳۲۔ یا غضب شدہ زمین پر۔

۳۳۔ یا پرانے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو۔

۳۴۔ یا جگتے ہوئے کھیت میں۔

۳۵۔ یا کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا۔

۳۶۔ یا جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر شامل ہو کر پھر صف میں داخل ہونا۔

۳۷۔ مسئلہ: امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کا طول دینا مکروہ تحریمی ہے، اگر

اس کو پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مد نظر ہو۔ اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے بقدر ایک دو سبح کے

طول دیا تو کراہت نہیں۔

نماز کے مکروہات مندرجہ ذیل

۱- سجدے یا رکوع میں بلا ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا۔ حدیث میں اسی کو مُرغ کی سی ٹھونک مارنا فرمایا۔ اوپر گزر چکا ہے کہ بے تعدیل اگر عمر بھر نماز پڑھے، قبول نہ ہو اور جو نماز میں تعدیل نہیں کرتا، اس کے سور خاتمہ کا خوف ہے۔ ہاں وقت کی تنگی یا ریل کے چلے جانے کے خوف سے ہو تو عرج نہیں۔

۲- کام کاج کے کپڑوں سے نماز پڑھنا، جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں۔ درود نہ کراہیت نہیں۔

۳- نماز میں فرض ہو خواہ نفل انگلیوں پر آیتوں اور تسبیحات اور سورتوں کا گنا۔

۴- ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

۵- نماز میں بغیر عذر چار زانو بیٹھنا۔

۶- سجدہ کو جاتے وقت بلا عذر گھٹنے سے پہلے ہاتھ رکھنا۔

۷- یونہی اٹھتے وقت ہاتھ سے پہلے گھٹنے اٹھانا۔

۸- رکوع میں سر کو پشت سے اونچا نیچا کرنا۔

۹- دائیں بائیں جھومنا اور تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر یہ

سنت ہے۔

۱۰- مرد کا سجدہ میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا۔

۱۱- سجدہ وغیرہ میں قبلہ سے انگلیوں کو پھیر دینا۔

۱۲- اٹھتے وقت آگے پیچھے پاؤں اٹھانا۔

۱۳- آستین بچھا کر سجدہ کرنا تاکہ چہرہ پر خاک نہ لگے (اور گرمی سے بچنے کے لیے کپڑے

پر سجدہ کیا تو عرج نہیں اور براہِ تکبر ہو تو کراہت تحریمہ ہے

۱۴- انگڑائی لینا۔

۱۵- بالقصد کھانسنہ۔ یہ سب نماز میں مکروہ ہیں۔

۱۶- اسبال یعنی کپڑا حد معتاد سے بافراط دراز رکھنا مکروہ ہے۔ دامنوں اور پانچوں

میں اسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں اور آستینوں میں انگلیوں سے نیچے اور عمامہ میں یہ کہ میٹھے میں دیے۔

۱۷- امام کو تنہا محراب میں۔

۱۸- یا دروں میں۔

۱۹- یونہی امام جماعت اولیٰ کو مسجد کے زاویہ یا جانب میں کھڑا ہونا۔

۲۰- امام کا تنہا بلند جگہ کھڑا ہونا (بلندی کی مقدار یہ ہے کہ دیکھنے میں اس کی اونچائی

ظاہر ممتاز ہو، پھر یہ بلندی اگر قلیل ہو تو کراہت تنزیہیہ، ورنہ ظاہر تحریم،

۲۱- یا امام کا نیچے اور مقتدی کا بلند جگہ پر ہونا۔

۲۲- صف میں منفرد کو کھڑا ہونا۔

۲۳- مقتدی کو صف کے تنہا کھڑا ہونا، جبکہ صف میں جگہ موجود ہو۔

۲۴- اور نماز کے لیے مسجد میں دوڑنا۔

۲۵- جلتی ہوئی آگ نمازی کے آگے ہونا باعث کراہت ہے شمع یا چراغ میں

کراہت نہیں۔

۲۶- یونہی ایسی چیز کے سامنے جو دل کو مشغول رکھے، مثلاً زینت، لہو و لعب وغیرہ

میں نماز مکروہ ہے۔

۲۷- مسجد میں کوئی جگہ اپنے لیے خاص کر لینا۔

۲۸- مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا کہ اس میں ترکِ تعظیم ہے۔ (ہاں اگر مسجد میں تنگی ہو اور

چند مسائل متعلق

احکامِ مساجد

۱- مسجد میں پہلے سیدھا قدم رکھو، پھر الٹا اور یہ دُعا پڑھو:

اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي الْبُؤَابَ رَحْمَتِكَ - (اے اللہ تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے)

اور واپسی پر پہلے الٹا قدم نکالو، پھر سیدھا اور یہ دُعا پڑھو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ - (اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں)

۲- مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی نیت دِ بِسْمِ اللَّهِ دَخَلْتُ وَعَلَيْهِ

تَوَكَّلْتُ وَنَوَيْتُ سُنَّتُ الْأَعْتِكَافِ (کر لو کہ جب تک مسجد میں رہو گے، اس

عبادت کا ثواب بھی ملے گا اور اس کے سبب مسجد میں پانی پینا یا مثلاً پان کھانا بھی جائز

ہو جائے گا اور اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہ)

۳- بغیر نیت اعتکاف مسجد میں کسی چیز کے کھانے پینے کی اجازت نہیں (دُرِّ مَخْتَارٍ وغیرہ)

بہت سی مساجد میں دستور ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں لوگ نمازیوں کے لیے افطاری

بھیجتے ہیں، وہ بلا نیت اعتکاف وہیں کھاتے پیتے اور فرش خراب کرتے ہیں، یہ ناجائز ہے

اور بعد نیت اعتکاف بھی یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔ فرش یا چٹائیاں خراب

نہ ہوں اور اگر خارج مسجد کوئی جگہ ایسی ہو کہ وہاں افطار کر سکیں، تو مسجد میں افطار نہ کریں۔

(مہارِ شریعت)

۴- وضو کرنے کے بعد اعضاءے وضو سے ایک چھینٹ پانی کی فرش پر نہ گرنے دو۔

۵- لوگ اگر ذکر و درس میں مشغول نہ ہوں، تو سلام کرو، ورنہ یوں کہو: السَّلَامُ عَلَيْنَا

مِنْ رَبِّنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ اور وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ

نمازیوں کی کثرت ہو تو چھت پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (عالمگیری)

۲۹۔ سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست ہونا۔

۳۰۔ یا ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ وہ منظر نجاست ہو، مثلاً اصطلیل، مویشی خانہ، مذبح وغیرہ۔

۳۱۔ یا عام راستہ۔

۳۲۔ یا پاخانے کی چھت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

۳۳۔ یونہی صحرا میں بلاسترہ کے جبکہ خوف ہو کہ آگے سے لوگ گزریں گے نماز مکروہ ہے۔

۳۴۔ نماز میں آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے، مگر جب کھلی رہنے میں خشوع نہ ہوتا ہو تو بند

کرنے میں کوئی عرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔

۳۵۔ نمازی کو ہر وہ عمل قلیل کہ نماز میں مفید ہو جائز ہے، مثلاً نماز میں منہ پر پینہ ایسا

آیا کہ ایذا دیتا اور دل ڈوبتا ہے، تو اس کا پونچھنا مکروہ نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔

۳۶۔ یونہی گرمی کے موسم میں دامن یا پاجامہ یا سرین سے مل کر ان کی صورت

ظاہر کرتا ہے، اس سے بچنے کے لیے کپڑا دانتیں باتیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں،

بلکہ مطلوب ہے اور بلا وجہ کراہت۔

۳۷۔ یونہی سجدے میں ماتھے پر لگی ہونی مٹی اگر ایذا دے، مثلاً اس میں باریک کنکریاں

ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے، تو اسے پونچھنے میں عرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے

اور نماز کے بعد چھڑانے میں تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکہ دیکھ کر

نمازی سمجھیں۔ جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

ادا کرو، ثواب کثیر پاؤ گے۔

۶۔ مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا یا فرش مسجد پر کوئی شے مثلاً لکڑی، چھتری، پنکھا وغیرہ
دور سے چھوڑ دینا یا پھینکنا اس کی سخت ممانعت ہے (ملفوظات)
۷۔ مسجد میں اگر چھینک آئے، تو کوشش کرو کہ آواز آہستہ نکلے، اسی طرح کھانسی۔
ڈکار اور جماہی کو ضبط کرنا چاہیے اور نہ ہو تو حتی الامکان آواز دبائی جائے، اگر چہ مسجد میں نہ ہو،
خصوصاً مجلس میں یا کسی معظّم کے سامنے۔ (ملفوظات)

۸۔ مباح باتیں بھی مسجد میں کرنے کی اجازت نہیں۔ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو غیب کی خبریں دیتے ہیں، ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا، ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مساجد میں
دنیا کی باتیں ہوں گی، تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو کہ خدا کو ان سے کچھ کام نہیں (بیہقی، شعب الایمان)
مسجد میں کلام کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو (دور محنتوں)
یہاں سے وہ لوگ سبق لیں جو مسجد میں دنیا کی باتیں بناتے بلکہ مسجد میں دنیا کی بلند آواز
سے گفتگو بلکہ بحث کرتے بلکہ مسجد میں کھڑے کھڑے راہ گیر سے جو سڑک پر ہے چلا چلا کر باتیں
کرتے یا اُسے جواب دیتے ہیں۔

۹۔ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے تو ہر جگہ منع ہے۔ مسجد میں کسی طرف نہ پھیلانے کہ خلاف
آداب دربار ہے (ملفوظات) تو مسجد میں بلا ضرورت بے تکلف بالخصوص اوقات نماز
کے علاوہ آنا بیٹھنا، لیٹنا اور سونا اور زیادہ منع بلکہ ناجائز ہے، اس سے روکا جائے۔

۱۰۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو
تو کہو خدا تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ اس حکم میں تعویذ بھی داخل ہے، یعنی مسجد میں تعویذ
کا بیچنا اور خریدنا بھی جائز نہیں۔ (عالمگیری)

۱۱۔ مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے، البتہ سامان مسجد جانے کا خوف ہو تو علاوہ
اوقات نماز بند کرنے کی اجازت ہے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ آداب مسجد کا لحاظ رکھتے ہوئے بھی اپنے لیے مسجد میں بھیک مانگنا منع بلکہ حرام ہے اور مسجد میں مانگنے والے کو دینا بھی منع ہے۔ (در مختار) بلکہ ائمہ دین نے فرمایا کہ جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے، وہ ستر پیسے اور راہِ خدا میں دے کہ اس پیسے کے گناہ کا کفارہ ہوں۔ ہاں کسی دوسرے محتاج کے لیے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس میں نہ شور و غل ہو، نہ گردن پھلانا، نہ کسی کی نماز میں خلل واقع نہ ہو، تو یہ بلاشبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ (احکام شریعت)

۱۳۔ مسجد میں اشعار پڑھنا ناجائز ہیں، اگر وہ حمد و نعت و منقبت یا وعظ و حکمت کے ہوں، تو جائز ہے۔ (در مختار)

۱۴۔ بدن یا کپڑے یا منہ میں کوئی بدبو ہو تو جب تک دُور اور صاف نہ کر لیں مسجد میں جانا حرام ہے اور نماز میں داخل ہونا سخت منع۔ بدبو دار کتھیف حقہ پینے والے کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے اور ان سے زیادہ سگریٹ (بیٹری) والوں کو اور ان سب سے زیادہ اشد ضرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اس کا مجرم دبا رہتا ہے اور منہ کو بُسا دیتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو جیسے مٹی کا تیل، کچا لہسن پیاز وغیرہ غرض مسجد کو ہر گھن اور بدبو کی چیز سے بچانا واجب ہے اور اس شخص کو جو لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو مسجد سے روکا جائے گا۔ (در مختار وغیرہ)

۱۵۔ جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے ستھان یا ٹینک میں پانی گرم کیا جاتا ہے، نمازی یہ پانی وضو و غسل میں وہیں استعمال کر سکتا ہے، گھر لے جانے کی کسی کو اجازت نہیں۔ اسی طرح وہاں گھڑوں اور ٹنگوں میں بھرا ہوا پانی وہیں استعمال کرنا چاہیے، یونہی ستھان کی آگ گھر لے جانا یا اس سے چلم بھرنا ناجائز ہے۔ یونہی مسجد کی چھوٹی بڑی چیز بے موقع یا کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کر سکتے، مثلاً لوٹے میں پانی بھر کر لے جانا، اس کی چٹائی یا فرش وغیرہ اپنے گھر یا کسی

اور جگہ بچھانا یا کسی اور مصرف میں لانا، مسجد کے ڈول رسی سے گھر کے لیے پانی بھرنے وغیرہ۔
(بہارِ شریعت)

۱۶۔ چمگاڈ اور کبوتر کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لیے نوچنے میں حرج نہیں۔ (درمختار)

۱۷۔ جو ادب مسجد کا ہے، وہی مسجد کی چھت کا ہے۔ فیصل مسجد بھی بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے

مثلاً وہاں بیہودہ باتیں کرنا، قہقہے سے ہنسنے چاہیے نہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس میں کوئی چپقلش ہو یا نماز میں خلل آئے یا نمازی کو ایذا دے۔ (احکام شریعت)

۱۸۔ جنب یا حائض یعنی جسے نہانے کی ضرورت ہو، اس کو مسجد میں جانا، ٹھہرنا، گزرنے،

چلنا سب حرام ہے۔ ایسے شخص کو اگر مسجد میں بضرورت شرعیہ جانا ہی پڑے اور غسل کے

لیے پانی نہ پائے تو ضروری ہے کہ پہلے تیمم کرے اور فوراً واپس چلا آئے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۹۔ مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تو اس بات کا بھی خیال رکھتے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے،

جگہ کے متعلق کسی سے نہ جھگڑے، اس طرح نہ بیٹھے کہ جگہ میں تنگی ہو یا نمازی کی طرف اس کا منہ

ہو۔ نمازی کے آگے سے نہ گزرے کہ سخت ممانعت ہے۔ انگلیاں نہ چٹکاتے، ذکرِ الہی کی کثرت

کرے۔ (عالمگیری) کھڑے ہو کر تکبیر نہ سنے کہ مکروہ ہے، بلکہ اقامت کہنے والا جب حتیٰ علی الصلوة

کہے، اس وقت کھڑا ہو (عالمگیری و ردالمحتار)

۲۰۔ جس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو، وہ مسجد میں نہ جائے۔ (عالمگیری)

نپتے اور پاگل کو جن سے نجاست کا گمان ہو مسجد میں لے جانا حرام ہے، ورنہ مکروہ

مسجد میں جوتے رکھے تو پہلے اسے صاف کر لے۔ (ردالمحتار)

تنبیہ ضروری؛ مسجد کا سب سے بڑا حق اور احترام اس کو آباد رکھنا اور

مجماعتِ مسنونہ سے اس میں نماز ادا کرنا ہے۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے؛

”مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور نماز قائم کی اور

زکوٰۃ ادا کی اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ بیشک وہ راہ پانے والوں میں سے ہوں گے“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے
 مسلمان ہونے کی حالت میں ملے، تو پانچوں نمازوں کی محافظت کرے۔ جب ان کی اذان کہی
 جائے۔ (یعنی مسجد میں جماعتِ مسنونہ سے فرائض ادا کرے)، اور اگر تم نے اپنے گھروں
 میں نماز پڑھ لی، تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی اور اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑو گے،
 تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مسلم۔ ابن ماجہ)

اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ کافر ہو جاؤ گے جس کا حاصل یہ ہے کہ بلا عذر شرعی،
 جماعت ترک کرنے والے پر معاذ اللہ گمراہی یا کفر پر خاتمے کا اندیشہ ہے۔
 اعاذنا اللہ تعالیٰ منها۔

مسئلہ ضروریہ: مسجد محلہ میں بطریقِ مسنون جماعت ہو تو اس میں
 نماز پڑھنا اگرچہ جماعتِ قلیل ہو جامع مسجد سے افضل ہے، اگرچہ وہاں بڑی جماعت
 ہوتی ہو۔ ہاں مسجد محلہ کا امام اگر معاذ اللہ بدعتیہ، بد مذہب یا فاسق معلن ہو کہ کبیرہ گناہ
 اعلانیہ کرتا ہو، مثلاً ایک مشیت سے کم ڈاڑھی رکھنا۔ غرض اس میں کوئی ایسی خرابی
 ہو جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہو، تو وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام
 جامع شرائطِ امامت، متدین، سنی و پرہیزگار ہو کہ بد مذہب یا فاسق معلن کو امام بنانا
 گناہ کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پڑھ لی ہو تو لوٹانا واجب
 و ضروری ہے۔ (ردالمحتار)

وتر کا بیان

احادیثِ کریمہ

- ۱۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی کہ وہ سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے، وہ وتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عشاء و طلوع فجر کے درمیان میں رکھا ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی وغیرہما)
- ۲۔ وتر حقی ہے جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وتر حقی ہے جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (ابوداؤد)
- (تاکید و توثیق کے لیے یہ کلماتِ طیبہ تین بار ارشاد فرماتے)
- ۳۔ رات کی نمازوں کے آخر میں وتر پڑھو، صبح سے پیشتر وتر پڑھو۔ (مسلم)
- ۴۔ جو وتر سے سو جائے یا بھول جائے، تو جب بیدار ہو یا یاد آتے پڑھ لے (ابوداؤد و ترمذی)
- ۵۔ جسے اندیشہ ہو کہ کچھلی رات میں نہ اٹھے گا، وہ اول شب میں وتر پڑھ لے اور جسے امید ہو کہ کچھلی رات کو اٹھے گا، وہ کچھلی رات میں پڑھے کہ آخر شب کی نماز مشہود ہے (یعنی اس میں بلائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں)، اور یہ افضل ہے۔ (مسلم - ترمذی)
- ۶۔ اللہ تعالیٰ وتر ہے، وتر کو محبوب رکھتا ہے، لہذا اے قرآن والو وتر پڑھو (ابوداؤد - ترمذی)
- ۷۔ ابوداؤد و ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسود بک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اوتیسری میں قل هو اللہ احد پڑھتے۔ ابوداؤد اور نسائی ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر میں سلام پھیرتے تو تین بار سبحان الملک القدوس ط کہتے اور تیسری بار بلند آواز سے کہتے۔

مَسَائِلِ فِقْهِیَا

۱۔ وتر کی تین رکعتیں واجب ہیں، اگر قصداً یا سہواً نہ پڑھیں، تو قضا لازم ہے۔ ان تینوں رکعتوں میں مطلقاً قرأت فرض اور ہر ایک میں بعد سورۃ فاتحہ سورۃ ملانا اور تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کالوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا اور پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ وتر کی نماز قضا ہو گئی، تو قضا پڑھنی واجب ہے، اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہو گیا ہو اور جب قضا پڑھے، تو اس میں دعائے قنوت بھی پڑھے، البتہ قضا میں تکبیر قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے جبکہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع ہوں گے (عالمگیری رد المحتار)۔
۳۔ دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے، لیکن اس سے مراد وہ خاص دعا نہیں جو دعائے قنوت کے نام سے مشہور ہے، بلکہ کوئی دعا جسے قنوت کہہ سکیں، پڑھ لے۔ سب میں زیادہ مشہور دعا یہ ہے:

اللَّهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَ
الہی ہم تجھ سے مدد طلب کرتے اور مغفرت پاتے ہیں، تجھ پر ایمان لاتے اور
نَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ
تجھ پر توکل کرتے ہیں اور ہر مجالان کے ساتھ تیری ثنا کرتے اور تیرا شکر کرتے ہیں
وَاَدْنٰكَ نَحْفِرُكَ ه وَنَخْلَعُ وَنَتْرِكُ مَنْ يَفْجُرُكَ ط
اور ہم تیری ناشکری نہیں کرتے ہم جدا ہوتے اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیرا گناہ کرے
اللَّهُمَّ اِيَّاكَ لَعَبْدٌ وَلكَ نَصَلِيٌّ وَنَسْجُدُ وَ اِلَيْكَ
اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے

لَسَعَىٰ وَنَخْفِدُ وَنَرْجُوا رَحْمَتَكَ وَنَخْشِي

اور تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیری طرف سعی کرتے، تیری رحمت سے لو لگاتے اور تیرے

عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ ط

عذاب سے خوف کھاتے ہیں، بیشک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

۴۔ جو دعائے قنوت نہ پڑھ سکے، وہ یہ پڑھے :

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

اے ہمارے پروردگار تو ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط

دے اور ہم کو عذابِ جہنم سے بچا۔

اور ایک دعا یہ ہے جو مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَمَعَاذَاتِكَ

اے اللہ! میں تیری خوشنودی کی پناہ مانگتا ہوں تیری ناخوشی سے اور تیری عافیت کی

مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ

تیرے عذاب سے اور تیری ہی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے (تیرے عذاب سے) میں تیری لاپوی

أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِي ط

شنا نہیں کر سکتا ہوں، تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی ثنا کی۔

۵۔ وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھیں۔ ہاں اگر حادثہ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں

بھی پڑھ سکتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے (در مختار)

۶۔ وتر کی نماز بیٹھ کر یا سواری پر بغیر عذر شرعی نہیں ہو سکتی۔ (در مختار)

۷۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھیں۔

۸۔ اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے، نہ

رکوع میں پڑھے اور اگر صرف الحمد پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو لوٹے اور سُورت و قنوت پڑھے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے، یونہی اگر الحمد بھول گیا اور سُورت پڑھ لی تو لوٹے اور فاتحہ و سُورت و قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے اور بعد میں سجدہ سہو کرے۔

۹۔ بھول کر پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی، تو تیسری میں پھر پڑھے، یہی راجح ہے۔

۱۰۔ بہتر یہ ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الّٰدَعْلٰی دوسری میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور کبھی پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ کی جگہ اَنَا اَنْزَلْنَاهُ۔

تنبیہ: سؤتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سُورت پڑھے، مگر وہ ہے، مگر جو سُورتیں احادیث میں وارد ہیں، ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کرے کہ لوگ واجب گمان کر لیں۔ یعنی تبرکاً ان سُورتوں کو پڑھنا چاہیے، لیکن ہمیشہ انہیں کو پڑھتے رہنے میں یہ خدشہ ہے کہ لوگ اسے واجب گمان کر لیں گے اور یہ مقصود شرع کے خلاف ہے۔

فائدہ نفیسہ

جس شخص کو دعائے قنوت یاد نہ ہو، اسے یاد کرنی چاہیے کہ اس کا پڑھنا خاص سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ تَيْنِ بَارِكْہ لیا کرے، یہ بھی نہ آئے، تو صرف يٰ اَدْبُ تَيْنِ بَارِكْہ لے، واجب ادا ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ قل هو اللّٰہ شریف پڑھنے سے یہ واجب ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (جیسے بعض عوام پڑھتے ہیں) تو یہ ظاہر ہے کہ ادا ہو گیا، اس لیے کہ وہ شمار ہے اور ہر شمار دعا ہے، بلکہ علامہ علی قاری اور دوسرے علماء کرام نے تصریح فرمائی کہ ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ اس لیے کہ حدیث شریف

میں اردہوا افضل الدعاء الحمد لله - الحمد لله بہترین دعائے فللہ الحمد۔
۱۱۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وترجماعت سے نہ پڑھے اور اگر تداعی کے
طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ (درمختار)

۱۲۔ رمضان شریف میں وترجماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے خواہ اسی امام کے
پیچھے جس کے پیچھے عشاء و تراویح پڑھی یا دوسرے کے پیچھے۔ (عالمگیری)

۱۳۔ یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشاء و وتر پڑھائے، دوسرا تراویح جیسا کہ حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عشاء اور وتر کی امامت کرتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تراویح کی۔ (عالمگیری)

۱۴۔ اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا، تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا
ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی، اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی، تو وتر تنہا پڑھے (درمختار)
۱۵۔ اول شب میں وتر پڑھ کر سورہ پھر پچھلی رات کو جاگا، تو دوبارہ وتر پڑھنا جائز نہیں
اور نوافل جتنے چاہے پڑھے (غنیہ)

سُنن و نوافل

بعض سننیں مؤکدہ ہیں اور بعض غیر مؤکدہ۔
سُنن مؤکدہ : وہ ہے کہ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو،
البتہ بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا وہ کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی۔ بلا عذر
ایک بار بھی ترک کرے، تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے، تو فاسق و مردود الشہادۃ
مستحق عذاب جہنم ہے۔

اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ وہ گمراہ ٹھہرایا جاتے گا اور وہ گنہگار ہے، اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔ تلویح میں ہے کہ اس کا ترک قریب حرام کے ہے اور اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ شفاعت سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری سنت کو ترک کرے گا، اُسے میری شفاعت نہ ملے گی۔

سُنَّتِ مُؤَكَّدَةٍ كَوَسْنِ الْهَدْيِ" بھی کہتے ہیں۔

سُنَّتِ غَيْرِ مُؤَكَّدَةٍ؛ وہ کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر تاکید یا اُس کے ترک پر وعید فرماتے۔ عام ازین کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادتاً ہو، موجب عقاب نہیں۔

سُنَّتِ غَيْرِ مُؤَكَّدَةٍ كَوَسْنِ الزَّوَائِدِ بھی کہتے ہیں اور کبھی مستحب و مندوب بھی۔

سُنَّتِ الْهَدْيِ

یعنی وہ سنتیں جن کی شریعت میں تاکید آئی اور مؤکدہ کہلاتی ہیں۔ علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں ہیں۔

دو رکعت نماز فجر سے پہلے، چار ظہر کے پہلے۔ دو ظہر کے بعد۔ دو مغرب کے بعد اور دو نماز عشاء کے بعد۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر روز فرض کے علاوہ تطوع (نفل) کی بارہ رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

رکعات کی مذکورہ بالا تفصیل ترمذی شریف میں ہے۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ جو ان بارہ رکعتوں کی محافظت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فضائل و مسائل سنتِ فجر

مسئلہ سب سنتوں میں قوی تر سنتِ فجر ہے، یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے، تو شہتاً یا براہِ جہل ہو تو خوفِ کفر ہے اور اگر دانستہ (جان بوجھ کر) بلاشبہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ ولہذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر نہ چلتی گاڑی پر۔ ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔ ان کے بعد پھر مغرب کی سنتیں، پھر ظہر کے بعد کی، پھر عشاء کے بعد کی، پھر ظہر سے پہلے کی سنتیں اور صبح یہ ہے کہ سنتِ فجر کے بعد ظہر کی پہلی سنتوں کا مرتبہ ہے کہ حدیث شریف میں خاص ان کے بارے میں فرمایا کہ جو انہیں ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔ (رد المحتار وغیرہ)

احادیثِ کوئیں

- ۱۔ "ادبارِ نجومِ فجر کے پہلے کی دو رکعتیں اور ادبارِ سجود" مغرب کے بعد کی دو۔ (ترمذی)
- ۲۔ فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (مسلم و ترمذی)
- ۳۔ فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آپڑیں۔ (ابوداؤد)
- ۴۔ ایک صاحب نے عرض کی، یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نفع دے۔ فرمایا: فجر کی دونوں رکعتوں کو لازم کر لو کہ ان میں بڑی فضیلت ہے۔ (طبرانی)

۵۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان (سنتِ فجر) کی جتنی محافظت فرماتے۔ کسی اور نفل نماز کی نہیں کرتے (بخاری و مسلم)

مَسَائِلُ مُتَعَلِقَةٌ سُنَّتِ فَجْرِ

۱۔ فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی، تو سنتیں بھی پڑھے اور نہ نہیں۔ علاوہ فجر کے اور سنتیں قضا ہوگئیں، تو ان کی قضا نہیں۔ (ردالمحتار)

۲۔ طلوعِ فجر سے پہلے سنتِ فجر جائز نہیں اور طلوع میں شک ہو جب بھی ناجائز اور طلوع کے ساتھ ساتھ شروع کی، تو جائز ہے۔ (عالمگیری)

۳۔ فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لیے، تو اب سنتوں کی قضا نہیں، البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لے، اور طلوعِ آفتاب سے پیشتر بالاتفاق ممنوع ہے۔ (ردالمحتار)

تنبیہ: آج کل اکثر عوام فجر کی قضا شدہ سنتیں بعد فرض فوراً پڑھ لیا کرتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

۴۔ فرض سے پہلے سنتِ فجر شروع کر کے فاسد کر دی تھی اور اب فرض کے بعد اس کی قضا پڑھنا چاہتا ہے، یہ بھی جائز نہیں (عالمگیری)

۵۔ اپنے مذہب کی جماعت کے لیے اقامت ہوتی، تو اقامت سے ختم جماعت تک نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز فجر قائم ہو چکی ہے اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا، جب بھی جماعت مل جائے گی۔ اگرچہ قعدہ میں شرکت ہوگی، تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ اور دور سنتِ فجر پڑھ کر شریکِ جماعت ہو، صنف کے برابر پڑھنا جائز نہیں، بلکہ مسجد کے باہر کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصّہ میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصّہ میں پڑھے۔ باہر کے حصّے میں ہو اور اندر پڑھ سکتا ہو تو اندر پڑھے اور اگر اس مسجد میں اندر باہر

دو درجے نہ ہوں، تو سنتوں یا پیر کی آڑ میں پڑھے کہ اس میں اور صف میں پڑھنا زیادہ بُرا ہے۔
(عالمگیری، غنیہ)

تنبیہ: آجکل اکثر عوام اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور اسی صف میں گھس کر سنتِ فجر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور اگر ہنوز جماعت شروع نہ ہوئی تو جہاں چاہے سنتیں شروع کرے، مگر جانتا ہو کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہوگا، تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہو، اس کا خیال ہر نماز میں رکھنا چاہیے۔

۶۔ جانتا ہے کہ سنتِ فجر میں مشغول ہوگا، تو جماعت جاتی رہے گی اور سنت کے خیال سے جماعت ترک کی یہ ناجائز و گناہ ہے اور باقی نمازوں میں اگرچہ جماعت ملنا معلوم ہو، سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔ (عالمگیری - درمختار)

۷۔ دو رکعت نفل پڑھے اور یہ گمان تھا کہ فجر طلوع نہ ہوئی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ طلوع ہو چکی تھی، تو یہ رکعتیں سنتِ فجر کے قائم مقام ہو جائیں گی اور چار رکعت کی نیت باندھی اور ان میں دو پھیلی طلوع فجر کے بعد واقع ہوتیں، تو یہ سنتِ فجر کے قائم مقام نہ ہوں گی۔ (ردالمحتار)

۸۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ نہیں معلوم کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری کا، تو سنت ترک کرے اور رکوع میں مل جائے۔

۹۔ مختار یہ ہے کہ نماز فجر میں صبح صادق کی سپیری چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو، اس کا اعتبار کیا جائے اور عشاء اور سحری کھانے میں اُس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔ (عالمگیری)

۱۰۔ سنتِ فجر کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یا ایہا الکفرون اور دوسری میں پڑھنا سنت ہے (غنیہ وغیرہ)

۱۱۔ سنتِ فجر میں جماعت جانے کا خوف ہو، تو صرف واجبات پر اقتصار کرے۔ ثنا و تعوذ کو ترک کرے اور رکوع و سجود میں ایک ایک بار تسبیح کرے۔ (ردالمختار)

سُنّت ظہر کے مسائل

احادیثِ کریمہ

- ۱۔ ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)
- ۲۔ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، گویا اس نے تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں اور جس نے عشاء کے بعد چار پڑھیں، تو یہ شبِ قدر میں چار کے مثل ہیں۔ (طبرانی)
- ۳۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد نمازِ ظہر سے چار رکعتیں پڑھتے اور فرماتے۔ یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، لہذا میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی عمل صالح بلند کیا جائے۔
- ۴۔ دوپہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کو حضورِ محبوب رکھتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرس کی ایامِ رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اس وقت میں حضور نمازِ محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا: اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور اس نماز پر آدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام محافظت کرتے۔ (بخاری)
- ۵۔ جو شخص ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں پر محافظت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام فرمادے گا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)
- اور ابھی اور پر گزرا کہ حدیث شریف میں خاص ظہر کی پہلی رکعتوں کے بارے میں فرمایا: جو انہیں ترک کرے گا، اُسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔

عصر مغرب اور عشا کی سنتوں کے فضائل

جو سنت موکدہ وغیر موکدہ دونوں شامل ہیں

احادیثِ کریمہ

- ۱۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں (احمد ابو داؤد ترمذی)
- ۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع صحابہ میں جس میں امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، فرمایا: جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اُسے آگ نہ چھوئے گی اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام فرما دے گا۔ (طبرانی)
- ۳۔ جو شخص بعد مغرب کلام کرنے سے پہلے دو رکعتیں، اس کی نماز علیین میں اٹھاتی جاتی ہے۔ ایک روایت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ مغرب کے بعد کی دونوں رکعتیں جلد پڑھو کہ وہ فرض کے ساتھ پیش ہوتی ہیں۔ (ذریں)
- ۴۔ جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان کوئی بُری بات نہ کہے، تو بارہ برس کی عبادت کی برابر کی جائیں گی۔ (ترمذی وابن ماجہ)
- ۵۔ جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (طبرانی)
- ۶۔ جو مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (ترمذی)
- ۷۔ رات میں کچھ نماز ضروری ہے، اگرچہ اتنی ہی دیر جتنی دیر بکری دودھ لیتے ہیں اور فرض عشا کے بعد جو نماز پڑھی، وہ صلوٰۃ اللیل ہے۔

- ۸۔ جس نے عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھیں، تو یہ شب قدر میں چار کے مثل ہیں۔
- ۹۔ فرضوں کے بعد افضل نماز صلوٰۃ اللیل ہے (مسلم شریف)
- ۱۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: عشاء کی نماز پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں جب تشریف لاتے، تو چار یا چھ رکعتیں پڑھتے۔ (ابوداؤد)

مسائل متعلقہ

- ۱۔ جو سنتیں چار رکعتی مثلاً جمعہ و ظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں گی، یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی کے بعد سلام پھیریں یہ نہیں کہ دو دو پر سلام پھیریں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو سنتیں ادا نہ ہوتیں۔ یونہی اگر چار رکعت کی منت مانی اور دو دو کر کے چار پڑھیں، تو منت پوری نہ ہوتی، بلکہ ضروری ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چاروں پڑھے۔ (در مختار وغیرہ)
- ۲۔ عشاء و عصر سے پہلے نیز عشاء کے بعد چار چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا مستحب ہے۔ (تنویر البصار)

اور یہ بھی اختیار ہے کہ عشاء کے بعد دو ہی پڑھے مستحب ادا ہو جائے گا۔ یونہی ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب ہے کہ حدیث میں فرمایا جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار پر محافظت کی، اللہ تعالیٰ اس پر آگ عرام فرمادے گا۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں: سرے سے آگ میں داخل ہی نہ ہوگا اور اس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے اور جو اس پر مطالبات ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے فریق کو راضی کر دے گا۔

یا یہ مطلب ہے کہ اسے ایسے کاموں کی توفیق دے گا جن پر سزا نہ ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: اس کے لیے بشارت ہے کہ سعادت پر اس کا خاتمہ ہوگا اور روزخ میں نہ جائے گا۔

۳۔ ظہر و مغرب و عشاء کے بعد جو مستحب ہے، اس میں سنت موکدہ داخل ہے، مثلاً ظہر کے بعد چار پڑھیں، تو موکدہ و مستحب دونوں ادا ہو گئیں اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ موکدہ و مستحب دونوں کو

ایک سلام کے ساتھ ادا کرے، یعنی چار رکعت پر سلام پھیرے۔ (فتح القدیر)
 جو سنت موکدہ چار رکعتی ہے، اس کے قعدہ اول میں صرف التحیات پڑھے، اگر بھول کر
 درود شریف بھی پڑھ لیا، تو سجدہ سہو بھی کرے اور ان سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو
 سُبْحَانَكَ اور اعوذ بھی نہ پڑھے۔

اور ان کے علاوہ اور چار رکعت والے نوافل (جن میں عصر و عشاء کی سنتیں بھی شامل ہیں)
 کے قعدہ اول میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سُبْحَانَكَ اور اَعُوذُ بھی پڑھے بشرطیکہ
 دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو، ورنہ پہلا سُبْحَانَكَ اور اَعُوذُ کافی ہے۔ منت کی نماز کے بھی قعدہ
 اولیٰ میں درود پڑھے اور تیسری میں ثنا و تعوذ۔ (در مختار)

۵۔ ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہوگئی اور فرض پڑھے، تو اگر وقت باقی ہے، فرض

کے بعد پڑھے اور افضل یہ ہے کہ کچھلی سنتیں پڑھ کر ان کو پڑھے۔ (فتح القدیر)

۶۔ سنت و فرض کے درمیان کلام کرنے سے اصح یہ ہے کہ سنت باطل نہیں ہوتی، البتہ

ثواب کم ہو جاتا ہے۔ یہی حکم ہر اس کام کا ہے جو منافی تحریمہ ہے۔ (تنویر)

۷۔ اگر بیع و شرا یا کھانے میں مشغول ہو تو اعادہ کرے۔ ہاں سنت بعدیہ (بعد والی سنت)

میں اگر کھانا لایا گیا اور بد مزہ ہو جانے کا اندیشہ ہے، تو کھانا کھالے پھر سنت پڑھے، مگر وقت

جانے کا اندیشہ ہو تو پڑھنے کے بعد کھائے اور بلا عذر سنت بعدیہ کی بھی تاخیر مکروہ ہے، اگرچہ

ادا ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

۸۔ عشاء کے قبل کی سنتیں جاتی رہیں، تو ان کی قضا نہیں، پھر بھی اگر بعد میں پڑھے گا، تو نفل مستحب

ہے اور سنت مستحبہ جو فوت ہوئی ادا نہ ہوئی۔ (در مختار)

۹۔ جمعہ اور ظہر کی سنتیں پڑھنے میں خطبہ یا جماعت شروع ہوئی، تو چاروں پوری کرے۔ (در مختار)

۱۰۔ سنت کی منت مانی اور پڑھی سنت ادا ہوگئی۔ یونہی اگر شروع کر کے توڑ دی، پھر پڑھی،

جب بھی سنت ادا ہوگئی، مگر سنتوں میں منت نہ ماننا افضل ہے۔ (در مختار، ردالمحتار)

نماز کے بعد کے ذکر و دعا

حضور پرنور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
کا مجموعہ وظائف جس میں حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجرب
اعمال و وظائف و اذکار درج کیے ہیں!

مستحی

بنام تاریخی

الْوَطِيقَةُ الْكَرِيمَةُ

۱۳۳۸ھ

حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہمیں مولائے عالم والی اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے بندگان بارگاہ عالم پناہ میں کیا۔ ہمارے ہاتھ میں حضور پرنور سیدنا
غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن کرم دیا۔ اپنے اولیاء ہمارے مشائخ سلسلہ خصوصاً ہمارے
آقا و مولیٰ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ ہم پر دراز کیا جنہوں نے ہم تک
پہنچایا کہ تمہارا حیا والا کریم حیا فرماتا ہے کہ بندہ اس کے حضور ہاتھ پھیلاتے اور وہ خالی ہاتھ پھیر
دے۔ ہمیں خود حکم دعا دیا اور اپنے کرم سے اجابت کو لازم فرمایا فعلیکم بالدعاء فان
الدعاء یورد القضا بعد ان یتورم بارگاہ کرم سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ
وسلم سے حضور پرنور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جو مبارک دعائیں ہمیں
پہنچیں اور وہ اذکار و اشغال کہ درمکنون کی طرح خاندان عالیہ میں محضوں تھے۔ برادران اہل سنت

وخواجہ تاشان قادری رضوی کے لیے شائع کرتے اور دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ان کا عامل دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال ہوگا۔ ہر بلا و آفت سے محفوظ رہے گا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی برکات سے تمام اہل سنت کو مستفیض فرمائے۔ آمین!

گداٹے آستانہ قدسیہ رضویہ فقیر محمد حامد خاں قادری غفرلہ

صبح و شام دونوں وقت

آدھی رات ڈھلنے سے سورج کی کرن چمکنے تک صبح ہے۔ اس صبح میں جس وقت ان دعاؤں کو پڑھے گا، صبح میں پڑھنا ہوگا، یونہی دوپہر ڈھلنے سے غروب آفتاب تک شام ہے۔

۱- سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ ایک ایک بار۔

۲- آیت الکرسی ایک ایک بار اور اس کے بعد بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ حَمْرَهُ تَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّلُوحِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ۔ ایک ایک بار۔

۳- تینوں قل تین تین بار۔ ان تینوں نمبروں کا فائدہ ہر بلا سے محفوظی ہے۔ صبح پڑھے تو شام تک اور شام پڑھے تو صبح تک۔

۴- بِسْمِ اللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا يُسْوَءُ إِلَّا اللَّهُ مَا شَاءَ اللَّهُ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا يُصْرِفُ السُّوءَ إِلَّا اللَّهُ مَا شَاءَ اللَّهُ مَا كَانَ مِنْ تَعْمَةٍ فَمِنْ اللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ تین تین بار۔

اس کا فائدہ سات چیزوں سے پناہ جلنا، ڈوبنا، چوڑی، سانپ، بچھو، شیطان، سلطان
صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک۔

۵- اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ط تین تین بار سانپ۔

بچھو وغیرہ موزیات سے پناہ ہو۔

۶- بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا

فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط تین تین بار زبر و ضرر سے امان ہے۔

۷- رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِسَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَرَسُولًا ط تین تین بار، اللہ عزوجل کے کرم پر حق ہے کہ روز
قیامت اُسے راضی کرے۔

۸- حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

دس دس بار۔ ہر بلا و مکر سے محفوظی۔ حدیث میں سات بار فرمایا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے دس بار آیا، فقرار کا اسی پر عمل ہے۔ اسے بجدہ تعالیٰ تمام مقاصد کے لیے کافی پایا۔

۹- فَسَبِّحْ اللَّهَ حِينَ تَسْهُو وَحِينَ تُصْبِحُونَ ط وَلَهُ الْحَمْدُ فِي

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ط

ایک ایک بار جس سے کسی دن سب وظائف رہ جائیں تو یہ تنہا ان سب کی جگہ کافی ہے۔ نیز
ات دن کے ہر نقصان کی تلافی ہے۔

۱۰- اَلْحَسْبُ لَكُمْ رَبُّكُمْ عَسَىٰ أَنْ تَمْسُوكُمْ سُورَةٌ تَمْسُوكُمْ مِنْ شَيْءٍ مِنْ شَيْطَانِ الرَّجِيمِ ط

وآفات سے محفوظی۔

۱۱- اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ط تین بار پھر ہو اللہ

الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط سُورَةُ شَمْسٍ كِي اَمِير تین آیتیں ایک بار صبح پڑھے تو شام تک ہتریز فرشتے

ں کے لیے استغفار کریں اور اس دن مرے تو شہید ہو اور شام کو پڑھے تو صبح تک یہی حکم ہے۔

۱۲- اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ

لِعَالَمِنَا نَعْلَمُهٗ - تین تین بار - خاتمہ ایمان پر ہو۔

۱۳- بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی دِيْنِيْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِيْ وَوَلِيْدِيْ وَاهْلِيْ وَمَالِيْ

تین تین بار - دین - ایمان - جان - مال - مال - بچے سب محفوظ رہیں۔

۱۴- اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ مِنْ تَعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحَدِّكَ

لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ ط ایک ایک بار صبح کو کہے تو دن بھر کی
سب نعمتوں کا شکر ادا کیا اور شام کو تو شب بھر کی شام کو اَصْبَحَ کی جگہ اَمْسَى کہے فقیر اس کے بعد
لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ زائد کرتا ہے۔

۱۵- بِسْمِ اللّٰهِ ذِي الشَّانِ عَظِيْمِ الْبُرْهَانَ شَدِيْدِ السُّلْطَانِ

مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہ ایک ایک بار شیطان
اور شکروں سے محفوظ رہے۔

۱۶- اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ اَشْهَدُكَ وَاَشْهَدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَ

مَلٰئِكَتِكَ وَجَبِيْعِ خَلْقِكَ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحَدِّكَ لَا
شَرِيْكَ لَكَ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدًا وَرَسُوْلًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
چار چار بار - ہر بار چہارم حصہ بدن دوزخ سے آزاد ہو شام کو اَصْبَحْتُ کی جگہ اَمْسَيْتُ کہے۔

۱۷- اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا مَّعَ دَوَامِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا

خَالِدًا مَّعَ خُلُوْدِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا مُنْتَهٰی لَهُ دُوْنِ مَشِيَّتِكَ وَلَكَ
الْحَمْدُ حَمْدًا اَعِنْدَ كُلِّ طَرْفَةِ عَيْنٍ وَتَنْفَسٍ كُلِّ نَفْسٍ ط ایک ایک بار گویا اس
نے اس دن رات پوری عبادت کا حق ادا کیا۔

۱۸- اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ

الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْحَسِينِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غُلْبَةِ
الذِّينِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ ج ایک ایک بار غم و الم سے بچے۔ اوائے قرض کے لیے گیارہ گیارہ
بار پڑھے۔

۱۹۔ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ

عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ۔ (ایک ایک بار سب کام بنیں۔

۲۰۔ اَللّٰهُمَّ خَيْرِيْ وَاخْتِرْ لِيْ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى اِخْتِيَارِيْ۔ سات سات بار۔

دن رات کے لیے ہر کام میں استخارہ ہے۔

۱۱۔ سید الاستغفار ایک ایک بار یا تین تین بار۔ گناہ معاف ہوں اور اس دن رات میں

تو وہ شہید ہے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا

عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْلِكَ

بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْلِكَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے۔ وَاغْفِرْ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ ط اور اپنے جس فعل

کے کسی ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے، اسے پڑھتا ہے، مولیٰ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔

۲۲۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ط سو سو بار دنیا میں فاقہ نہ ہو، قبر میں

وحشت نہ ہو، حشر میں گھبراہٹ نہ ہو۔

صِرْفُ صُبْحِ

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ه وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ

الْعَظِيْمِ ه ہر کام بنے اور شیطان سے محفوظ رہے۔

۲۔ سُورَةُ اِخْلَاصٍ گیارہ بار۔ اگر شیطان مع اپنے لشکروں کے کوشش کرے کہ اس

سے گناہ کرانے نہ کر سکے، جب تک یہ خود نہ کرے۔

۳- یَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ - ۴۱ بار۔ اس کا دل زندہ رہے گا اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

۴- سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ - تین تین بار، جنون، جذام و برص و نابینائی سے بچے۔
۵- تلاوت قرآن عظیم کم از کم ایک پارہ، حتی الامکان طلوع شمس سے پہلے ہو اور اگر آفتاب نکل آئے تو ٹھہر جائے اور ذکر اذکار کرے، یہاں تک آفتاب بلند ہو جائے کہ جن تین وقتوں میں نماز ناجائز ہے، تلاوت بھی مکروہ ہے۔

۶- دلائل الخیرات ایک عروب۔
۷- شجرہ شریف، دلائل و شجرہ قبل طلوع ہوں یا بعد طلوع۔

پانچوں نمازوں کے بعد

- ۱- آیۃ الکرسی ایک ایک بار مرتے ہی داخل جنت ہو۔
- ۲- اسْتَغْفِرُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَالتَّوْبُ إِلَيْهِ - تین تین بار گناہ معاف ہوں، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔
- ۳- تسبیح حضرت سیدتنا زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سُبْحَانَ اللَّهِ ۳۳ بار الْحَمْدُ لِلَّهِ ۳۳ بار اللَّهُ أَكْبَرُ ۳۴ بار۔ اخیر میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ایک بار۔ اس من تمام جہان میں کسی کا عمل اس کے برابر نہ کیا جائے گا، مگر جو اس کے مثل پڑھے۔
- ۴- ماتھے پر دایاں ہاتھ رکھ کر بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ - اللَّهُمَّ اذْهَبْ عَنِّي كَهَمَّ وَالْحُزْنَ - ہر غم و پریشانی سے بچے فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے وَعَنْ أَهْلِ السَّنَةِ
- ۵- پنج گنج قادریہ، فوائد و برکات بے شمار ہیں۔

نماز صبح و عصر کے بعد

- ۱- بغیر پاؤں بدلے اور بغیر کلام کیے، دس دس بار لا اِلهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
 ہر بلا و آفت و شیطان و مکروہات سے بچے گناہ معاف ہوں، اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ نکلیں۔
- ۲- اَللّٰهُمَّ اجْرِني مِنَ النَّارِ ط سات سات بار دوزخ دُعا کرے کہ اے الہی اے
- مجھ سے بچا۔

نماز صبح کے بعد

- ۱- اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ كُلَّ مَهْمٍ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ وَمِنْ اَيْنِ شِئْتَ حَسْبِيْ اللهُ لِمَا اَهَمَّنِيْ حَسْبِيْ اللهُ لِمَنْ بَغَى عَلَيَّ حَسْبِيْ اللهُ لِمَنْ حَسَدَ بِيْ حَسْبِيْ اللهُ لِمَنْ كَادَنِيْ لِسُوءِ حَسْبِيْ اللهُ عِنْدَ الْمَوْتِ حَسْبِيْ اللهُ عِنْدَ الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ حَسْبِيْ اللهُ عِنْدَ الْمِيزَانِ حَسْبِيْ اللهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ حَسْبِيْ اللهُ الَّذِي لَا اِلهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط ایک ایک بار، ہر مشکل آسان ہو، سب پریشانیاں دور ہوں، ایمان سلامت رہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ مدد فرمائے، دشمن برباد ہوں، حاسد اپنی آگ میں جلیں، نزع آسان ہو، قبر میں شاداں ہوں، نیکیوں کا پتہ بھاری ہو، صراط پر سہل جاری ہو۔
- ۲- بعد نماز صبح بغیر پاؤں بدلے بیٹھا ہو اذکر الہی میں مشغول ہو، یہاں تک آفتاب بلند ہو، یعنی طلوع کنارہ شمس کو بیس بچیس منٹ گزر جاتیں، اس وقت دو رکعت نماز نفل پڑھے، پورے صبح و عمرہ کا ثواب لے کر پلے۔

نماز مغرب کے بعد

فرض پڑھ کر چھ رکعتیں ایک ہی نیت سے ہر دو رکعت پر التَّحِيَّاتِ وَدُرُودِ دُعا اور پہلی میسری پانچویں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سے شروع کریں، اُن میں پہلی دو سنت مؤکدہ ہوں گی باقی چار نفل۔ یہ صلوة آدابین ہے اور اللہ آدابین کے لیے غفور ہے۔

شب میں

(یعنی غروب شمس سے طلوع صبح تک جس وقت ہو)

- ۱- سُورَةُ مُلْكٍ عذابِ قبر سے نجات ہے۔
- ۲- سُورَةُ يُسِّينِ مغفرت ہے۔
- ۳- سُورَةُ وَقَعِ فاقہ سے امان ہے۔
- ۴- سُورَةُ دَحَانَ صبح اس حال میں اٹھے کہ شتر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہوں۔

بعد نماز عشا

- ۱- اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا أَمَرْتَنَا أَنْ نَصَلِّيَ عَلَيْهِ۔
- اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ أَهْلُهُ۔
- اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى جَسَدِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْأَجْسَادِ -
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُورِ صَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
 طاق بار جتنا پڑھ سکے، حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں، مگر خالص عظیم
 شان اقدس کے لیے پڑھے۔ اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو، آگے ان کا کرم
 بے حدود بے انتہا ہے۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
 کہ حیف باشد از وغیر اوستائے
 منہ مدنیہ طیبہ کی طرف ہو اور دل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دست بستہ پڑھے
 اور یہ تصور باندھے کہ روضۃ النور کے حضور حاضر ہوں اور یقین جانے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اسے دیکھ رہے ہیں، اس کے دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔

۲- اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ط اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ
 الرَّحِيمُ ط اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ صَلِّ
 وَسَلِّمْ وَبَارِكْ أَبَدًا عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
 اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
 وَسَلَامٌ يَا غَوْثُ يَا غَوْثُ - منثور مرتبہ گناہوں کی مغفرت، آفات دنیاوی اُخروی سے
 نجات و صفا قلب۔

سوتے وقت

۱- آیت الکرسی شریف ایک بار جب تک سوتے حفاظت الہی میں رہے، اس کے گھر اور
 اردگرد کے گھروں میں چوری سے پناہ ہو، آسیب و جن کا دخل نہ ہو۔

۲۔ تسبیح حضرت زہرا، صبح نشاط پر اٹھے اور فوائد بے شمار۔

۳۔ الحمد وقل ایک ایک بار۔

۴۔ ابتدائے سورۃ بقرہ سے منفلحون تک اور آخر اَمَّنَ الرَّسُولُ سے ان دونوں

کے فوائد بے شمار ہیں۔

۵۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے آخر کھف تک چار آیتیں شب میں یا صبح جس وقت

جاگنے کی نیت سے پڑھے، آنکھ کھلے گی۔

۶۔ دونوں کف دست پھیلا کر تینوں قل ایک ایک بار پڑھ کر ان پر دم کر کے سر اور چہرہ

اور سینے اور آگے پیچھے، سارے بدن پر پھیر لے، پھر دوبارہ سہ بارہ اسی طرح ہر بلا سے محفوظ

و مامون رہے۔

۷۔ سورۃ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پر خاتمہ کرے، اُس کے بعد کلام کی حاجت ہو تو بات

کر کے پھر پڑھ لے کہ اسی پر خاتمہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوتے سے اٹھ کر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاَنَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ

قیامت کے دن میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل کی حمد کرتا اٹھے۔

تنبیہ

اوپر سے یہاں تک جتنی بھی دُعائیں لکھی گئی ہیں، ہر ایک کے اول و آخر میں

دُرود شریف پڑھنا ضروری ہے۔

تہجد

فرضِ عشر پڑھنے کے کچھ دیر سو رہے پھر شب میں طلوعِ صبح سے پہلے جس وقت آنکھ کھلے، اگرچہ رات کے نوبے یا جاڑوں میں پونے سات بجے عشر پڑھ کر سو رہے اور سات سو سات بجے آنکھ کھلے وہی وقت تہجد کا ہے۔ وضو کر کے کم از کم دو رکعت پڑھ لے تہجد ہو گیا اور سنتِ آٹھ رکعت ہیں اور معمولِ مشائخ ۱۲ قرأت کا اختیار ہے اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس کی تلاوت ان رکعتوں میں کرے۔ اگر کل یاد ہو تو کم سے کم تین رات زیادہ سے زیادہ چالیس رات میں ختم کرے، زیادہ ہو تو ہر رکعت میں تین تین بار سورۃِ اخلاص کہ جتنی رکعتیں پڑھے گا، اتنے ختم قرآن مجید کا ثواب ملے گا۔

ذکرِ جہرِ چہارِ ضربی

چار زاوہر کر بیٹھے بائیں زانو کی رگ کیماں دائیں پاؤں کے انگوٹھے اور اس کی برابر کی انگلی میں دبائے، پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر لاد کا لام یہاں سے شروع کر کے بائیں گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے اب یہاں سے اللہ کا ہمزہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف دائیں شانے تک کھینچتا لے جائے اور دائیں طرف منہ پھیر کر کہے، پھر وہاں سے اَللّٰهُ بَقُوْتِ دَلِّ پَرَضِبْ کرے۔ سو بار یا حسبِ قوت کم سے کم شروع کرے۔ پھر حسبِ طاقت فرصت بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ روز ضربِ روزانہ تک پہنچائے۔ جب حرارت بڑھنے لگے سو بار کے بعد ایک یا تین بار مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کہہ لے تسکین پائے گا، مگر مبتدی جب تک کہ اس کا زنگ دور نہ ہو، خالص حرارت کا محتاج

ہے۔ یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو کہ ریانا آئے۔ کسی نمازی ذکر یا مریض یا سوتے ہوئے کو تشویش نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ ریا آتا ہے تو نہ چھوڑے اور خیال ریا کو دفن کرے۔ اللہ رب العزت کی طرف اس کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کے توسل سے رجوع لائے تا تب ہو، انشاء اللہ تعالیٰ ریا دفع ہو۔

ذکرِ خفی

دوزانو بیٹھ کر آنکھ بند کیے، زبان تالو سے جھائے کہ متحرک نہ ہو، محض تصور سے کہ سانس کا آواز بھی سنائی نہ دے۔ ان پانچ طریقوں سے جو چاہے طریقہ اختیار کرے خواہ وقتاً فوقتاً پانچ طریقے بُرتے؛

۱۔ سر جھکا کر ناف سے لا کلام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا اللہ کی لا دماغ تک لے جائے اور معاً اللہ کا پہلا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کرنے
۲۔ اسی طور پر لا اللہ الا هو ط اس میں دوسرا جزا الا هو ہوگا۔
۳۔ صرف الا اللہ کو پہلا ہمزہ ناف سے اٹھ کر الا ال دماغ تک لے جائے اور معاً لا وہاں سے انا کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔

۴۔ فقط اللہ پہلا ہمزہ ناف سے شروع کر کے لا کو دماغ تک پہنچائے اور بدستور لا کی ضرب کرے، اسے سو بار سے شروع کرے حسب وسعت ہزاروں تک پہنچائے اور ان پانچوں میں افضل پہلا طریقہ ہے۔ یہ طریقے اس درجہ مفید ہیں کہ انہیں انخفا کرتے ہیں۔ رموز میں لکھتے ہیں، فقیر نے خاص اپنے برادرانِ طریقت کے لیے اسے عام کیا ہے۔

پاس انفاس

انہیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمد و رفت میں کھڑے بیٹھے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے، یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے، اب سوتے میں بھی ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

تصویرِ شیخ

خلوت میں آوازوں سے دور، رُو بھکان شیخ اور وصال ہو گیا ہو تو جس طرف مزارِ شیخ ہو ادھر متوجہ ہو کر بیٹھے۔ محض خاموش باادب بجمال خشوع اور صورتِ شیخ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے اور یہ خیال دل میں جمائے کہ جناب سرکار رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتحیۃ سے انوار و فیوض شیخ کے قلب پر فائز ہو رہے ہیں۔ میرا قلب قلبِ شیخ کے نیچے بحالتِ درلودہ گری لگا ہوا ہے۔ اس میں سے انوار و فیوض اُبل اُبل کر میرے دل میں آرہے ہیں۔ اس تصور کو بڑھائے یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ اس کی انتہا پر صورتِ شیخ خود متمثل ہو کر مرید کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی، اُس کا حل بتائے گی۔

تنبیہ

اذکار و اشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں، اُن کا ادا کر لینا جس قدر ممکن ہو، نہایت ہی ضروری ہے، جس پر فرض باقی ہو، اس کے نفل و اعمال مستحبہ کام نہیں دیتے، بلکہ قبول نہیں، جب تک فرض ادا نہ کر لے۔

تنبیہ

اذکار و اشغال کے لیے تین بد رتوں کی ضرورت ہے؛
تقلیل طعام (کم کھانا)، تقلیل کلام (کم بولنا)، تقلیل منام (کم سونا)

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

فقیر احمد رضا خاں قادری غفرلہ

پنجم محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کتبہ محمد عاشق حسین ہاشمی عفی عنہ

عرفِ آخر

حضور پر نور سید الایاد قطب الاقطاب، سیدنا العوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
وارضاه عناکے ان مبارک الفاظ کو اپنا پشت پناہ بنا کر اپنا یہ مختصر رسالہ انہیں الفاظ
پر ختم کرتے ہیں؛

اللہ تعالیٰ سے بھاگنے والو! اب بھی تم اس کی طرف آؤ۔ اب بھی خدا کا نام لو، اس کے در پر
حاضر ہو کر اسے پکارو، اس کی رحمت سب پر عام ہے۔

اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کو تسلیم و رضا سے یاد کرو، وہ تم کو بہترین حال سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے شوق و اشتیاق سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنے تقرب و وصال سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے حمد و ثناء سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنے انعامات و احسانات سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے توبہ و ندامت سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنے بخشش و معفرت سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے معذرت سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنی بزرگی و کرامت سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے بغیر غفلت کے یاد کرو، وہ تمہیں بغیر مہلت یاد فرمائے گا۔

تم اسے خلوص و اخلاص سے یاد کرو، وہ تمہیں خلاصی و رہائی سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے تنگ دستی میں یاد کرو، وہ تمہیں فراخ دستی سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے اسلام کے ساتھ یاد کرو، وہ تمہیں انعام و اکرام سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے تعظیم سے یاد کرو، وہ تمہیں تکریم سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے صدق سے یاد کرو، وہ تمہیں رزق سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے عاجزی سے یاد کرو، وہ تمہیں لغزشیں معاف کرنے کے ساتھ یاد فرمائے گا۔

تم اُسے ترکِ معصیت و خطا کے ساتھ یاد کرو، وہ تمہیں بخشش و عطا کے ساتھ یاد فرمائے گا۔
 تم اُسے عبادت و طاعت سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنی رحمت و نعمت سے یاد فرمائے گا۔
 غرضیکہ تم اُسے ہر وقت اور ہر جگہ یاد کرو، تاکہ تمہیں وہ بھی یاد فرمائے۔
 وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ۔

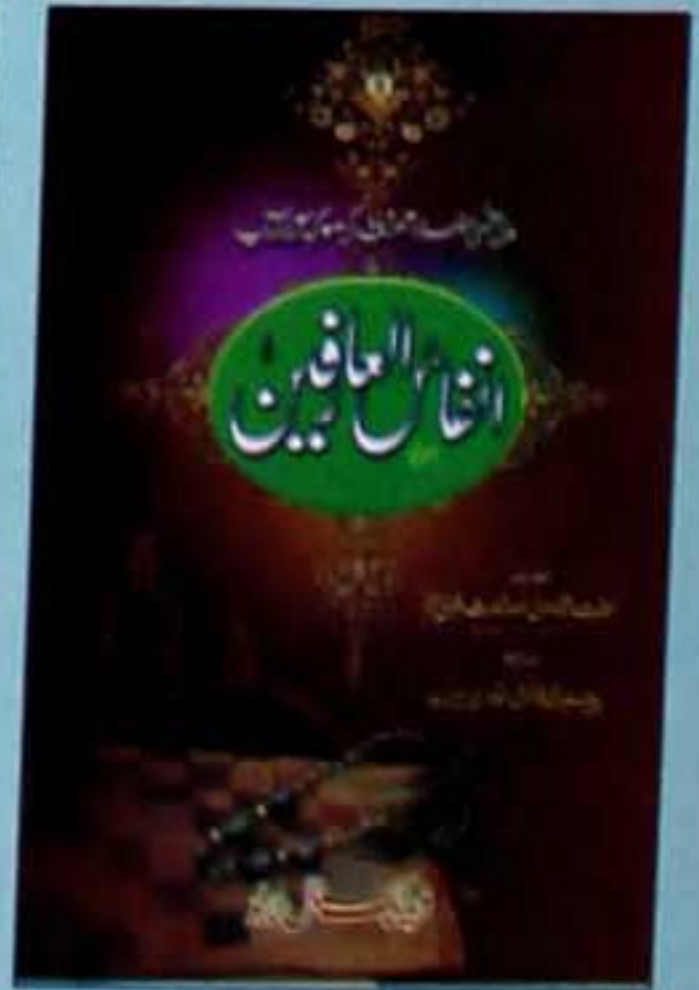
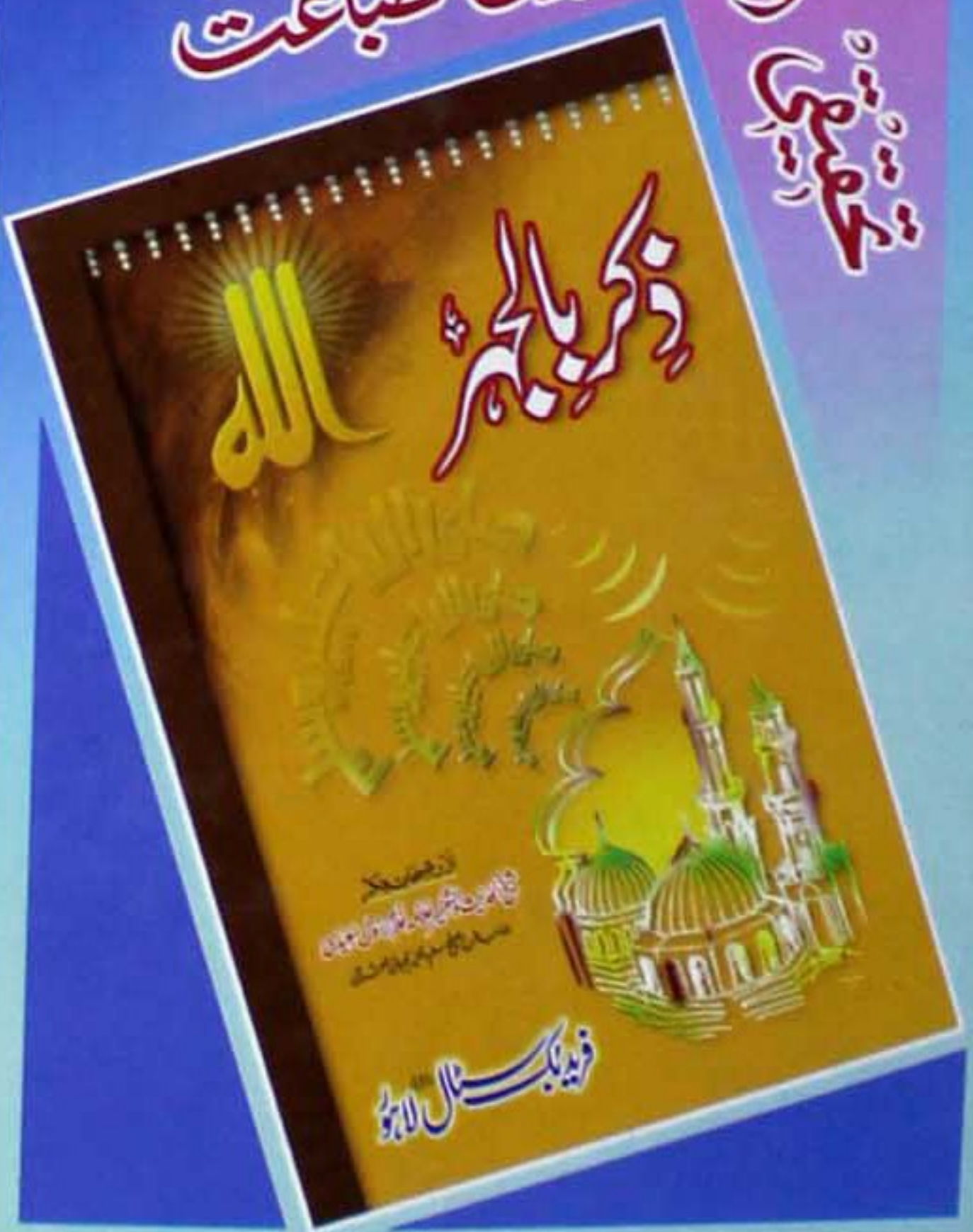
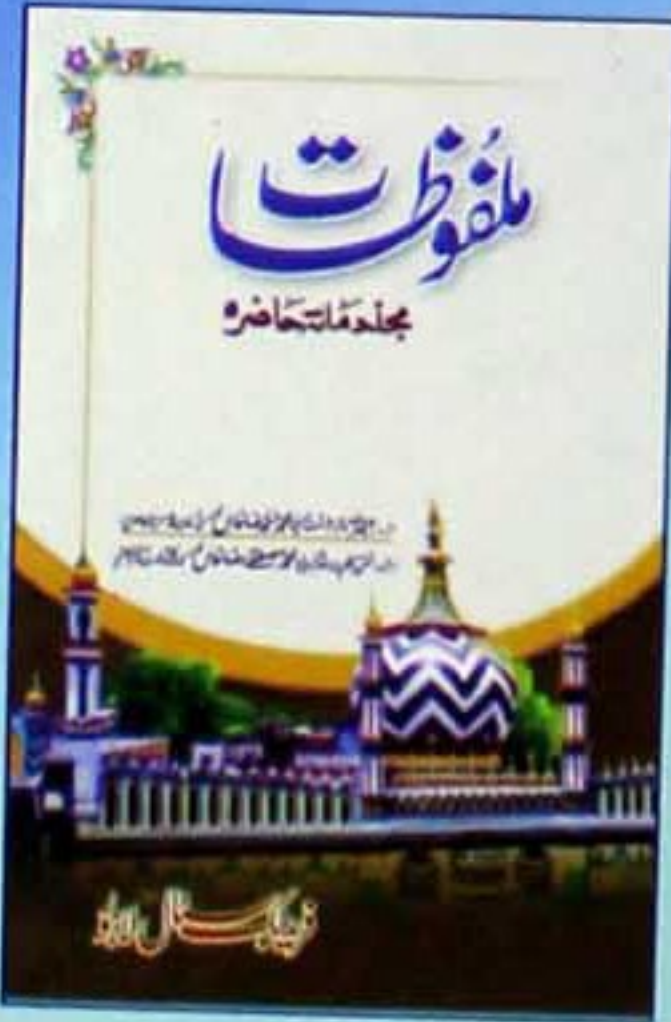
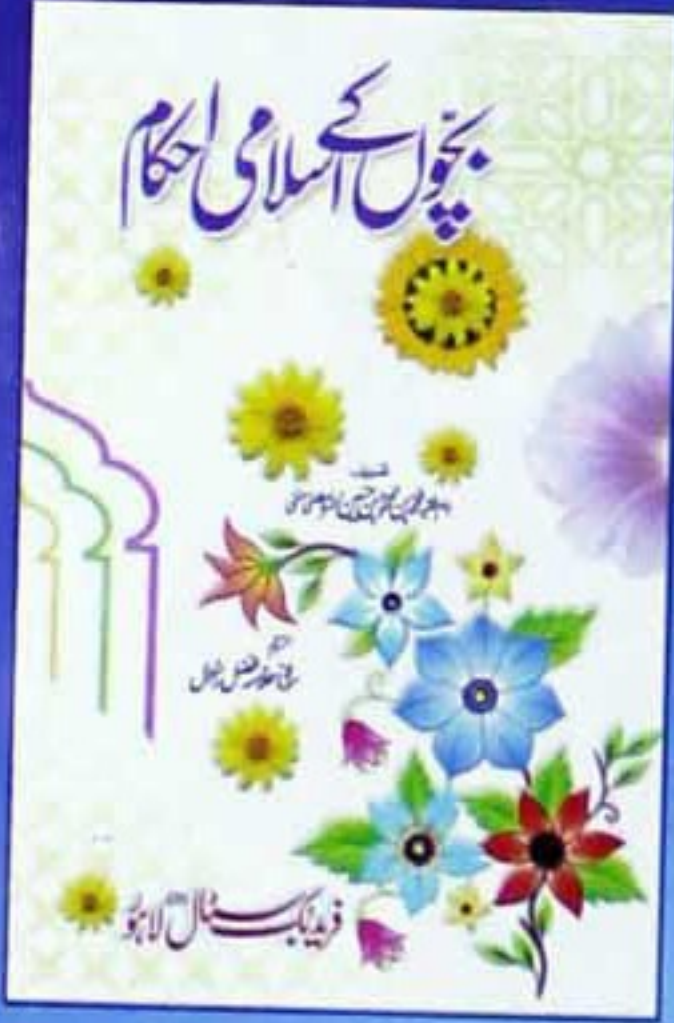
اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر سب ذکروں سے بڑا افضل ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔
 وهو تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ ربنا
 عليك توكلنا واليك انبنا واليك المصير و صلى الله تعالى
 على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه
 اجمعين بروحمتك يا ارحم الراحمين

بمجدہ تعالیٰ پمختصر سالہ اولاً ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ یوم شنبہ مبارکہ کو تمام ہو کر
 شائع ہوا اور اس کی ترمیم نو و اضافات جدیدہ سے فراغت ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۶۸ھ یوم
 دو شنبہ کو حیدرآباد میں نصیب ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا۔

وانا العبد محمد خلیل فان القادری البرکاتی ابوالقاسمی المارہروی
 عفی عنہ۔ صدر المدرسین مدرسہ احسن البرکات۔ حیدرآباد۔ پاکستان۔

وَأَفِوضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ دَرْفُ الْعِبَادِ

دیجیٹل و
تعمیری



فریدی بک اسٹال (رجسٹرڈ)

۳۸- اردو بازار لاہور

E-mail: info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com

